اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق

مقالہ برائے **پی ایچ-ڈی، علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

عابدہ اقبال

پی ایچ ڈی سکالر، علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:PD-IS-AS16-ID003

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

دسمبر، 2023ء

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق

مقالہ برائے **پی ایچ-ڈی، علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

عابدہ اقبال

پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر:PD-IS-AS16-ID003

نگران تحقیق

ڈاکٹر محمد ریاض محمود

ایسوسی ایٹ پروفیسر

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، اسلام آباد

یہ مقالہ پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© (عابدہ اقبال ۲۰۲۳ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز سے اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں:

مقالہ بعنوان: **اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ کے اصول وضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق**

Principles And Code Of Conduct For Mass Media In The Light Of Islamic Teachings And Its Implementation In Pakistan.

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار: عابدہ اقبال

رجسٹریشن نمبر: D-IS-AS16-ID-003

ڈاکٹر محمد ریاض محمود (نگران مقالہ)	_____ دستخط نگران مقالہ
پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی (صدر شعبہ اسلامی فکر وثقافت)	_____ دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت
پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز	_____ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز
میجر جنرل (ر) شاہد محمود کیانی (ہلال امتیاز - ملٹری) (ریکٹر نمل)	_____ دستخط ریکٹر نمل

تاریخ _____

حلف نامہ

(Candidate Declaration Form)

میں عابدہ اقبال ولد محمد اقبال

رجسٹریشن نمبر:PD-IS-AS16-ID-002

طالبہ پی ایچ۔ڈی شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ بعنوان : **اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق**

Principles And Code Of Conduct For Mass Media In The Light Of Islamic Teachings And Its Implementation In Pakistan.

پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور **ڈاکٹر محمد ریاض محمود** کی زیر نگرانی تحریر کیا گیا ہے، یہ راقم الحروف کا اصل کام ہے۔مذکورہ کام نہ کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتی ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہیں، اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے اس مقالے کا کوئی بھی حصہ سرقہ شدہ نہیں ہے اور میں نے جہاں کہیں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے میں اس بات کا بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: عابدہ اقبال

دستخط مقالہ نگار: _____

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ملخصِ مقالہ (Abstract)

Current century has witnessed technological advancements at its peak especially in the field of telecommunication. By virtue of this advancement, now an individual is well informed, bettter connected thus transforming this world into a global village. Alongside numorous benefits, few undesired miseries in the shape of disinformation, propaganda, chaos and anarchy have also emerged in the society. Journalism and mass media being prime custodian of truth and fairness also act as a bridge between public and concerned authorities. However, fast growing media is also observed to be damaging religious, social and cultural values of our society.

The aim of this research is to study principles and code of conduct of mass media in the light of Islamic teachings and its implementation in Pakistan. This study also discusses government and private media institutes, alongwith associated key personnel review of the PEMRA ordinance and identifying the wholesome problem areas. This research concludes with a brief account of analysis along with recommendations in the light of Islamic teachings.

Key Words:

Global village, Code of Conduct, PEMRA, Lack of Implementation,

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	فہرست عنوان	صفحہ نمبر
.1	مقالہ کی دفاع اور منظوری کا فارم	IV
.2	حلف نامہ	V
.3	ملخص	VI
.4	فہرست عنوانات	VII
.5	اظہارِ تشکر	IX
.6	انتساب	X
.7	رموزواشارات	XI
.8	مقدمہ	1
.9	بابِ اوّل: صحافت وابلاغ: مفہوم اور ضرورت واہمیت	12
.10	فصلِ اوّل: صحافت وابلاغ کے مفاہیم اوران کا دائرہ کار	13
.11	فصلِ دوم: صحافت وابلاغ کی ضرورت واہمیت	43
.12	بابِ دوم: صحافت وابلاغ کے اسلامی اصول وضوابط	53
.13	فصلِ اوّل: صحافت وابلاغ کے اسلامی اصول	54
.14	فصلِ دوم: مسلمانوں میں صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا تاریخی جائزہ	73
.15	باب سوم: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کا انطباق	89
.16	فصل اول: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے ادارے اور ان سے متعلق قوانین	90

.17	فصل دوم: صحافت وابلاغ کے قوانین میں اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ	130
.18	باب چہارم: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کا انطباق: اہم مشکلات کا جائزہ	152
.19	فصل اوّل: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اداروں کو درپیش مشکلات	153
.20	فصل دوم: صحافت وابلاغ کے اداروں میں اسلامی اصولوں کا انطباق	168
.21	فصل سوم: صحافت وابلاغ کے ماہرین فن اور اہم ذمہ داران کی آراء	196
.22	مقالے کا خلاصہ	213
.23	نتائج بحث	216
.24	تجاویز وسفارشات	217
.25	ضمیمہ جات	218
.26	فہرست مصادر ومراجع	282

اظہارِ تشکر

بے شمار حمد و ثناء اللہ رب العزت کے لیے جس کی بے شمار رحمتیں، برکتیں اور نوازشیں میرے ساتھ ہیں۔ شکر اس بزرگ و برتر، اعلیٰ وارفع اور پاک نام کا جس نے مجھے ہمت و بصیرت عطا کی اور شریعت مطہرہ کو اپنی بساط کے مطابق سمجھ کر تحقیقی مراحل کو مکمل کرنے کی توفیق بخشی (سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَ رِضٰى نَفْسِهِ وَ زِنَةَ عَرْشِهِ) درود و سلام خاتم الانبیاء، محسنِ انسانیت رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ پر جن کی محبت عین ایمان ہے، جن کے شب و روز کا ہر لمحہ امت کے لیے اسوۂ احسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں اپنے والدین کی بے حد شکر گزار ہوں، جن کی مدد، تعاون، حوصلہ افزائی اور دعائیں ہر لمحہ میرے ساتھ رہیں (رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا)۔ میں اپنے تمام اساتذہ کرام بلخصوص نگران مقالہ ڈاکٹر محمد ریاض محمود، صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی اور ڈاکٹر مظفر علی کی شکر گزار ہوں، جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی اور اپنی قیمتی آرا سے نوازا (جزاکم اللہ فی الدارین و احسن الجزاء)۔

میں اپنے رفیق حیات، اپنے جگر گوشوں، بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب کی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کٹھن سفر میں میرا ساتھ دیا اور ہر لحظہ میری ہمت بندھائے رکھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں سید المرسلین حضرت محمد ﷺ کے منہج کے مطابق اسلام کی نشر و اشاعت کی ہمت، طاقت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عابدہ اقبال
پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

انتساب

میری اس کوششِ ناتمام کا انتساب رئیسُ الانبیاء، خاتم المرسلین،
فخرِ موجودات، محسنِ انسانیت اور ہاشمی لقبی جناب محمد مصطفی ﷺ کے
نام ہے کہ جن کا ہر لفظ روحِ حرمت ابلاغ ہے۔ جن کا کلام مبارک
صداقت کے ابدی اور عالمی معیارات مقرر کرتا ہے۔ جن کی
سیرتِ مطہرہ قرآن مجید کی عملی تصویر و تفسیر ہے۔

رموز واشارات

مقالہ ہذا میں غیر ضروری طوالت سے بچنے کے لیے درج ذیل رموز واشارات کا استعمال کیا گیا ہے۔

آیات کے لیے	﴿ ﴾
احادیث کے لیے	(( ))
دیگر اقتباسات کے لیے	" "
صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	ﷺ / صلی اللہ علیہ وسلم
رحمۃ اللہ علیہ کے لیے	رح
رضی اللہ عنہ کے لیے	رض
علیہ السلام کے لیے	ع

متنِ مقالہ اور حواشی میں بعض اہم نکات کے لیے:

- ایک ہی صفحہ پر same حوالہ آنے پر وہاں حوالہ ایضاً / سابقہ حوالہ لکھا گیا ہے۔
- اصطلاحات کی وضاحت یا تو متن میں کر دی گئی ہے یا پھر حواشی میں کی گئی ہے۔
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف اسماء واماکن وغیرہ کا مختصر تعارف حواشی میں دیا گیا ہے۔
- مقالے کے آخر میں نتائج تحقیق، سفارشات، فہرست کتابیات اور فہارس آیات واحادیث درج کی گئی ہے۔

مقدمہ

الْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَعَلَى أله وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

موضوع تحقیق کا تعارف:

اطلاعات و معلومات کی ترسیل اور افکار و خیالات کا تبادلہ ایسے اُمور ہیں جن کو انسانی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ہر انسان کی یہ فطری خواہش ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے حالات و واقعات سے آگاہ رہے اور اپنے جذبات واحساسات سے دیگر افراد کو آگاہ رکھے۔ ان فطری خواہشات کی تکمیل صحافت وابلاغ کے مختلف ذرائع کی مدد سے ہوتی ہے۔ لوگ اخبارات، رسائل وجرائد، کتب، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، فیس بک، سنیپ چیٹ (Snap Chat)، ٹوئیٹر (Twitter)، واٹس ایپ (WhatsApp)، انسٹاگرام، یوٹیوب اور دیگر ذرائع کو استعمال میں لاکر خبروں کو جان پاتے ہیں اور سماجی روابط کو استحکام بخشتے ہیں۔ صحافت و ابلاغ کے ذرائع کا براہ راست تعلق تعلیم وتربیت، صحت وملازمت اور کاروبار وانتظامی اُمور سمیت انسانی زندگی کے تمام مادی وروحانی پہلوؤں سے ہے۔ صحافت وابلاغ سے متعلق تمام امور کی اس کثیر جہتی اہمیت کے پیش نظر اس امر کا اہتمام نہایت ضروری ہے کہ اس شعبۂ حیات کو معیاری اور قابل عمل اصول وضوابط کا پابند بنایا جائے۔ اسلامی تعلیمات کو یہ شرف واعزاز حاصل ہے کہ ان میں انسانی روابط اور معلومات کی فراہمی کے معاملات کے ضمن میں بہترین اصول وضوابط متعین کئے گئے ہیں۔ نیکی کا فروغ، برائی کی راہ روکنا، انسانی وقار کا لحاظ، حق کی نشرواشاعت، انسانی بھائی چارے کا فروغ، بدگمانی سے اجتناب اور قیام امن سمیت بہت سے اصول ایسے ہیں جن کی تعلیم وتربیت پر اسلام نے خصوصی توجہ کی ہے۔ رسول ﷺ نے خود ان اعلیٰ اصولوں کی پاسداری فرمائی اور آپ ﷺ کی اُمت نے تاریخ کے مختلف ادوار میں ان اصولوں کو رہنما نکات کے طور پر اپنایا۔

پاکستان اسلامی نظریۂ حیات کے پس منظر میں قائم ہونے والا ایک منفرد و ممتاز ملک ہے۔ اس میں جہاں افراد کی انفرادی

واجتماعی زندگیوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے، وہیں پر صحافت وابلاغ سے متعلق اُمور کو اسلامی اقدار وروایات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ پاکستان میں صحافت وابلاغ سے وابستہ اداروں نے مختلف قوانین تشکیل دیئے ہیں۔ ان قوانین کو جانچنے کی ضرورت ہے کہ یہ کس حد تک اسلام سے ہم آہنگ ہیں۔ اس بات کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے کہ نفرت انگیزی، بد عنوانی، برائی، جرم، جھوٹ، دھوکہ دہی، افراتفری اور دیگر نامناسب اُمور کی روک تھام میں ان اداروں نے کیا کردار ادا کیا ہے۔ اس پس منظر میں ان مشکلات کا کھوج لگانا بھی ضروری ہے جو اسلامی اصولوں کے انطباق کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ مشکلات کا تعلق سرکاری اداروں کے ساتھ ساتھ نجی اداروں سے بھی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا لائحہ عمل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ ان مختلف اُمور کی تحقیق و تلاش کی غرض سے ہی موضوع مقالہ کے طور پر "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ کے اصول وضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق" کا انتخاب کیا گیا ہے۔

دراسات تحقیق:

صحافت و ابلاغ ایک نہایت اہم موضوع ہے اس کے مختلف پہلوؤں پر قابل قدر تحقیقی اور تصنیفی کام کیا گیا ہے۔ طلبہ اور طالبات کے مقالات کا مختصراً ذکر درج ذیل ہے:

i. **اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کا کردار**، محمد وسیم اکبر شیخ کا تحقیقی مقالہ پنجاب یونیورسٹی میں ۱۹۸۲ء میں پی ایچ ڈی ڈگری کے حصول کے لیے تحریر کیا گیا۔ آپ کا مقالہ مقدمہ، سات ابواب اور کتابیات وضمیمہ جات پر مشتمل ہے۔

ii. **معاشرتی اقدار پر ذرائع ابلاغ کے اثرات**، احتشام خالد نے مقالہ برائے ایم فل ۲۰۰۹ء میں تحریر کیا۔

iii. **ابلاغ کا قرآنی تصور**، راجہ عبد القیوم خان نے مقالہ برائے ایم فل ۲۰۰۰ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے تحریر کیا۔

iv. **پاکستان کی نوجوان نسل پر الیکٹرانک میڈیا کے اثرات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ**، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ۲۰۱۱ء میں ایم فل سطح پر تحریر کیا گیا ہے۔

v. **الیکٹرانک میڈیا کے پاکستانی معاشرے پر اثرات (بچوں کے حوالے سے خصوصی مطالعہ)**، محترمہ صدف بٹ نے ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ سیشن ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۳ء تحریر کیا۔ یہ مقالہ مقدمہ، چار ابواب اور ہر باب میں دو فصول، نتائج و سفارشات، مصادر و مراجع اور سوالنامہ پر مشتمل ہے۔

vi. **اسلام میں صحافتی اخلاقیات کا تصور اور پیمرا قوانین**، سمیرا خان نے مقالہ برائے ایم فل ۲۰۱۳ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے تحریر کیا۔

vii. **پاکستان کے صحافتی قوانین کا جائزہ (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)**، محترمہ حافظہ مہوش مبین نے ایم فل کی ڈگری کے حصول کے لیے یونیورسٹی آف گجرات، سیشن ۲۰۱۳ء تا ۲۰۱۵ء میں تحریر کیا۔ مقالہ کو مقدمہ، باب اول: صحافت اور قانون اور باب دوم: پاکستان میں صحافتی قوانین، اسلامی تعلیمات، خلاصہ بحث، نتائج و سفارشات اور مصادر و مراجع میں تقسیم کیا گیا ہے۔

viii. **ترقی پذیر ممالک میں ذرائع ابلاغ**، ڈاکٹر محمد خالد نے مقالہ برائے پی ایچ ڈی، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی بہاولپور سے تحریر کیا ہے۔

ix. **جدید ذرائع ابلاغ کی شرعی حیثیت اور ان میں دعوت و تبلیغ کے مواقع (تحقیقی جائزہ)**، قاسم منصورہ نے مقالہ برائے پی ایچ ڈی کراچی یونیورسٹی سے تحریر کیا۔

x. **پاکستان میں دینی صحافت کا دعوتی و سیاسی کردار**، محمد نجیب نے ایم فل لیڈنگ ٹو پی ایچ ڈی، ۲۰۱۰ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے تحریر کیا۔

ان کے علاوہ بے شمار مضامین صحافت، ابلاغ، دعوت، تبلیغ، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے متعلق ضبطِ تحریر میں لائے جا چکے ہیں، جبکہ تمام کا احاطہ ممکن نہیں۔ چند تحقیقی مقالات کا تذکرہ درج ذیل ہے:

i. **دور جدید میں میڈیا کی ضرورت و اہمیت اور حقیقت احوال**، ڈاکٹر نور حیات خان کا مقالہ علمی و تحقیقی مجلہ البصیرہ میں دسمبر

۲۰۱۳ء میں شائع ہوا ہے۔ مقالہ میں میڈیا کا تعارف، ضرورت و اہمیت، حدود کار اور عصر حاضر میں میڈیا کے حقیقت حال تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔

ii. **اسلام اور جدید میڈیا،** پروفیسر ڈاکٹر سید عبد المالک آغا کا مقالہ دسمبر ۲۰۱۴ء میں مجلہ القلم میں شائع ہوا۔ اس مقالہ میں مصنف نے اسلامی ذرائع ابلاغ کے مآخذ، اسلامی میڈیا کا کردار اور اسلامی ذرائع ابلاغ کی ذمہ داریوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

iii. **ذرائع ابلاغ کا کردار اور اس کے انفرادی و معاشرتی اثرات:** سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں تحدیدات، ڈاکٹر ام سلمٰی کا مقالہ جنوری تا جون ۲۰۱۸ء میں رسالہ العلم میں شائع ہوا ہے۔ مقالہ میں ذرائع ابلاغ کی ابتدا و ارتقاء، اقسام، اہمیت، اسلام کا نظریہ ابلاغ اور معاشرے میں ذرائع ابلاغ کے کردار پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

iv. **ذرائع ابلاغ کے اصول و ضوابط:** پیمرا کے مذہبی اور سماجی اقدار سے متعلقہ قوانین کا اسلامی قوانین کی روشنی میں تجزیہ، ڈاکٹر ریاض احمد سعید اور عبد المنان کا مقالہ رسالہ الثقافتہ الاسلامیہ، جنوری تا جون ۲۰۲۰ء میں شائع ہوا۔

v. **تعلیمات رسول ﷺ کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں:** تحقیقی مطالعہ عبد المھیمن اور سلطان سکندر نے تحریر کیا ہے۔ مقالہ میں ابلاغ کا مفہوم، ابلاغ کے مقاصد اور غرض و غایت، ابلاغ کے اثرات، نبی کریم ﷺ کے دور مبارکہ میں ذرائع ابلاغ، ابلاغ کے اصول اور حدود و ضوابط قرآن و حدیث کی روشنی میں اور پاکستان میں رائج صحافتی ضابطہ اخلاق کو بیان کیا گیا ہے۔

vi. **ذرائع ابلاغ کا آغاز و ارتقاء اور عصری معنویت:** کو ڈاکٹر محمد ریاض نے سہ ماہی نور معرفت میں شائع کرایا ہے۔

vii. **The Role of Media in Pakistan**, Dr. Nazir Hussain, Published in the Journal of South Asia and Middle Eastern Studies, 35:4, Summer 2012.

viii. **Code of Ethics and Laws for Media in Pakistan,** Muhammad Riaz Rana,

Muhammad Waseem Akbar, Wajeeh ud Din, Naheed Ali Zia, Asian Journal of Sciences & Humanities, Vol. 2, No. 1, Februry 2013

ix. **Mass Communication according to Islam and Islamic Perspective of Ethics and Responsibility in Journalism**, Muhammad Makhdom Ali, Faisal Azeez, Ch. Aqeel Ashraf..... International Journal of Research (IJR), Vol. 1, Issue 10 ,November 2014

x. **Mass communication Ethics : An Islamic Perspective and an Islamic code of ethics for communicators**, Sulieman Salem Saleh Salem, International Journal of Social Communication, 2018.

xi. **Journalism Ethics and Media Practices,** Shaheer Ahmed, Sabahat Afsheen, Ishtiaq Ahmed, Published in Al-Azva (Lahore), Vol. 34, Issue 52, 2019.

xii. Professional Ethics Codes for Global Media, Sedigheh Babran, Mahboubeh Ataherian, International Journal of Ethics & Society (IJES), Vol. 1, No. 2. 2019.

درج بالا مقالات کے علاوہ موضوع تحقیق کے متعلق کئی کتب ضبط تحریر میں لائی جا چکی ہیں۔ ان میں سے چند ایک کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

i. **اسلام کا قانون صحافت**، ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی شہرہ آفاق تصنیف ۱۹۹۵ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب 274 صفحات، ابتدائیہ، دیباچہ، تاثرات، 13 ابواب اور ضمیمہ جات پر مشتمل ہے۔ درج بالا کتاب نہایت مفصل اور منفرد کاوش ہے۔ اس کتاب میں بین الاقوامی اور اسلامی ضابطہ اخلاق، اصول و ضوابط اور دور جدید کے ذرائع ابلاغ کو تفصیلاً بیان کیا گیا

ہے۔ مصنف نے موجودہ دور کے صحافت و ابلاغ کے ذرائع کو نہایت عالمانہ اسلوب میں پیش کیا ہے اور مجتہدانہ مساعی سے کتاب کی ترتیب وتزئین کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب علمی و تحقیقی منہج کے ساتھ نہایت اہم اور قابل تحسین ہے۔

ii. **تاریخ صحافت**، محمد افتخار کھوکھر کی تصنیف کی پہلی طباعت ۱۹۹۵ء میں مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد سے ہوئی۔ یہ کتاب 228 صفحات اور 8 ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں صحافت کی مختلف جہات، برصغیر میں مطبوعہ صحافت کے ابتدائی دور، مسلم صحافت کے آغاز وارتقاء اور مسلم صحافت کے درخشاں ستاروں کا کردار بیان کیا گیا ہے۔ مزید قیام پاکستان کے بعد صحافت، پاکستان میں آزادئ صحافت، اس کے حدود و قیود اور قوانین بیان کئے گئے ہیں۔ زیر بحث تصنیف میں مصنف نے برصغیر میں مسلم صحافت کو بہت ہی دلچسپ اور عام فہم اسلوب میں بیان کیا ہے۔

iii. **ابلاغیات**، ڈاکٹر محمد شاہد حسین کی اہم تصنیف ۲۰۰۴ء میں ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے شائع کی گئی اس کتاب میں کل 350 صفحات، پیشِ لفظ اور 4 ابواب ہیں۔ اس کتاب میں زبان کا ارتقاء، کاغذ کی ایجاد اور تحریر کی ابتدا کو بیان کرتے ہوئے صحافت کی تعریف و تاریخ کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کا تعارف، آغاز وارتقاء اور خصوصیات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

iv. **میڈیا، اسلام اور ہم**، ڈاکٹر سید محمد انور کی تصنیف کا پہلا ایڈیشن ۲۰۱۶ء کو اسلام آباد سے شائع ہوا۔ اس میں کل 135 صفحات، ابتدائیہ، چار ابواب، اختتامیہ اور کتابیات شامل ہیں۔ اس کتاب میں میڈیا، ابلاغ اور خبر سے متعلق ہر پہلو کو ذکر کرتے ہوئے ان سے متعلق اسلامی خصوصیات و قوانین کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ دور جدید کی انفارمیشن ٹیکنالوجی کی خوبیوں اور خامیوں کو تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ زیر تبصرہ تصنیف میں ہر بات کی قرآن وحدیث کے دلائل سے وضاحت کی گئی ہے۔

v. **میڈیا، اسلام اور دور جدید**، ملک احمد مجتبیٰ مغل کی تصنیف الوقار پبلیکیشنز، لاہور سے ۲۰۱۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ انتہائی مفصل کتاب مقدمہ، چار ابواب (اول: ذرائع ابلاغ (تعارف، ارتقاء، اقسام، نظریات اور ضرورت و اہمیت)، دوم: اقدار اور اسلامی اقدار (تعارف، مفہوم، نظریات و تصورات اور اہمیت)، سوم: اسلامی اقدار کی دعوت و اصلاح اور جدید ذرائع و وسائل کی شرعی حیثیت، چہارم: میڈیا کی اخلاقی حدود اور ضابطے) ضمیمہ جات اور ماخذ و مراجع پر مشتمل ہے۔

vi. **صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار**، کو ام عبد منیب اور مریم خنساء نے تصنیف کیا ہے۔ اس کے کل صفحات 172 اور ناشر: مشربہ علم و حکمت ہے۔ یہ ایک باقاعدہ کتاب نہیں بلکہ وقتاً فوقتاً صحافت سے متعلق تحریر کئے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں ذرائع ابلاغ کے نفسیاتی اثرات، اخبار اور خبر، اخبار کی ترتیب و تزئین، مدیرانِ اخبارات اور اشتہارات، دینی مسائل اور مدیران کی ذمہ داریاں، بچوں کی مقبول عام صحافت کا جائزہ، برصغیر میں خواتین کی صحافت، خواتین کی مقبول عام صحافت کا جائزہ، خواتین کے لیے صحافت، خواتین کے لیے موجودہ اصلاحی جرائد اور حرفِ انتباء شامل ہیں۔

vii. **The Dynamics of Mass Communication. Media in The Digital Age,** Dominick, J.R., Mc. Graw Hill, New York, 2002.

viii. **Mass Communication Law and Ethics,** L. Moore, Lawrence Erlbaum Associate Publishers, United Kingdom, 2004.

ix. **Mass Communication Principles and Context (10th Edition),** Tubbs, Moss, Mc. Graw Hill, New York, 2007.

x. **Understanding Mass Communication (4th Edition),** Defleur & Denniss, National Book Foundation, Islamabad, 2007.

xi. **Media Ethics Beyond Borders: A Global Perspective,** Ward, Stephen J.A, & Wasserman, Herman, Routledge, London, 2008.

xii. **Ethics and the Media: An Introduction,** Ward SJA, Cambridge Unversity Publishers, New York, 2011.

xiii. **The Elements of Journalism: What Newspeople Should Know and Public Should Expect (3rd Edition),** Kovach, Bill and Tom Rosenstiel, Three Rivers Press, New York, 2014.

جواز تحقیق:

انسانی زندگی میں صحافت وابلاغ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم وتدریس، اطلاع و تفریح، حکومت وسیاست، معاشرت ومعیشت، تعمیر وترقی اور تہذیب وتمدن سمیت کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں انسانوں کو صحافت و ابلاغ کے وسائل و ذرائع سے واسطہ نہ پڑتا ہو۔ یہ ایسا میدانِ فکر و عمل ہے جس کے واضح اور براہ راست اثرات انفرادی و اجتماعی زندگیوں، قومی و بین الاقوامی معاملات، اخلاق و کردار کی درستگی اور جذباتی و ذہنی کیفیات پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس مخصوص علمی و عملی پس منظر میں صحافت وابلاغ کے اصول وضوابط سے متعلق مطالعات و تجزیات کی افادیت اس وقت دوچند ہو جاتی ہے جب یہ کسی ایسی ریاست سے متعلق ہوں جس کا ایک مذہبی و نظریاتی پس منظر ہو۔ پاکستان میں صحافت کے اسلامی اصولوں کی تنفیذ و تطبیق ایک اہم آئینی و قانونی، سیاسی وانتظامی اور علمی واخلاقی معاملہ ہے۔ صحافت وابلاغ کے اداروں اور ان کی طرف سے کی گئی قانون سازی کا مطالعہ و جائزہ از خود ایک اہم علمی، تحقیقی اور تنقیدی سرگرمی ہے۔ یہ علمی مشق بڑی افادیت کی حامل ہے کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ پاکستان میں صحافت کے اسلامی اصولوں کا انطباق کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ ایسی مشکلات کی نشاندہی کرنا جو اسلامی اصولوں کے انطباق کی راہ میں رکاوٹ ہوں از خود ایک مشکل مگر مفید عمل ہے۔ نیز پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا طریقہ کار دریافت کرنا ایک بامقصد اور کارآمد ذہنی و علمی سرگرمی ہے۔ مقالہ کی تکمیل سے بہت سے شعبہ جات کو فائدہ ہو گا، طلبہ واساتذہ کو غور و فکر کا نہایت مفید سامان میسر آسکے گا، صحافت سے وابستہ افراد کی اخلاقی و ذہنی تربیت ہو سکے گی، سرکاری اور نجی شعبہ میں اصلاحات کا عمل وقوع پذیر ہو سکے گا، حکومت کے ذمہ داران کو اغلاط و نقائص کی نشاندہی میں آسانی ہو گی نیز پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی تنفیذ کا عمل تیز ہو سکے گا۔

صحافت سے وابستہ ادارے اور افراد ان مشکلات پر قابو پا سکیں گے جو اسلامی تعلیمات کے انطباق کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ اس تحقیق کے نتیجے میں پاکستان میں ایسے لائحہ عمل کو دریافت کیا جاسکے گا جس کی مدد سے صحافت کے شعبہ کو اسلامی اصول وضوابط کے مطابق ڈھالا جاسکے گا۔

بیانِ مسئلہ:

اگرچہ صحافت وابلاغ پر علماء نے متعدد مقالات تحریر کیے ہیں لیکن اس کے باوجود صحافت وابلاغ کے اسلامی اصولوں کی راہ میں حائل مشکلات کے حوالے سے تحقیقی کام موجود نہیں ہے، جن کی روشنی میں ملکی سطح پر لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔ گلوبلائزیشن کے دور میں موجودہ موضوع پر کام کرنے کی جس قدر ضرورت ہے وہ قومی وبین الاقوامی سطح پر مفکرین اور دانشوروں سے مخفی نہیں ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک جامع بحث کی جائے جو پاکستان میں صحافت وابلاغ کے میدان میں درپیش مشکلات کی نشان دہی کرے اور اسلامی اصول وضوابط کی روشنی میں ان مشکلات کے خاتمے کا لائحہ عمل پیش کرے۔

مقاصدِ تحقیق:

1. اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ کا تجزیاتی مطالعہ۔
2. صحافت وابلاغ کے اسلامی اصول وضوابط کے دائرہ کار کا تحقیقی تجزیہ۔
3. پاکستان میں صحافت وابلاغ کے مؤثر انطباق کا جائزہ۔

موضوع تحقیق کے بنیادی سوالات:

1. صحافت وابلاغ کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی جائزہ کس طرح ممکن بنایا جاسکتا ہے؟
2. صحافت وابلاغ کے اسلامی اصول وضوابط کا دائرہ کار کیا ہے؟
3. پاکستان میں صحافت وابلاغ کا انطباق کس طرح مؤثر بنایا جاسکتا ہے؟

تحدیدِ تحقیق:

اس تحقیقی مقالہ برائے بعنوان "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق" میں موجودہ دور میں صحافت وابلاغ کی ضرورت واہمیت، اسلامی اصول وضوابط، پاکستان میں صحافت وابلاغ کے ادارے، ان کے متعلق قوانین اور ان میں اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ، اس عمل میں حائل مشکلات اور ان کے انطباق کا لائحہ عمل

پیش کیا گیا ہے۔

منہج تحقیق:

1. اس تحقیق میں تجزیاتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔
2. اس تحقیق میں انٹرویو کا اسلوب یعنی صحافت و ابلاغ کے ماہرین فن اور اہم ذمہ داران سے انٹرویو کر کے ان کی آرا کو شامل کیا گیا ہے۔
3. اس مقالہ کو اسلوب تحقیق کے مطابق سامنے لانے کے لیے مصادر و مراجع کی طرف رجوع کیا گیا ہے جیسے:
   لسان العرب، المنجد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، ذرائع ابلاغ اور اسلام، فن صحافت اور ابلاغ عام سے استفادہ حاصل کیا گیا ہے۔
4. اس تحقیق میں ڈیجیٹل سورسز سے بھی مدد لی گئی ہے۔ www.KitaboSunnat.com, www.rekhta.org, www.moib.gov.pk

باب اوّل

صحافت و ابلاغ: مفہوم اور ضرورت و اہمیت

فصل اوّل: صحافت و ابلاغ کے مفاہیم اور دائرہ کار

فصل دوم: صحافت و ابلاغ کی ضرورت و اہمیت

باب اوّل

صحافت و ابلاغ: مفہوم اور ضرورت واہمیت

فصل اوّل

صحافت و ابلاغ کے مفاہیم اور دائرہ کار

مبحث اول:

صحافت کا لغوی مفہوم:

صحافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ صحف 'ص۔ح۔ف' ہے۔ چونکہ لفظ صحافت "صحیفہ" سے ماخوذ ہے لہذا لغات میں صحافت کے ضمن میں پہلے صحیفہ یا اس کی جمع صحف کے لغوی معنٰی دیئے جاتے ہیں۔ بعد ازاں صحافت کا مفہوم بیان کیا جاتا ہے:

معجم مقاییس اللغۃ کے مطابق صحف اور صحیفہ کے لغوی معنٰی درج ذیل ہیں:

"صحف: الصادوالحاءوالفاءأصل صحيح يدل على انبساطٍ فى شيءٍ وسعة۔ يقال ان الصحيف:وجه الارض۔

والصحيفة: بشرة وجه الرجل۔ ومن الباب الصحيفة، وحى التى يكتب فيها، والجمع صحائف، والصحف"[1]۔

"ص ح ف کی صحیح اصل کسی شے کی فراخی اور وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ

---

[1] ۔ احمد بن فارس، ابی الحسین، معجم مقاییس اللغۃ (داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعہ الولیٰ، 2001)، ص 563

صحیف زمین کی اوپر کی سطح ہوتی ہے۔'الصحیفہ' انسان کے چہرے کو بھی کہا جاتا ہے۔ صحیفہ سے مراد لکھا ہوا کاغذ ہے اس کی جمع صحف اور صحائف ہیں"۔

القاموس الوحید میں عربی الاصل لفظ "صحافت" دراصل "صحیفہ" سے ماخوذ ہے، صحیفہ واحد اور اس کی جمع "صحف" اور "صحائف" ہیں۔ اس کے معنٰی "القرطاس المکتوب" یعنی لکھا ہوا کاغذ، ورق اور اخبار کے ہیں، "الصحیفۃ الیومیہ" روز نامہ، "الصحافہ "خبر نویسی، جرنلزم اور "الصحافی "اخبار نویس یا جرنلسٹ کے ہیں۔[2]

لسان العرب میں 'الصحف' کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"والمصحف و المصحف الجامع للصحف المکنوبه بین الدفتین کانه اصحف"[3]۔

"'المصحف اور المصحف ' سے مراد وہ کتاب ہے جو دو اوراق کے درمیان تمام صحیفوں (تحریروں) کو جمع کرنے والی ہو گویا اسے جمع کیا گیا ہے"۔

القاموس الجدید میں "صحیفۃ" (جمع: صحف)" کے معنٰی چہرہ اور کاغذ کے ہیں، جیسے:

صحفۃالوجہ: چہرے کی کھال، صحفۃ الخبار: اخبار، کاغذ، صحفۃ اسبوعیۃ: ہفت روزہ، "بلاغ (جمع: بلاغات)": خبر، اطلاع، اعلان، پیغام، فرمان، دھمکی، نوٹس، اخبار نویسی، جرنلزم، صحافی: اخبار نویس، جرنلسٹ، صحف: اخبارات، پریس ہیں[4]۔

قدیم اردو لغت 'فرہنگ آصفیہ' میں: صحیفہ (بروزن وظیفہ) کے معنٰی رسالہ، کتاب، ورق، لکھا ہوا صفحہ، نامہ اور مصحف کے ہیں۔ جبکہ صحائف صحیفہ کی جمع ہے جس کے معنٰی رسالے، کتابیں اور صفحے کے ہیں[5]۔

'فیروز اللغات' میں صفحہ کے معنٰی: کتاب، رسالہ، ورق، لکھا ہوا صفحہ یا چھوٹی کتب (جو بعض پیغمبروں پر نازل ہوئیں)، روزنامچہ، روزنامہ

---

[2]۔ قاسمی، مولانا وحید الزماں، القاموس الوحید (ادارہ اسلامیات، لاہور، جون 2001)، ص 912

[3]۔ ابن منظور، لسان العرب (دار صادر، بیروت)، ص 186 ۔187

[4]۔ مولانا وحید الزماں، القاموس الوحید، ص 10

[5]۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ (اسلامیہ پریس لاہور، جنوری 1898ء)، 3/213۔215

یا روزانہ اخبار کے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ صحف بصورت جمع آٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے، لیکن لفظ صحیفہ یا صحافت بصورت واحد کہیں پر استعمال نہیں ہوا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آیات، لکھے ہوئے پاک اوراق، گزشتہ اوراق، اعمال کے دفاتر اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں کا تذکرہ بیان کیا ہے۔ چند آیات مبارکہ درج ذیل ہیں:

﴿صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى[6]﴾

"یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں"

﴿ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ، فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ[7]﴾

"پاک اوراق پڑھتے ہیں جن میں مستحکم آیتیں لکھی ہوئی ہیں"

﴿ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ[8]﴾

"قابل ادب ورقوں میں (لکھا ہوا)"

﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى[9]﴾

"یہی بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے"

﴿ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ[10]﴾

"اور جب (عملوں کے) دفتر کھولے جائیں گے"

﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً[11]﴾

---

[6]۔ الاعلیٰ:19

[7]۔ البینۃ:2-3

[8]۔ عبس:13

[9]۔ الاعلیٰ:18

[10]۔ التکویر:10

"ان میں سے ہر شخص یہی خواہش رکھتا ہے کہ اس کے پاس کھلے خط یا تحریریں لائی جائیں"

مندرجہ بالا آیات کریمہ میں صحف: الہامی و آسمانی مقدس کتاب، مقدس نوشتے، اوراق، صحف انبیاء اور نامہ اعمال کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

انگریزی میں لفظ صحیفہ کے لیے 'Journal'، صحافی کے لیے 'Journalist' اور صحافت کے لیے 'Journalism' کی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کے لغوی مفہوم انگریزی اور اردو لغات میں درج ذیل ہیں:

فیروز سنز انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری کے مطابق:

'"Journal' کے لیے "یومیہ تختہ" اور 'Journalist' کے لیے "مدیر اور واقع نگار" کے ہیں"[12]۔

قومی اردو انگریزی لغت میں "Journal"، "Journalist" اور "Journalism" کے نہایت وسیع اور جامع مفہوم بیان کیے گئے ہیں:

'"Journal' بطور اسم (Noun) کے معنیٰ: روزنامچہ، روزانہ حساب کتاب کا کھاتا، کچا چٹھا، روز نامہ، روزانہ اخبار، رسالہ یا جریدہ، روزانہ کے راستے اور فاصلے کا رجسٹر، موسمیات کا حساب، جہاز کا روزنامچہ اور روزانہ واقعات کا رجسٹر ہیں۔ 'Journalist' بطور اسم (Noun) کے معنیٰ: صحافی، اخبار نویس، نامہ نگار، صحیفہ نگار اور روز نامچہ نویس کے ہیں۔ 'Journalism' بطور اسم (Noun) کے معنیٰ: اخبار نویسی، صحافت، نامہ نگاری، اخبار کا پیشہ جس میں خبر نگاری، اشاعت، ادارت اور تحریر شامل ہیں، تعلیمی شعبہ جس میں ابلاغ عامہ کی ذمہ داری شامل ہے، وہ انداز تحریر جس میں مثالی انداز کی معروضیت پائی جاتی ہے، لیکن بعض اوقات موجودہ عوامی ذوق کی تسکین ملحوظ ہوتی ہے اور روداد کے ہیں"[13]۔

الغرض صحافت صحیفہ سے ماخوذ ہے جس سے مراد کتاب و رسالہ یا ایسا مطبوعہ مواد ہے جو اپنے مقررہ اوقات پر شائع ہوتا

---

[11]۔ المدثر:52

[12]۔Urdu to English and Urdu Dictionary (Feroz Sons, Lahore), P 454

[13]۔ جالبی، ڈاکٹر جمیل، قومی اردو انگریزی لغت (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)، ص1062

ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ عوام کی اطلاعات و معلومات کو مقررہ وقت پر چھپائی کے مراحل سے گزار کر عوام تک پہنچانا ہو تا ہے۔ صحافت ایک وسیع المعنیٰ اور ایک مختلف المفہوم لفظ ہے یہ اطلاعات کی فراہمی اور ترسیل و اشاعت کا فن ہے۔ موجودہ دور میں صحافت کا فن اخبار اور رسائل تک محدود نہیں بلکہ آج کے تمام الیکٹرانک اور سماجی ذرائع ابلاغ بھی اس میں داخل ہیں۔ ان تمام تحریری، صوتی یا بصری ذرائع کے ذریعے قارئین، سامعین اور ناظرین کو آگاہ رکھنے کا نام صحافت ہے۔ یعنی صحافت لاعلمی سے آگاہی کا نام ہے اور آگاہی کے لیے ضروری ہے کہ معلومات کو دیانت اور بصیرت کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک نہایت صداقت و وضاحت کے ساتھ پہنچایا جائے۔ مختصراً صحافت سے مراد سچائی کو تلاش کر کے جمع، تیاری، تحریر و ترمیم اور تقسیم کرنا ہے۔

صحافت کا اصطلاحی مفہوم:

صحافت کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کے لیے مختلف کتب، لغات سے ماہرین فن اور اہل علم کی بیان کردہ قدیم اور جدید تعریفات و توضیحات درج ذیل ہیں:

معجم الوسیط کے مطابق:

"الصحافة مهنة من يجمع الاخبار والاراء وينشر ها فی صحيفة او مجلة والنسبة اليها صحافی"[14]۔

"صحافت ایک ایسا پیشہ ہے جس میں اخبار و آراء کو جمع کر کے کسی مجلہ یا رسالہ میں شائع کیا جاتا ہے اور اس سے وابستہ لوگ صحافی کہلاتے ہیں"۔

صحافت ایک ایسا پیشہ ہے، جس سے وابستہ افراد صحافی کہلاتے ہیں اور ان کی ذمہ داریوں میں خبروں، تجزیوں، رپورٹوں، تفصیلات اور معلومات کو جمع کرنا اور جمع کر کے باقاعدہ شائع کرانا ہو تا ہے۔ تاکہ معلومات کو عوام تک بر وقت پہنچایا جاسکے۔

---

[14]۔ مجموعہ مؤلفین، مترجمین، ابن سرور محمد اویس عبد النصیر علوی، المعجم الوسیط (مکتبہ زکریا، دیوبند بھارت)، ص58

مولانا امداد صابری[15] صحافت کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"صحافت کا لفظ صحیفہ سے نکلا ہے۔ 'صحیفہ' کے لغوی معنٰی ہیں: کتاب یا رسالہ۔ بہر حال عملاً "صحیفہ" سے مراد ایسا مواد ہے جو مقررہ وقفوں کے بعد شائع ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام اخبار اور رسالے صحیفے ہیں۔ جو لوگ ان کی ترتیب و تحسین اور تحریر سے وابستہ ہیں انہیں صحافی کہا جاتا ہے اور ان کے پیشے کو صحافت کا نام دیا گیا ہے۔ صحافت کا مترادف انگریزی لفظ جرنلزم (Journalism) ہے جو 'جرنل' سے بنایا گیا ہے۔ جرنل کے لغوی معنٰی ہیں روزانہ حساب کا بہی کھاتا یعنی روزنامچہ۔ جرنل کو ترتیب دینے والوں کے لیے جرنلسٹ کا لفظ بنا اور اس پیشے کو جرنلزم کا نام دیا گیا"[16]

ڈاکٹر جاوید حیات اور مولانا سخی داد کے مطابق صحافت کا لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے۔ اور یہ لفظ عربی النسل ہے۔ جس کے معنی کتب اور رسائل کے ہیں[17]۔ نیز صحافت ان طرق پر محیط ہے جن کے ذریعے سے معلومات، خبریں، تعلیقات اور تبصرے لوگوں تک پہنچائے جاسکیں۔

ڈاکٹر سلیم الرحمان ندوی[18] صحافت کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[15]۔ مولانا امداد صابری: صحافت سمیت کئی دینی تاریخی اور ادبی موضوعات پر کتب کے مصنف ہیں جن میں تاریخ صحافت، روح صحافت، اردو کے اخبار نویس تذکرہ شعرائے حجاز، جہاد آزادی کے روشن چراغ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

[16]۔ صابری، مولانا امداد، تاریخ صحافت (انجمن اردو، نئی دہلی، 1974ء)، ص 121

[17]۔ جاوید حیات، مبادیات صحافت (مکتبہ آزاد، انڈیا، 1988ء)، ص 11

[18]۔ ڈاکٹر سلیم الرحمان ندوی: آپ کا تعلق بھوپال کے ایک علمی اور ادبی گھرانے سے ہے۔ آپ نے ریاض سعودی عرب سے ایم اے کی سند حاصل کی اور تاحال جاپان میں دعوت و تبلیغ میں مصروف ہیں۔ 2003ء میں لکھنو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ آپ زکوۃ کمیٹی کے صدر، خطیب، رؤیت ہلال کمیٹی کے چیئرمین، ندویٰ ایجوکیشن جاپان کے صدر اور ندوۃ العلماء لکھنو کی مجلس انتظامیہ کے رکن ہیں۔ (ڈاکٹر سلیم الرحمان ندوی، مترجم مولانا احسن علی خان ندوی، برصغیر میں اسلامی صحافت کی تاریخ اور ارتقاء، اکیڈمی بک سنٹر، کراچی، نومبر 2013ء، ص بیرونی پس

"صحافت ان تمام طریقوں پر محیط ہے جن کے ذریعے معلومات، خبریں، تعلیقات اور تبصرے لوگوں تک پہنچیں"[19]۔

سید عبد السلام زینی[20] صحافت کے دائرہ کار میں وسعت پیدا کرتے ہوئے اس شعبہ میں طباعت کے ساتھ الیکٹرونک یعنی برقی ذرائع ابلاغ کو بھی شامل کرتے ہیں۔ کیونکہ پرنٹ اور الیکٹرونک ذرائع پر مصروف عمل افراد صحافی کہلاتے ہیں اور خبروں، حالات حاضرہ پر تبصرے، انٹرویوز، فیچرز وغیرہ کی ترتیب وتزئین اور نشرواشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں[21]۔

پروفیسر محمد شاہد حسین نے اپنی کتاب میں صحافت کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

"صحافت خبر ہے، اطلاع ہے، جان کاری ہے، صحافت عوام کے بارے میں تخلیق کیا گیا مواد ہے۔ یہ دن بھر کے واقعات کو تحریر میں نکھار کر، آواز میں سجا کر، تصویروں میں سمو کر، انسان کی اس خواہش کی تکمیل کرتی ہے جس کے تحت وہ ہر نئی بات جاننے کے لیے بے چین رہتا ہے"[22]۔

آپ نے صحافت کی تعریف نہایت خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے اس کے دائرہ کار کو بھی وسعت دی ہے۔ اس کو طباعت کے دائرہ سے آگے بڑھا کر سمعی اور بصری ذرائع ابلاغ تک وسیع کر دیا ہے یعنی ایک صحافی افراد / عوام کے باخبر رہنے کی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے پورے دن کے حالات وواقعات کو طباعت، اور سمعی وبصری ذرائع کے ذریعے پورا کرتا ہے۔

ورق)

[19]۔ ندوی، سلیم الرحمان، مترجم مولانا احسن علی خاں ندوی، برصغیر میں اسلامی صحافت کی تعریف اور ارتقاء (اکیڈمی بک سنٹر، کراچی، نومبر 2013ء)، ص9

[20]۔ سید عبد السلام زینی: آپ ایک تجربہ کار صحافی اور مصنف ہیں۔ آپ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی، روزنامہ جاوداں، روزنامہ تعمیر اور ہفت روزہ ایشیا لاہور سمیت مختلف روزناموں اور ہفت روزوں میں بحیثیت مدیر، سینئر سب اڈیٹر اور رپورٹر خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ آپ کئی برس تک ریڈیو پاکستان کے شعبہ خبر سے بھی منسلک رہے۔ (سید عبد السلام زینی، اسلامی صحافت، ص10۔12)

[21]۔ زینی، سید عبد السلام، اسلامی صحافت (ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1988ء)، ص27

[22]۔ حسین، پروفیسر محمد شاہد، ابلاغیات (ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، انڈیا، 2003ء)، ص44

ہمایوں ادیب[23] صحافت کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"صحافت عربی زبان کا لفظ ہے اور صحف سے ماخوذ ہے۔ زمانہ قدیم میں صحف، صحیفہ اور صحائف ایسی اصطلاحات تھیں جو محض مقدس تحریروں کے لیے مخصوص تھیں۔ مقدس کتب یا آسمانی صحائف کے قلمی نسخے تیار کرنے والے خوش نویس صحافی کہلاتے تھے۔ پھر اعلیٰ ادبی، علمی اور فلسفیانہ تحریریں صحائف کے زمرے میں شامل ہونے لگیں"[24]۔

یاسر جواد[25] صحافت کے شعبہ کو مزید وسیع کرتے ہوئے عوام کی دلچسپی کے حامل حقائق کو جمع کرنے، جانچنے اور نشر کرنے کے عمل کو صحافت قرار دیتے ہیں اور موجودہ ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ اس میدان میں بھی ترقی کی منازل طے کرتے ہوئے ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ وغیرہ بھی اس میں شامل ہوتے چلے گئے[26]۔

صحافت کا مفہوم نہایت وسیع و وقیع ہے۔ صحافت ایک ایسا فن ہے جس کا تعلق حالیہ امور، عوامی دلچسپی اور رائے کی ترتیب و تشکیل اور نشر و اشاعت سے ہے۔ صحافت انسانی اقدار کے تحفظ کی ضامن اور مظلوم و مجبور عوام کے شب و روز کے حالات و واقعات اور اطلاعات و معلومات کی عکاس ہوتی ہے۔ نیز ان کے پس منظر میں ابھرنے والے انسانی افکار و نظریات کو اخبارات و رسائل الیکٹرانک میڈیا کو بروئے کار لا کر اپنی انفرادیت و اوصاف کو متعین و محفوظ کر لیتے ہیں۔ صحافت کے ذریعے کسی بھی معاشرے کی عمدہ تربیت، انتظام، امن کا قیام، معاشرتی اقدار کا تحفظ، عوام کے حقوق کا تحفظ اور مختلف رجحانات کی رہنمائی بھی کی جاتی ہے۔

---

[23]۔ ہمایوں ادیب: آپ گیارہ مئی ۱۹۲۶ء کو ہوشیار پور، پنجاب، بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام سید ہمایوں اختر اور قلمی نام ہمایوں ادیب تھا۔ آپ نے کئی کتب تصنیف کیں جن میں صحافت پاکستان میں، فن صحافت، تفتیشی خبر نگاری قابل ذکر ہیں۔ آپ نے 25 دسمبر 2000ء میں راولپنڈی پنجاب میں وفات پائی۔(www.bio-bibliography.com)

[24]۔ ہمایوں ادیب، صحافت پاکستان میں (عزیز پبلشرز، لاہور، 1984ء)، ص10

[25]۔ یاسر جواد: آپ 1971ء میں گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ روزنامہ خبریں، لاہور اور متعدد اخبارات سے وابستہ رہے۔ آپ نے 1990ء میں ترجمہ نگاری کے میدان میں قدم رکھا اور مختلف موضوعات پر سو سے زیادہ اردو کتب کا ترجمہ کر چکے ہیں۔(یاسر جواد، عالمی انسائیکلوپیڈیا، ج ا، ص پس ورق)

[26]۔ یاسر جواد، عالمی انسائیکلوپیڈیا (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، اگست 2009ء)، 2/1330

ابلاغ کا لغوی مفہوم:

ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ بَلَغَ یعنی ب ل غ ہے۔ لفظ "بلغ" (بَلَغَ یَبلُغُ اَلبَلَغُ) فصل ثلاثی مجرد سے ہے جو کہ نَصَرَ یَنصُرُ کے وزن پر آتا ہے۔ اِبلاغ الف بمع کسرہ باب اِفعال کا مصدر ہے اور ثلاثی مزید فیہ سے ہے۔ جیسے اَبلَغَ یُبلِغُ اِبلاغاً سے ہی باب تفعیل کے وزن پر بھی آتا ہے۔ بَلَّغَ یبلِّغُ تَبلیغاً۔ ہر صورت یعنی اِبلاغ، تَبلیغ، اَلبَلاغ، اَلبَلَغ میں معنٰی "پیغام کی ترسیل" کے ہی ہیں۔[27]

"بلغ الشیءُ یَبلُغُ بُلُوغاً و بَلَاغاً:وَصَلَ وانتَھیَ"[28] یعنی کسی بات چیت یا کام کو اس کی انتہا تک پہنچا کر ختم کر دینا۔

معجم مقاییس اللغۃ کے مطابق "بلغ" کے معنٰی درج ذیل ہیں:

"(بلغ) الباء و اللام والغین اصل واحد وھوالوصول الی الشیء- تقول بلغت المکان، اذا وصلت الیه"[29]۔

"ب ل اور غ کا ایک ہی مرجع ہے اور وہ کسی شے کی طرف پہنچنے کو کہتے ہیں۔ تم کہتے ہو میں مکان کو پہنچا جب تم اس تک پہنچتے ہو۔"

القاموس الجدید میں بلغ کے معنٰی پہنچنا، پالینا، جاننا، کسی بات کا علم ہونا۔ بلغ الخبر: اطلاع دینا، خبر بھجوانا۔ ابلاغ: اناؤنس منٹ، نوٹس۔ تبلیغ: آگاہ ہونا، باخبر ہونا۔ بلاغ (جمع: بلاغات): خبر، اطلاع، اعلان، اناونس منٹ، پیغام، فرمان، دھمکی نوٹس۔ بلاغ اخیر اوتھائی: الٹی میٹم۔ بلاغ رسمی: اعلامیہ، پریس نوٹ[30]۔

المفردات فی غریب القرآن میں بلغ کے معنٰی ہیں:

---

[27]۔ اصفہانی، ابی القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن (دار المعرفۃ، بیروت، س ن)، ص60

[28]۔ ابنِ منظور، لسان العرب (دار صادر، بیروت، 1414ھ)، 2 / 144

[29]۔ فارس، ابی الحسین احمد بن، معجم مقاییس اللغۃ (دار الحیاء التراث العربی، بیرت، لبنان، الطبعۃ الاولٰی، ۲۰۰۱ء)، ص137

[30]۔ قاسمی، وحید الزمان، القاموس الجدید (عربی۔ اردو)، ص58

﴿البلوغ والبلاغ الانتها ءُ الی اقصی المقصد﴾[31]

"بلغ کے معنیٰ مقصد اور غرض وغایت کو آخری حد تک پہنچادینا ہے"۔

صاحب المنجد بلغ کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"بلغ عنه الرسالة الی القوم"[32]

"پیغام رسانی کرنا یعنی پیغام یا کسی بھی کام کو انتہا درجہ تک پہنچادینا"۔

بلاغ کے معنیٰ کافی ہو جانا بھی ہیں۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر "بلغ" کا مادہ مختلف آیات میں وارد ہوا ہے۔ جن کے معنی پیغام حق کو واضع، صاف، کھول کر بنی نوع انسان تک پہنچادینا ہے[33]۔

انگریزی میں ابلاغ کے لیے"Communication[34]" کا لفظ استعمال کیا جاتاہے، جو انگریزی لفظ "Communicate" سے ماخوذ ہے۔ انگریزی کا یہ لفظ لاطینی زبان کے لفظ"Communi" یا"Commuini-care" سے اخذ کیا گیاہے۔ جس کے معنیٰ عام کرنا، ارسال کرنا، منتقل کرنا، اشتراک پیدا کرنا اور حصہ دار بننا[35] کے ہیں۔

فیروز سنز انگلش ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری کے مطابق "Communication" کے معنیٰ Act of imparting information، خبر رسانی، اطلاع، مکتوب، مراسلہ، تعلق، رابطہ، میل جول، راستہ اور آمدورفت کے ہیں۔ اسی طرح'Communicative' کے معنیٰ: باتونی، ملن سار، خبر رساں، اطلاع دینے پر آمادہ اور باتیں کرنے میں بے تکلف (شخص)

---

[31]۔ اصفہانی، ابی القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ص61

[32]۔ لوئیس معلوف، المنجد، مترجم،، مولانا عبدالحفیظ بلیاوی (مکتبہ قدوسیہ، لاہور، 2009ء)، ص73

[33] - الانبیاء:106۔ آل عمران:20، المآئدۃ:99، الرعد:13، النحل:35، النحل:85، النور:54، العنکبوت:18، یٰس:17، الشوریٰ:47، التغابن :12، ابراہیم:52، المآئدۃ:67، الاعراف:68، ہود:57

[34]۔BBC English dictionary(Harper Collins publishers, 1995), P 72

[35]۔Encyclopedia Britanica, U.S.A, 1970, V 6/203

کے ہیں، جبکہ 'Communicator' کے معنیٰ: اطلاع کرنے والا، خبر رساں، تار کا پیغام بھیجنے کا آلہ "[36] کے ہیں۔

اردو زبان میں پہنچانا، بھیجنا، پیغام، اطلاع اور خبر[37]، بات، پیغام، خیالات، عقائد یا علوم دوسروں تک بھیجنے کا عمل یعنی تقریر و تحریر اور علامات و اشارات کے ذریعے تبلیغ اور اشاعت کرنا کے ہیں[38]۔

درج بالا معنوی تحقیق کے تناظر میں واضح ہوا کہ ابلاغ سے مراد اپنی بات، پیغامات اور خیالات کو تحریر و تقریر اور علامات و اشارات کے ذریعے دوسروں تک بھیجا یا پہنچایا جائے، یعنی ہر پہنچائی جانے والی بات اور ان سے حاصل ہونے والے مقاصد و اہداف ابلاغ کے زمرے میں آتے ہیں۔ انسان کا اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانا یا بھیجنا 'باہمی رابطہ' بھی کہلا سکتا ہے، اس باہمی رابطے کی تکمیل میں زبان کا کردار نہایت اہم ہے۔ ابلاغ ہر انسان کی انفرادی اور معاشرتی ضرورت ہے۔ یہ عمل ابلاغ زبان، تاثرات، علامات، اشارات وغیرہ کے ذریعے سے زندگی کے وجود کی دلیل ہے۔

ابلاغ کا اصطلاحی مفہوم:

ابلاغ کی لغوی تحقیق کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی بھی رونما ہونے والے واقعہ کو تحقیقی مراحل سے گزار کر سامعین، ناظرین، قارئین اور شاہدین تک پہنچانے کا نام ابلاغ ہے۔ لیکن با مقصد، بامراد اور بمطابق حالات ابلاغ کی وضعی صورت کو سمجھنے کے لیے مختلف ماہرین کی آراء درج ذیل ہیں:

پروفیسر مہدی حسن[39] ابلاغ کی وضاحت بیان کرتے ہیں:

"دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، ان پر اپنا مطلب واضح کرنے اور بات چیت کرنے

---

[36]۔ اردو ٹو انگلش اینڈ اردو ڈکشنری، ص166

[37]۔ قاسمی، وحید الدین، القاموس الجدید، ص179

[38]۔ اردو لغت (ترقی اردو بورڈ، کراچی، 1977ء)، 1/39، فیروز الدین، فیروز اللغات اردو جامع (فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور)، ص53

[39]۔ مہدی حسن ایک مشہور و معروف ماہر ابلاغیات، محقق، استاد اور ابلاغ و صحافت کے مختلف موضوعات پر بے شمار کتب کے مؤلف ہیں۔ آپ کی چند کتب ابلاغ عام، تصویری صحافت، جدید ابلاغ عام، صحافت اور نفسیاتی جنگ قابل ذکر ہیں۔

کے عمل کو ابلاغ کہتے ہیں"[40]۔

ابلاغ اس ہنر یا علم کا نام ہے جس کے ذریعے اپنے جذبات، اطلاعات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچانے، ان پر اپنے مطلب کو واضح کرنے[41]، معلومات لینے دینے اور ان پر تبادلہ کرنے کا نام ہے۔ چنانچہ ابلاغ کے کام کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے تمام ضروریات کی تکمیل کر دی جائے، تاکہ انسان کو کسی اور ذریعے کی حاجت اور ضرورت باقی نہ رہے۔

'اسلام کا معاشرتی نظام' میں ابلاغ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

> "ابلاغ اپنے مفہوم کے لحاظ سے عام ہے اور اس میں دینی یا غیر دینی، اچھی یا بری بات کی کوئی قید نہیں، مطلق پہنچانا ہے۔ کوئی پیغام، کوئی بات اور کوئی خبر بھی "ابلاغ" کا موضوع بن سکتا ہے۔ جب کسی بات، خبر یا پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے تو وہ ابلاغِ عامہ کہلاتا ہے"[42]۔

'ابلاغ عام کے نظریات' میں عمل ابلاغ کے لیے الفاظ کا استعمال ضروری نہیں بلکہ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اپنے انداز میں اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کر سکتے ہیں۔ مثلاً آرٹسٹ اپنے خیالات کے اظہار کے لیے رنگوں، عکاس کیمرہ اور تصاویر جبکہ اداکار اپنی زبان اور چہرے کے تاثرات کا سہارا لے کر ابلاغ کرتے ہیں[43]۔

ڈاکٹر محمد شفیق جالندھری[44] ابلاغ کی تعریف بیان کرتے ہیں:

---

[40]۔ مہدی حسن، ابلاغ عام (مکتبہ کاروان، لاہور، 1974ء)، ص15

[41]۔ سعدی، نفیس الدین، ابلاغِ عامہ اور دورِ جدید (ڈیسنٹ پریس، کراچی، 1986ء)، ص13

[42]۔ علوی، ڈاکٹر، خالد، اسلام کا معاشرتی نظام (الفیصل ناشران، لاہور)، ص398

[43]۔ شمس الدین، ابلاغ عام کے نظریات (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)، ص7

[44]۔ ڈاکٹر محمد شفیق جالندھری ایک مشہور ماہر ابلاغیات، صحافی، مصنف اور مؤلف ہیں۔ آپ نے ۱۹۸۷ء میں "لاہور کے اردو اخبارات کا سیاسی کردار "اگست ۱۹۴۷ تا جولائی ۱۹۷۷ء" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر کر کے جامعہ پنجاب، لاہور سے سند حاصل کی۔ آپ کی اہم تصانیف میں تعلقات عامہ اور ابلاغ عام، صحافت اور صحافی، فیچر نگاری اور کالم نویسی شامل ہیں۔

"ابلاغ کے لغوی معنیٰ پہنچانا، بھیجنا اور پیغام رسانی کے ہیں۔ یعنی ایک انسان کا دوسروں تک اپنی بات یا خیالات پہنچانے کے عمل کا نام ابلاغ ہے۔ ابلاغ معلومات دینے، لینے یا ان کا تبادلہ کرنے کا نام ہے"[45]۔

ڈاکٹر محمد وسیم اکبر شیخ[46] کے مطابق ہمیں اپنی روز مرہ زندگی میں اپنے مافی الضمیر کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے گفتگو کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ جیسے درس و تدریس ہو یا دوستانہ تعلقات، سیاست دان کی تقریر ہو یا عوام کا غم و غصہ، اظہار و خیال اور ہمدردی وغیرہ ابلاغ کی صورتیں ہیں۔ اسی طرح قرآن و حدیث کے مطالعہ سے ابلاغ و تبلیغ سے مراد نیکی، شرافت، خیر و صداقت اور حق کے جذبات کو دوسروں تک پہنچانا ہے۔ عملِ ابلاغ موثر اور مکمل کرنے کے لیے پیغام دینے والا، پیغام، ذریعہ پیغام، پیغام وصول کرنے والا اور پیغام کا در عمل دینے والے کا ہونا ضروری ہے، وگرنہ ابلاغ کا عمل مکمل نہیں ہو پائے گا[47]۔

ابلاغ کی تعریف Introduction to the Mass Communication میں بیان کی گئی ہے:

"Communication is the act of transmitting ideas and attitudes from one person to another[48]".

"ابلاغ" خیالات اور رویوں کو ایک شخص سے دوسرے تک منتقل کرنے کا نام ہے"

آکسفورڈ میں ابلاغ کے معنیٰ ہیں:

"Means and institutions for publishing and broadcasting

---

[45]۔ ملک، لیاقت علی، امور صحافت (جرنلزم)(ڈوگر پبلیشرز، اردو بازار لاہور، 2007۔2008)، ص19

[46]۔ پروفیسر محمد اکبر شیخ: آپ نے 1998ء میں جامعہ پنجاب لاہور سے پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان، "اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ عامہ کا کردار" تحریر کر کے سند حاصل کی۔ گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان میں شعبہ صحافت اور ابلاغیات کے پروفیسر ہیں۔ آپ کی قابل ذکر کتب اسلامی ریاست میں آزادی ذرائع ابلاغ کی حدود، ذرائع ابلاغ اور اسلام، نبی کریم ﷺ بحیثیت ماہر ابلاغ ہیں۔

[47]۔ شیخ، محمد وسیم اکبر، ذرائع ابلاغ اور اسلام، مکہ پبلی کیشنز (اردو بازار لاہور، فروری 2003ء)، ص25

[48]۔Aulte_E-mery, Introduction to the mass communication, (Harper of Row, London, 1979), P 8

information"[49].

"معلومات کو شائع کرنے اور نشر کرنے کے ذرائع اور ادارے ابلاغ کہلاتے ہیں"۔

مندرجہ بالا تعریفات، نظریات، اقتباسات اور افکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابلاغ کی لفظی ہیئت کسی بھی جہت (اشاروں، خاکوں، تصویروں، لفظوں، رویوں، آوازوں، اخبارات، مجلات، آلات، مشینوں) سے ہو لیکن معنیٰ ایک ہی ہیں یعنی اپنی بات، خیالات، تصورات، اطلاعات، پیغامات، جذبات، نظریات، معلومات، تجربات، احساسات کو دسروں تک پہنچانا، پھیلانا اور منتقل کرنا اس قدر مؤثر ہو کہ ہمارا مافی الضمیر دوسروں کو بخوبی سمجھ آجائے، اسی عمل کا نام ابلاغ ہے۔ یہ سلسلہ ابلاغ ازل سے جاری ہے اور ابد تک مختلف صورتوں میں قائم و دائم رہے گا۔ اس کے اہم معانی اور مترادفات میں تحریر و تقریر، نشر و اشاعت، پیغام و تشہیر، خبر رسانی اور مکتوب و مراسلت شامل ہیں۔ جبکہ اسی سے لفظ تبلیغ بھی ہے۔ جس کے معنیٰ کسی فرد کو دین سے متعلق کوئی بھی بات بتانا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ مبلغ دین احکام اللہ کو اس کے بندوں تک اس انداز میں پہنچائے جو طریقہ یا نہج نبی پاک ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ اللہ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچانے کا عمل جس درجہ تعلیمات نبی کے مشابہ ہو گا تبلیغ کا عمل اسی قدر مکمل ہو گا۔

---

[49]۔Oxford English urdu dictionary, Oxford university press, P 99

مبحث دوم

ابلاغ کی اقسام اور اس کے ذرائع:

انسان اپنے آغاز سے ہی اپنی بات، احساسات، جذبات، پیغامات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے مختلف آلات، طرق اور ذرائع کو استعمال کر رہا ہے۔ رابطے کے یہ تمام طریقے "ذرائع ابلاغ" کہلاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ وقت، حالات اور موقع و محل کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن ہم زیادہ تر ابلاغ کی اس عمومی صورت سے آگاہ ہوتے ہیں جو ہمیں اپنے ارد گرد ہر طرف الفاظ اور زبان کی صورت میں نظر آتی ہے۔ ہم اپنی قوت فیصلہ کی مدد سے طباعت یا بصری مواد کا مطالعہ یا مشاہدہ کرتے ہیں۔ قوتِ سماعت کی بدولت سمعی ذرائع سے استفادہ کرتے ہیں۔ کسی شے کو دیکھنا، سننا، چکھنا، چھونا، سونگھنا اور اس سے محسوس ہونے والی اس کی گرمی، سردی، نرمی اور سختی بھی ابلاغ کے مختلف ذرائع ہیں۔ ہم اپنے وقت کا بیشتر حصہ انہی ذرائع ابلاغ میں صرف کرتے ہیں۔

اکیسویں صدی عیسوی میں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح ذرائع ابلاغ کی نت نئی ایجادات نے انسان کو حیرت میں مبتلا کر دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی کئی اقسام ہیں جن کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ مطبوعہ ذرائع ابلاغ (Print Media)

2۔ برقی ذرائع ابلاغ (Electronic Media)

3۔ سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media)

1۔ مطبوعہ ذرائع ابلاغ: (Print Media)

عوام کو باخبر رکھنے والے ذرائع میں مطبوعہ ذرائع ابلاغ کو بنیادی اور قدیم ترین حیثیت حاصل ہے۔ تمام ذرائع جو باقاعدہ چھاپہ خانہ (Printing Press) سے چھپ کر عوام الناس تک پہنچیں مطبوعہ ذرائع کہلاتے ہیں۔ تخلیق بنی نوع آدم سے ہی ابلاغ کا

سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ابتدا میں یہ ذاتی اشارات اور پھر عوامی اشارات کے طور پر وقوع پذیر ہوا، پھر ایک لاکھ سال قبل مسیح ایک غیر ترقی یافتہ زبان Embryonic (Being in an early stage of development) [50] کی شروعات نے عمل ابلاغ کو نسبتاً آسان بناتے ہوئے بات / پیغام کو حاضرین تک پہچانے میں مدد فراہم کی لیکن اسے محفوظ نہیں رکھا جاسکتا تھا، اس ضرورت کے پیشِ نظر تحریر کی ایجاد ہوئی۔ شروع میں تحریری ابلاغ نے تصاویر، پھر لکیروں، پھر علامتی خط اور پھر ان سے حروفِ تہجی کی شکل اختیار کی، بعد ازاں حروف کی آواز متعین کر دی گئی۔ [51]

قلمی خبر کا باقاعدہ آغاز 751 ق م میں Acta Diurna [52] سے ہوا۔ اس دور میں کاغذ کی عدم دستیابی کی وجہ سے پتھروں، چمڑے، ہڈیوں اور درختوں کی چھال پر لکھائی کی جاتی تھی۔ چین نے اس میدان میں ترقی کر کے ریشم کے کپڑوں پر کتب، رسائل اور خبر نامے تحریر کیے لیکن چونکہ ریشم قیمتی اور کمیاب تھا لہذا 105ء میں کاغذ ایجاد کر کے مطبوعہ ابلاغ میں سنگِ میل کی حیثیت اختیار کی۔ اس حقیقت کی طرف Burns نے اس طرح اشارہ کیا ہے:

> "The pulp paper making process developed in China during the early 2nd century CE, possibly as early as the year 105 CE"[53].

آٹھویں صدی عیسوی میں کاغذ کا پہلا کارخانہ سمرقند میں قائم کیا گیا، پھر جرمنی نے 1609ء میں جدید مطبوعہ خبر نامہ (Avisa Relation Oderzeitung) جاری کیا۔ 1620ء میں برطانیہ نے باضابطہ اخبار (Weekly News) جاری کر کے

---

[50] . Bittner, John R, Mass communication- An Introduction (New Jersy, USA, 1986), P1.

[51]۔ قدوائی، شایان، کتاب کی تاریخ (ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، 1980ء)، ص 12

[52]۔Acta Diurna (Latin word, daily acts sometimes translated as daily public records). Acta Diurna were daily roman government gazette. Its contents were partly official (court news, decrees of the Roman emperor, senate and magistrate), partly private (notices of birth, marriages and deaths.) Thus to some extent it filled the place of the modern newspaper.

[53]۔Burns, Robert 1,Paper comes to the west (Berlin), P 413-422

مطبوعہ صحافت کا آغاز کر دیا۔[54] 1641ء میں اخبارات کی آزادی کو قانوناً تسلیم کر کے 1702ء میں لندن کا پہلا روزنامہ (لندن ڈیلی کورانٹ) شائع ہوا[55]، اس کے بعد طبع شدہ صحافت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

مطبوعہ ذرائع ابلاغ کی اقسام درج ذیل ہیں:

اخبار

رسائل ورجرائد

کتب

اخبار:

"اخبار" عربی زبان کا لفظ ہے اس کا واحد "خبر" ہے جس کے معنی نئی بات، نئی اطلاع، تازہ، جدید، نئی چیز کے ہیں۔ انگریزی میں اس کے لیے "نیوز" (News) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جو کہ جمع ہے اور اس کا واحد "نیو" (New) ہے لیکن انگریزی میں جب اس کو اصطلاح کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو یہ مفرد ہو جاتا ہے اور اس کے معنیٰ ایک خبر کے ہوتے ہیں۔ اس مناسبت سے کاغذ یا کاغذ کے مجموعے کو جس پر بہت سی معلومات درج ہوں اردو میں "اخبار" اور انگریزی میں "نیوز پیپر" کہلاتا ہے۔[56]

ڈاکٹر عبد السلام خورشید خبر کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "ایسے واقعات، ایجادات، اختراعات، اسرار و رموز اور خیالات و آراء کی وقتی معلومات ہیں جن کے بارے میں قارئین جاننے، پڑھنے اور گفتگو کرنے کے خواہشمند ہوں"[57]۔

---

[54]۔ صدیقی، محمد عتیق، ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں (انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، 1957ء)، ص20

[55]۔ قادری، سیّد اقبال، رہبر اخبار نویسی (ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، 1989ء)، ص29

[56]۔ ظہور الدین، فنِ صحافت (انٹرنیشنل اردو پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2006ء)، ص13

[57]۔ خورشید، عبد السلام، فن صحافت (مکتبہ کارواں، لاہور، 1979ء)، ص34

محمد اشفاق اس کی وضاحت کرتے ہیں:

"خبروں کے مجموعے کا نام اخبار ہے لیکن دراصل کسی اخبار میں تمام طبع شدہ مواد خبروں پر مشتمل نہیں ہوتا۔ حقیقی خبروں سے مراد وہ اہم اطلاعات ہوتی ہیں جن کے پڑھنے کے لیے روزانہ صبح ایک قاری بے صبری سے اخبار کا انتظار کرتا ہے اور اس کو ان خبروں کے ذریعے چوبیس گھنٹوں میں رونما ہونے والے دنیا کے حالات، حادثات اور واقعات کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اس خبری مواد کا تعلق ملکی و غیر ملکی دونوں سے ہوتا ہے۔ جن سے ہر قاری باخبر رہنے کی خواہش اور دلچسپی رکھتا ہے"[58]۔

اخبارات ہر شعبۂ زندگی سے وابستہ افراد کے لیے دلچسپی کا مواد فراہم کرتے ہیں کیوں کہ اخبار نا صرف خبروں کی طباعت کرتے ہیں بلکہ ان کی تشریح بھی کرتے ہیں۔ ناظرین و قارئین کے ذوقِ جستجو اور اشتیاق نظر کو آسودہ کر دیتے ہیں۔ عام قاری کے ذوقِ قصہ خوانی کی تسکین بھی اخبار ہی سے ممکن ہوتی ہے۔

رسائل و جرائد:

رسائل و جرائد موضوعات کے مطابق مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ مثلاً خبری، ادبی، سیاسی، کاروباری، سائنسی، ڈائجسٹ، خواتین اور بچوں کے رسائل، روزگار سے متعلق جرائد اور اصلاحی یا مذہبی رسائل وغیرہ۔ رسائل و جرائد نا صرف عوام کو خبروں اور حالات سے آگاہی کا فریضہ انجام دیتے ہیں بلکہ تفریح طبع کا باعث بھی بنتے ہیں۔ رسائل و جرائد کی خوبصورتی یہ ہوتی ہے کہ خبروں سے آگاہی کے علاوہ ان پر مکمل ٹھوس شواہد کے ساتھ تفصیلی روشنی بھی ڈالی جاتی ہے۔[59]

محترمہ روشن آرا راؤ تفصیلاً بیان کرتی ہیں:

"مجلاتی صحافت حالات و واقعات اور نظریات کی بنیاد پر زندگی کے مختلف پہلو پیش کرتی ہے۔ سوچ کے خوبصورت دھاروں کو خوبصورت لفظوں میں ڈھال کر مجلات کی زینت بنا دیا

---

[58]۔ خان، اشفاق محمد، عوامی ذرائع ترسیل (ادارہ تصنیف، دہلی، 1982ء)، ص 15

[59]۔ عبدالحئ، انیسویں صدی کی ادبی صحافت (اوراقِ تحقیقی، ش 1، جولائی تا دسمبر 2016ء)، ص 102

جاتا ہے۔ کبھی نثری شہ پاروں کا روپ دھار لیتے ہیں اور کبھی نظم کے پیرائے میں ڈھل کر ماضی، حال اور مستقبل کو سمیٹ لیتے ہیں۔ جریدہ قارئین کی تربیت کے فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ واقعات کے پسِ منظر سے بھی آشنا کرتا ہے۔ تفریح فراہم کرنا بھی اس کے مقاصد میں شامل ہے کیوں کہ ہفت روزہ، پندرہ روزہ یا ماہوار رسالوں کے پاس حالات و واقعات کا تجزیہ کرنے اور ان کے اثرات کو ضبطِ تحریر میں لانے کے لیے وقت بھی ہوتا ہے، پیرایۂ بیان بھی اور اسلوب بھی"[60]۔

رسائل و جرائد مستند، با اثر اور مستعمل ذریعہ ابلاغ ہیں جن کی مدد سے ادب کو مختلف زبانوں میں شائع کیا جاتا رہا ہے اور یہی رسائل و جرائد آج تاریخ انسانی کا حصہ ہیں۔

کتب:

کتب مطبوعہ ابلاغ کا اہم ذریعہ ہیں۔ یہ علم کا منبع اور افکار کا خزانہ ہوتی ہیں۔ کتب ذہن کو تازگی و آبیاری، روح کو بالیدگی اور خیالات کو توانائی بخشنے کا اہم ذریعہ ہوتی ہیں۔ انسانی معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کا اندازہ اس علاقے کے ثقافتی، مذہبی، سائنسی، تعلیمی، رسم ورواج اور طرزِ زندگی کا اندازہ وہاں تخلیق ہونے والے ادب اور کتب سے لگایا جاتا ہے۔ اگرچہ برقی ذرائع ابلاغ مطبوعہ ذرائع ابلاغ کے حریف کے طور پر اُبھرے ہیں، لیکن اس کے باوجود مطبوعہ ذرائع ابلاغ اور خصوصاً کتب کا اثر دیرپا اور مستقل ہوتا ہے۔[61] کتب قاری کے لیے تادمِ حیات آدابِ زندگی، نشیب و فراز، طرزِ ادا، بود و باش اور رہن سہن میں مؤثر رہنما اور رفیق معلم ہوتی ہیں اچھی اور معیاری کتابیں علم و ہنر کا اہم ذریعہ، نئے خیالات سے روشناسی اور دوسروں کے فہم و ادراک کو جاننے، بوجھنے اور سمجھنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

---

[60]۔ راؤ، روشن آرا، مجلاتی صحافت اور ادارتی مسائل (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989ء)، ص 13

[61]۔ شگفتہ یاسمین، اردو کی مجلاتی صحافت اور غیر ملکی ادارے، (عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2014ء)، ص 29

صحافت انسان کو اس کے ماحول اور ارد گرد رونما ہونے والے حالات و واقعات سے آگہی کا ذریعہ ہے۔ مطبوعہ صحافت یعنی اخبارات، رسائل و جرائد اور کتب کی تحریریں نا صرف انسان کی شخصیت سازی کرتی ہیں بلکہ وسعتِ نظری اور دوراندیشی کا ذریعہ بھی بنتی ہیں۔ موجودہ دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی مرہونِ منت پروان چڑھنے والے ذرائع ابلاغ مطبوعہ ابلاغ کی ضرورت اور اہمیت کو کم نہیں کر سکے کیوں کہ پرنٹ میڈیا اپنے قارئین کو ایک صحت مند، ذہنی دباؤ اور انتشار کے بغیر پُر سکون ماحول فراہم کرتا ہے۔

2۔ برقی ذرائع ابلاغ:(Electronic Media)

سادہ اور آسان الفاظ میں برقی ذرائع ابلاغ سے مراد صارف تک معلومات کی رسائی برقی لہروں یعنی الیکٹرانکس یا الیکٹرو مکینکل توانائی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ برقی ذرائع ابلاغ بیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہیں لیکن گزشتہ چند برسوں میں ان ذرائع کی حیران کن ترقی، وسعت اور ہمہ گیری نے دنیا کو "گلوبل ولیج"(Global Village)بنادیا ہے۔ دورِ حاضر میں کسی بھی علاقے کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، مذہبی، اخلاقی بلکہ زندگی کے ہر شعبہ تک رسائی ممکن ہوگئی ہے اور لوگوں میں اسی بنا پر تجسس و تحقیق کا عنصر بھی نمایاں ہے۔

برقی ابلاغ میں درج ذیل ذرائع شامل ہیں:

i. ٹیلی فون
ii. ریڈیو
iii. ٹیلی ویژن
iv. کمپیوٹر اور انٹرنیٹ

i. ٹیلی فون:(Telephone)

انسان ہمیشہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب سے رابطے کا محتاج رہا ہے۔ انسان کی رابطے کی ضرورت اور محتاجی کو 2

جون 1875ء کو الیگزینڈر گراہم بیل نے ٹیلی فون کو ایجاد کر کے پورا کر دیا۔ ٹیلی فون کی اس عظیم ایجاد کے ذریعے دور دراز ایک دوسرے کے ساتھ باہم روابط کا سلسلہ نہایت آسان و سہل ہو گیا۔ ٹیلی فون کے ابتدائی ادوار میں اس کا استعمال بالخصوص دفاعی امور اور بالعموم اہم سیاسی اداروں کے مابین پیغام رسانی کے لیے کیا جاتا رہا[62]۔ لیکن جلد ہی ٹیلی فون کو عمل ابلاغ میں کلیدی حیثیت حاصل ہو گئی۔ مختلف سیاسی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ میں اس کا استعمال ہر گزرتے دور کے ساتھ بڑھتا گیا۔ اس اہم سائنسی ایجاد کی مزید ترقی نے ٹیلی فون کو گھریلو صارفین کے لیے بھی ناگزیر بنا دیا۔

ٹیلی فون کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ فیکس مشین نے کیا۔ مثلاً اہم خط و کتابت اور ضروری معلومات کی تیز رفتار ترسیل تحریری اور اپنی اصل ہیئت میں فیکس مشین کی بدولت ممکن ہو گئی۔ خصوصاً صحافتی امور کی انجام دہی کے لیے دور دراز علاقوں سے ضروری اطلاعات و اشاعت کے لیے ٹیلی فون کی ایجاد نے اہم و بنیادی کردار ادا کیا۔

ii. ریڈیو:(Radio)

ریڈیو کی ایجاد نے ذرائع ابلاغ میں تہلکہ مچا دیا۔ اس کا استعمال نا صرف ترقی یافتہ اقوام میں پروان چڑھا بلکہ ترقی پذیر و پسماندہ ممالک میں بھی اسے بہت پذیرائی ملی۔ اس کی ایجاد نے عوام الناس کو فوری اطلاعات، معلومات اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لیے دن میں متعدد بار مقررہ اوقات میں مخصوص نشریات کا آغاز کیا، جو کہ پرنٹ میڈیا کے ذریعے خاصا مشکل عمل تھا۔ ریڈیو خبر رسانی کا نہایت سستا، مؤثر اور تیز ترین ذریعہ ثابت ہوا۔ یہ ہر جگہ (ممالک اور ان کے شہروں، گاؤں اور دیہاتوں) اور ہر طبقہ (بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں، خواتین و مرد حضرات، تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ) کے لیے اثر انگیز تھا۔ خصوصاً یہ سرکار و عوام کے مابین ہم آہنگی کا اہم ذریعہ ثابت ہوا۔[63]

برصغیر پاک و ہند میں ریڈیو کا آغاز 1936ء میں ہوا۔ انگریز حکومت نے اپنا نقطۂ نظر اور قوانین پر عمل درآمد کرانے

---

[62]۔ کیتھرین بی سٹین، مترجم، مسیح الزمان ٹیلی فون کی کہانی (برقی پریس، دہلی)، ص7۔8

[63]۔ زیدی، علی ناصر، ریڈیو کی کہانی (مکتبہ پیام تعلیم، نئی دہلی، فروری 2011ء)، ص4

کے لیے اس کا مؤثر استعمال کیا۔ ریڈیو جنگِ عظیم دوم اور برصغیر پاک و ہند کے روز بروز اور ہر لمحہ بدلتے ہوئے سیاسی و سماجی حالات کو بروقت عوام الناس تک پہنچانے کا اہم ذریعہ ثابت ہوا۔ قیامِ پاکستان کے وقت ڈھاکہ، لاہور اور پشاور میں ریڈیو سنٹر کام کر رہے تھے۔[64]

ریڈیو نے حقیقی معنوں میں زندگی کے ہر شعبہ میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا اور یہ اس کا سنہری دور تھا۔ ریڈیو نے لوگوں کی اخلاقی تربیت، ذہنی نشوونما اور ملکی ثقافتی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ ریڈیو کے عالمی خبروں اور حالاتِ حاضرہ کے ساتھ ساتھ تعلیمی، معلوماتی، سیاحتی، تفریحی اور کھیلوں کے پروگرام قابلِ ذکر ہیں۔ تاہم ٹیلی ویژن کی ایجاد و مقبولیت ریڈیو کی اہمیت میں کمی کا باعث بنی۔ وہ تمام پروگرام جو پہلے صرف سنے جاتے تھے اب ٹیلی ویژن کی بدولت سننے کے ساتھ ساتھ دیکھے بھی جانے لگے۔ ریڈیو کی گرتی ہوئی مقبولیت کو ایف ایم (FM)[65] چینلز نے سہارا دیا۔ ایف ایم چینلز کی بدولت لوگ بے پناہ مصروفیت کے باوجود حالاتِ حاضرہ اور تفریحی پروگراموں سے افادیت حاصل کر سکتے ہیں۔

iii. ٹیلی ویژن:(Television)

ٹیلی ویژن دو الفاظ "ٹیلی" اور "ویژن" کا مجموعہ ہے۔ لفظ "ٹیلی" (Tele) یونانی لفظ ہے، جس کے معنی "بہت دور سے" کے ہیں، جبکہ "ویژن" (Vision) لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "دیکھنا" یا "دکھائی دینا" کے ہیں۔[66] یعنی بہت دور کی چیز یا شے کو دیکھ لینا۔ ٹیلی ویژن گزشتہ تمام ذرائع کی نسبت زیادہ مؤثر اور ہمہ گیر ذریعۂ ابلاغ کی صورت میں اُجاگر ہوا ہے۔ یہ ابلاغ کا ایک انتہائی قابلِ اعتبار ذریعہ ہے۔

---

[64]۔ زینی، سیّد عبدالسلام، اسلامی صحافت (ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور، 1988ء)، ص 237

[65]۔ FM Frequency Modulation-FM is a method of transmitting radio waves that can be used to broadcast high quality sound.

[66]۔ Derek Bowskill, The how and why, (wonder book of Radio and T.V. Transworld publication, London, 1976),P 4

ٹیلی ویژن ایک بصری ذریعہ ابلاغ ہے، جس میں اپنے ناظرین کو متاثر کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ جب کہ دیگر ذرائع ابلاغ صرف سامعین یا صرف ناظرین کو اپنی طرف راغب کرتے ہیں۔[67] ٹیلی ویژن قطع نظر عمر، رنگ، نسل، مسلک اور مذہب سب کے لیے یکساں دستیاب اور توجہ کا مرکز ہے۔ ٹیلی ویژن پاکستان جیسے ملک جہاں متنوع ثقافتیں، مذاہب اور روایات کے حامل افراد میں عام فہم و فراست پیدا کرنے اور انھیں قریب لانے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ اس سے دور دراز علاقوں، دیہی امور میں دیہاتیوں کو تعلیم دلانے اور انھیں دنیا میں وسیع النظر بنانے کے ساتھ ساتھ ترقی کے کام میں شریک کرنے کے امکانات بھی کھل جاتے ہیں۔[68]

ٹیلی ویژن کو کسی قوم کی شخصیت کا آئینہ دار سمجھا جاتا ہے، یہ ماضی کو یاد کر سکتا ہے، حال پر غور کر سکتا ہے اور معاشرے کے مستقبل میں جھانک سکتا ہے۔ پاکستان میں ٹیلی ویژن نے آج نئی جہتیں، زیادہ مقبولیت اور بہت وسیع رسائی حاصل کر لی ہے۔ ٹیلی ویژن کی متحرک تصاویر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ توجہ کا مطالبہ کرتے ہوئے آخر کار ان کے افکار، نظریات اور طرزِ عمل کو متاثر کرتی ہیں۔

iv. کمپیوٹر اور انٹرنیٹ:(Computer and Internet)

کمپیوٹر زندگی کے تمام شعبوں میں بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ بیسویں صدی کے وسط تک کمپیوٹر صرف حکومت اور فوج کے زیرِ استعمال تھا لیکن ٹیکنالوجی میں تیزی سے تبدیلی کی بدولت اس کا استعمال زندگی کے تمام شعبوں میں ناگزیر ہو گیا۔ کمپیوٹر کی ترقی سے مختلف کاموں کی ادائیگی کی رفتار اور بیش قیمت معلومات تک رسائی پلک جھپکتے میں دستیاب ہوتی ہے۔ یہ زندگی کی اہم ضرورت بن گئے ہیں۔ یہ کسی بھی تنظیم کے انتظام کو سنبھالنے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کا استعمال تمام حکومتی محکموں،

---

[67]۔ انجم عثمانی، ٹیلی ویژن نشریات (مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، 1994ء)، ص19

[68]۔ تاج، محمد امتیاز علی، الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو، ٹیلی ویژن (حیدرآباد، انڈیا، 2005ء)، ص150۔151

کاروباری اداروں، بینکوں، صنعتوں، تعلیمی، طبی، انتظامی اور تفریحی شعبوں تک پھیل گیا ہے۔[69]

کمپیوٹر ابلاغ کی دوسری ہارڈویئر ٹیکنالوجی کے ساتھ منسلک ہو کر ناقابلِ یقین کردار ادا کر رہا ہے مثلاً کسی ایک محکمے کے مختلف شعبوں کو آپس میں منسلک کرنے، معلومات کی بروقت ترسیل اور اربابِ اختیار کو فیصلہ سازی کرنے میں اہم مدد فراہم کرتا ہے۔ کمپیوٹر کی بدولت تمام شعبہ ہائے زندگی محدود افرادی قوت کے ساتھ کئی ہزار گنا زیادہ کام، کم وقت، مستعدی، ذہنی اور جسمانی تھکاوٹ کے بغیر سرانجام دے رہے ہیں۔

انٹرنیٹ نے کمپیوٹر اور ابلاغ کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ بیک وقت عالمی سطح پر نشریاتی صلاحیت، معلومات کو پھیلانے، افراد اور ان کے مابین باہمی تعاون اور بات چیت کا اہم ذریعہ ہے۔ جو جغرافیائی محلِ وقوع سے بالاتر سرمایہ کاری اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں تحقیقی سرگرمیوں کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

انٹرنیٹ ایک نہایت مؤثر صلاحیت کا ذریعہ ہے جس کا استعمال کسی بھی مقصد کے حصول کے لیے کیا جا سکتا ہے۔ ہر عام و خاص کی انٹرنیٹ تک رسائی کی بدولت سوشل میڈیا، الیکٹرانک میل، چیٹ رومز، نیوز گروپ، آڈیو اور ویڈیو ٹرانسمیشن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں یہ لوگوں کو عالمی سطح پر باہمی تعاون کے ساتھ کام کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ یہ ورلڈ وائڈ ویب (www) سمیت بہت سی ایپلی کیشنز (Applications) کے ذریعے ڈیجیٹل (Digital) معلومات تک رسائی فراہم کرتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف مضامین اور موضوعات پر بحث اور انفرادی نقطۂ نظر کے توسط سے ذہن سازی اور ہم خیال بنانے میں مدد لی جاتی ہے[70]۔

جدید دورِ ابلاغ سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت آج اوجِ کمال کو پہنچ چکا ہے۔ دنیاوی فاصلے سمٹ کر دوریاں ختم ہو گئی ہیں اور اقوامِ عالم ایک دوسرے کے قریب آ گئی ہیں۔ ابلاغ نے ہر فرد کو بالواسطہ یا بلاواسطہ متاثر کیا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے برق

---

[69]۔ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال، مباحثہ فقیہہ جمعیۃ علماء ہند (البلاغ، جامعہ دار العلوم، کراچی، ج 41، ش 1، فروری 2006ء)، ص50

[70]۔ چوہان، محمد فاروق، مغربی میڈیا اور اُمت مسلمہ (ترجمان القرآن، ج137، عدد 7، جولائی 2010ء)، ص67

رفتار دور میں الیکٹرانک میڈیا یعنی ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کی سرعت رفتاری مسلم ہے۔ اس کا اندازہ ان ذرائع کے روز بروز بڑھتے ہوئے صارفین کی تعداد سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

3۔ سماجی ذرائع ابلاغ:(Social Media)

موجودہ برق رفتار ٹیکنالوجی کے دور نے کمپیوٹر کو مختصر کرتے ہوئے لیپ ٹاپ(Laptop)، ٹیبلٹ(Tablet)اور سمارٹ فونز(Smart Phones) میں تبدیل کر دیا ہے۔ مگر در حقیقت ان کی سحر انگیزیاں انٹرنیٹ پر منحصر ہیں۔ انٹرنیٹ کے بغیر یہ تمام ذرائع محض پلاسٹک یا دھات کے ڈبے ہیں۔ سماجی ابلاغ یا سوشل میڈیا بھی انٹرنیٹ کی مرہونِ منت ہیں۔ سوشل میڈیا، انٹرنیٹ بلاگز(Internet Blogs)، پیغام رسانی کے سمارٹ فون ایپس(Apps)، سماجی روابط کی ویب سائٹس(websites)، ای میل (Electronic mail) اور ایس ایم ایس (Short Message Service) پر مشتمل ہے۔ ان ذرائع کے ذریعے متنی (Textual)، تصویری (Pictorial)، سمعی (Audio) اور بصری (visual) مواد کی بارگزاری (Uploading)، ارسال (posting)اور اشتراک(sharing) ممکن ہو گیا ہے[71]۔

چنانچہ اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے سماجی روابط کے ذرائع بے حد معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ پاکستان میں اس وقت لاتعداد سائٹس اور ایپس موجود ہیں جن کی مدد سے سماجی ابلاغ کا حصول ممکن ہے۔ تاہم چند مشہور و معروف اور زیادہ استعمال ہونے والے ذرائع درج ذیل ہیں:

i. فیس بک
ii. سنیپ چیٹ
iii. ٹوئیٹر
iv. انسٹاگرام

---

[71]۔ شاہد اقبال، سوشل میڈیا: صحافت کی نئی معراج، کتاب اکیسویں صدی میں اردو صحافت (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2016ء)، ص278

v. وٹس ایپ

vi. یوٹیوب

i. فیس بک:

سماجی رابطے کے حوالے سے فیس بک سرِ فہرست ہے۔ فیس بک کا استعمال نہایت آسان اور ہر ایک کی دسترس میں ہونے کی وجہ سے اس کے صارفین میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اس کا مقصد کسی فرد کو اس کے دوست احباب سے رابطے میں مدد دینا اور مختلف چیزوں یا رونما ہونے والے واقعات سے آگاہی فراہم کرنا ہے۔ اس میں کسی بھی فرد کے دوست احباب کا حلقہ بہت وسیع ہوتا ہے۔ فیس بک کے صارفین کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ ایک جال نما شکل میں ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ایک فرد بیک وقت کئی لوگوں کے ساتھ رابطے میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کسی بھی عمل یا واقعہ کی خبر دنیا کے مختلف حصوں میں موجود لوگوں تک بآسانی پہنچ جاتی ہے۔ اس کے ذریعے کاروبار اور اشتہارات وغیرہ کی تشہیر بھی آسان اور جلد ممکن ہوگئی ہے۔[72] فیس بک ٹیکسٹ میسجز (Text Messages)، تصاویر (Pictures)، وڈیوز (Videos)، اسٹیٹس پوسٹس (Status Posts)، آڈیو چیٹ (Audio Chat)، وڈیو چیٹ (Video Chat)، اور دیگر دلچسپ مواد، اطلاعات اور معلومات پر مشتمل ذریعہ ابلاغ ہے[73]۔

یہ دوستوں کی فہرست برقرار رکھنے اور رازداری کو ترجیحات برقرار رکھنے کی اجازت دیتا ہے۔ فیس بک کے بے شمار فوائد کے ساتھ ساتھ بدقسمتی سے چند نقصان دہ پہلو بھی ہیں۔ مثلاً یہ اپنے صارفین کو بیماری کی حد تک اپنا عادی بنالیتا ہے۔ اس کا استعمال قیمتی وقت کا ضیاع ہے کیوں کہ اس میں عملاً کوئی مفید اور کار آمد کام سرانجام نہیں دیا جارہا ہوتا۔ فیس بک کے صارفین کی کثیر تعداد کی وجہ سے مختلف نوعیت کے سوفٹ ویر وائرسز کا خدشہ ہمہ وقت رہتا ہے۔ جن کی مدد سے کسی بھی فرد کی نجی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ نجی معلومات کی چوری کی صورت میں چور (Hackers) آن لائن اکاؤنٹس تک رسائی حاصل کر کے، جان اور شہرت کو

---

[72]۔ سہیل انجم، احوال صحافت (انجمن ترقی اردو، دہلی، 2012ء)، ص219 - 220

[73]۔ فاضل حسین پرویز، اردو میڈیا کل، آج، کل (ہدیٰ پبلی کیشنز، حیدر آباد، اکتوبر 2015ء)، ص364 - 367

نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ فیس بک کا غیر محفوظ استعمال خاندانی رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کا باعث بھی بنتا ہے۔ اس پر دی جانے والی معلومات حتمی نہیں ہوتیں بلکہ یہ اکثر افواہ سازی کا باعث بنتی ہیں۔ لہذا ان پر عملدر آمد کرنے سے پہلے تصدیق کر لینا ضروری ہوتا ہے۔[74]

ii. سنیپ چیٹ: (Snap Chat)

سنیپ چیٹ سماجی رابطوں کا ایک اہم ذریعہ ابلاغ ہے۔ یہ 8 جولائی 2011ء میں منظرِ عام پر آیا۔ اس میں رابطہ پیغام (Message) اور تصویری پیغام ہوتا ہے۔ اس کو صرف موبائل فونز میں ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ یہ دیگر سماجی روابط کے ذرائع سے قدرے مختلف ہے۔ اس میں ایک لمبی کہانی کو تصویروں کی صورت میں مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے استعمال کنندگان میں کثیر تعداد نوجوانوں کی ہے۔ صارفین دس سیکنڈ لمبی وڈیوز بھیج کر بات کر سکتے ہیں اور وصول کنندہ کے دیکھنے کے چند سیکنڈ کے بعد یہ پیغام غائب ہو جاتے ہیں۔

انٹرنیٹ پر تصاویر (Snap Chat) شیئر کرنے کا عمومی اصول ہے کہ تصاویر حذف (Delete) کرنے کے باوجود ویب (web) پر ہمیشہ موجود و محفوظ رہتی ہیں۔ جن کو مختلف راستوں کی مدد سے دیکھا اور محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ ابلاغ کے اس ذریعہ پر صارفین کی تصاویر کو محفوظ کرنے کے لیے اس کو مطلع کیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود تصاویر محفوظ نہیں ہوتیں۔[75]

iii. ٹوئیٹر: (Twitter)

ٹویٹر کی مدد سے مختصر پیغامات (ٹویٹ) کی مدد سے سماج میں ابلاغ ممکن ہوتا ہے۔ اس ایپ (App) کا آغاز 2006ء میں کیا گیا۔ لوگوں کی تازہ ترین خبریں، تصاویر، ویڈیوز اور ٹویٹس سے اس کے صارفین میں حقیقت پسندی، بصیرت انگیزی اور جستجو جیسے

---

[74]۔ سلفی، مقبول احمد شیخ، مضامین و مقالات مقبول (اسلامک دعوۃ سنٹر، شمالی طائف)، ص 1262 - 1263

[75]۔ فاضل حسین پرویز، اردو میڈیا کل، آج، کل، ص 368 - 371

جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔[76]

ٹوئیٹر کاروباری سرگرمیوں میں نا صرف صارفین کے ساتھ بلکہ خریداروں، شراکت داروں اور ملازمین کے مابین دوطرفہ رابطے مہیا کرتا ہے۔ بآسانی ہر فرد کی دسترس میں ہونے کی وجہ سے کاروباری اپنے صارفین کی پسند و ناپسند، نظریات، عادات، مصنوعات اور خدمات کے بارے میں تازہ ترین اطلاعات کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

ٹویٹر پیغامات لکھنے میں تیز، پڑھنے میں آسان اور ہر جگہ سے قابلِ رسائی ہوتے ہیں یہ کاروباری اداروں کو اپنے صارفین کے ساتھ ایک نہایت پُر اعتماد بات چیت کرنے کا مؤثر اور بروقت موقع فراہم کرتا ہے۔

iv. انسٹاگرام: (Instagram)

سماجی رابطے کے عروج کے دور میں انسٹاگرام 6 اکتوبر 2010ء میں متعارف کرائی گئی۔ یہ ایک آن لائن، مفت فوٹو شیئرنگ ایپ ہے۔ جس میں صارفین کو اپنی روزمرہ زندگی سے تصاویر اور مختصر ویڈیوز کو شیئر کرنے، مضمون (Caption) شامل کرنے، فلٹر (Filter) میں ترمیم کرنے، ترتیبات کو موافقت دینے، دوسروں کے ساتھ مصروف ہونے، چیزوں کو دریافت کرنے اور بہت کچھ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اس میں صحت، خوبصورتی، فیشن، سیاحت اور کھانا زیادہ مشہور اور اہم عنوانات ہیں جن پر تبصرے یا پسندیدگی کے ذریعے مشغول رہتے ہیں۔ انسٹاگرام نہ صرف عام افراد بلکہ کاروباری افراد کے لیے بھی ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ایپ کے مختلف کمپنیاں اور افراد اپنی مصنوعات اور کاروبار کو فروغ دیتے ہیں۔

v. وٹس ایپ: (WhatsApp)

وٹس ایپ صرف موبائل فونز ایپ (App) کے ذریعے پیغام رسانی کرتی ہے۔ اس سے صارفین کو متنی پیغامات (Text Messages)، صوتی پیغامات (Voice Messages)، صوتی اور ویڈیو کالز (Calls)، تصاویر اور ویڈیوز، دستاویزات، گوگل

---

[76]۔ سہیل انجم، احوال صحافت، ص237 - 239

لوکیشن اور ابلاغ کے ذرائع پر شیئر کرنے کی سہولت ملتی ہے۔[77] وٹس ایپ سروس اب فیس بک کی ملکیت ہے۔ سال 2020ء تک چند ممالک کے علاوہ پوری دنیا میں تقریباً دو ارب سے زائد اس کے صارفین ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی پیغامات کی ایپ (Messaging App) ہے۔[78]

vi. یوٹیوب: (You Tube)

یوٹیوب ایک امریکی آن لائن ویڈیو شیئرنگ ذریعہ ہے جو گوگل کی ایک ذیلی کمپنی کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ صارفین کو ویڈیو اَپ لوڈ (upload) کرنے، دیکھنے، ریٹ، شیئر، پلے لِسٹ میں شامل کرنے، رپورٹ کرنے، تبصرہ کرنے اور دوسرے صارفین کو سبسکرائب کرنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ دستیاب مواد میں ویڈیو کلپس (Video Clips)، ٹیلی ویژن شوز کلپس، دستاویزی فلمیں، تعلیمی ویڈیوز اور انٹرویوز وغیرہ شامل ہیں۔ غیر رجسٹرڈ صارفین صرف ویڈیو دیکھ سکتے ہیں لیکن اپ لوڈ نہیں کر سکتے۔ جب کہ رجسٹرڈ صارفین لامحدود ویڈیوز اپ لوڈ کر سکتے ہیں۔

اکیسویں صدی کو ہم طلسماتی دور یا ذرائع ابلاغ کے انقلاب کی صدی سے منسوب کریں تو یہ بے جا نہ ہو گا۔ سماجی رابطے کے ذرائع کی بدولت دنیا سمٹ کر ایک گلوبل ولیج کی شکل اختیار کر گئی ہے اور ان ذرائع کو استعمال کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی مختلف سمعی و بصری اقسام نے انسان کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس کی زندگی شب و روز، دن رات اور بیداری سے آغوشِ نیند میں جانے تک ذرائع ابلاغ کے ساتھ ربط میں رہتا ہے۔ سوشل میڈیا کے ذرائع کی افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، مگر یہ ایک غیر محسوس طریقے سے دنیا کو اپنے سَحر میں جکڑ رہے ہیں۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال کی صورت میں معلومات کی آسان اور جلد فراہمی، تحقیق، اظہار رائے اور باہمی سماجی روابط نے زندگی کو نہایت سہل بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس ان ذرائع کے بیجا اور غیر محفوظ استعمال نے انسانی زندگی پر منفی اثرات نقش کیے ہیں۔ مثلاً دھوکہ دہی، غلط

---

[77] ۔ فاضل حسین پرویز، اردو میڈیا کل، آج، کل، ص 382

[78] ۔ سلفی، مقبول احمد شیخ، مضامین و مقالات مقبول، ص 125 - 122

بیانی، سائبر کرائم، جسمانی اور نفسیاتی بیماریاں وغیرہ۔ مقالہ کا یہ حصہ اپنی تحقیق کے لحاظ سے منفرد ہے، کیونکہ جدید نقطہ نظر سے ابلاغ کے ذرائع بدل چکے ہیں، لہذا اس بحث کو شامل کر کے جدید بر قیاتی ذرائع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فصل دوم

صحافت وابلاغ کی ضرورت واہمیت

انسان اپنی حیات آفرینش سے ہی متجسس ہے۔ یہ اپنے ارد گرد رونما ہونے والے حالات وواقعات اور اطلاعات ومعلومات سے آگاہ وباخبر رہنے کی کوشش وجدوجہد کرتا رہا ہے۔ ابتدائی ازمنہ میں حکمران اپنی رعایا سے رابطہ میں رہنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتے رہے ہیں۔ ان میں دنیا کی کسی بھی قوم، ملک یا سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریک کو اپنا نقطۂ نظر عوام تک پہنچانے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ وہ لوگوں کو اپنے مؤقف سے آگاہ کر کے اپنا ہم خیال وہم نوا بنا سکیں اور ان سے اخلاقی، معاشی اور معاشرتی مدد حاصل کر کے اپنے مقاصد کے حصول کو ممکن بنا سکیں۔

مفتی ابولبابہ شاہ منصور ابلاغ کی ضرورت واہمیت کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> "ازل سے انسان دوسروں کے حالات جاننے کا خواہش مند رہا ہے، اس کی یہ خواہش مختلف انداز میں پوری ہوتی رہی۔ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا گیا، انسان پہلے کی نسبت زیادہ باخبر رہنے لگا۔ قدیم زمانے میں بادشاہ وقائع نگار اور روزنامہ نویس مقرر کرتے تھے جو ان کو اپنے اپنے علاقے کی خبریں لکھ بھیجتے، اس طرح بادشاہ اپنی پوری ریاست کے بارے میں باخبر رہتے"[79]۔

انسان اپنی ابتدا سے ہی ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ رہنے کے لیے مختلف طریقوں پر انحصار کرتا آرہا ہے۔ ابلاغ کے ذرائع مختلف ادوار اور مختلف ثقافتوں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں بادشاہ اپنی ریاستوں میں روزمرہ رونما ہونے والے معاملات وواقعات سے باخبر رہنے کے لیے مختلف طرق استعمال کرتے رہے ہیں۔ مثلاً

---

[79]۔ ابولبابہ، شاہ منصور، تحریر کیسے لکھیں؟ (السعید پبلیشرز، کراچی، 2011ء)، ص489

i. بادشاہوں کے پاس درباری اہلکاروں کی کثیر تعداد موجود ہوتی تھی، جو بادشاہ کو اہم واقعات، انتظامی معاملات اور مملکت کی عمومی حالت کے بارے میں مقامی حکام اور دیگر مقامی اہلکاروں سے جمع شدہ معلومات فراہم کرتے تھے۔

ii. بادشاہوں نے مختلف علاقوں میں نظم و نسق چلانے کے لیے منتظمین مقرر کیے ہوتے تھے، جو اپنے اپنے علاقوں میں کسی بھی اہم پیش رفت، مسائل یا خدشات کو اجاگر کرتے ہوئے بادشاہ کو باقاعدگی سے مطلع کرتے رہتے تھے۔

iii. بادشاہ اکثر جاسوس اور مخبروں کو سلطنت کے اندر ہونے والی سازشوں، ممکنہ خطرات اور عوامی جذبات جیسے اہم امور کی خبروں کے لیے متعین کر دیتے تھے۔

iv. بادشاہ براہ راست رعایا، رئیسوں اور درباریوں سے بات چیت کر کے عوام کی شکایات، خبروں اور مشوروں سے آگاہ ہوتے تھے۔

v. بادشاہوں کو اپنے مقامی حکام، پڑوسی حکمرانوں اور سفارتی اہلکاروں کے خطوط اور پیغامات کے ذریعے سیاسی پیش رفت، تجارتی معاملات اور دیگر معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔

الغرض درج بالا چند نکات اور دیگر کئی طرق کی کارکردگی ریاست کے سائز، تنظیم اور اس وقت کے دستیاب مواصلاتی ڈھانچے کے لحاظ سے مختلف ہوتی تھی۔ معاشرتی ارتقاء کے ساتھ ذرائع ابلاغ جیسے تحریری نظام، پیغام رسانی اور نقل و حمل میں پیشرفت نے معلومات کی ترسیل کو سہل بنا دیا جس سے بادشاہوں کو اپنی ریاستوں اور رعایا کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کرنے میں آسانی پیدا ہو جاتی تھی۔

ابلاغ کی اہمیت کے بارے میں پروفیسر ڈاکٹر مغیث الدین لکھتے ہیں:

"گردو پیش کے حالات سے باخبر رہنا ہر دور کے انسان کی ضرورت رہی ہے۔ انسان نے

تہذیب کے آغاز سے ہی پیغام رسائی (ابلاغ) کا عمل سیکھ لیا تھا۔ ہر دور میں پیغام رسانی کے ذرائع مختلف رہے ہیں۔ دوسروں تک پیغام یا اپنے جذبات پہنچانے کے عمل کا آغاز توغاروں میں مصوری سے ہو گیا تھا، لیکن پیغام کو اس وقت پر لگے جب ۱۸۹۵ء میں تار کے بغیر پہلا پیغام فضا میں بھیجا اور وصول کیا گیا"[80]۔

امجد جاوید[81] انسان کے لیے ابلاغ کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"اظہار و ابلاغ انسان کی سب سے بڑی ضرورت تھی، ہے اور رہے گی۔ انسان نے بات چیت کی ابتدا کی، یہ انسان کی بڑی کامیابی تھی۔ حالانکہ وہ انہیں تحریر بھی کرنے لگا۔ انسان نے مختلف خطوں اور ماحول میں رہائش اختیار کی، اسی اختلاف سے مختلف زبانیں وجود میں آئیں۔ ان مختلف زبانوں کے ساتھ حکمت و دانائی، علم و دانش اور تجربات بھی بڑھتے چلے گئے، جسے انسان نے ایک دوسرے سے شیئر کیا"[82]۔

ذرائع ابلاغ نے انسان کی زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا ہے۔ یہ اس قدر اہمیت اختیار کر چکے ہیں کہ یہ ہمارے معاشرے کا ترجمان کہلانے لگے ہیں۔ ان کے بغیر ہماری زندگیاں بے رونق، بے کیف اور بے علم رہ جاتی ہیں۔ مہدی حسن اس کیفیت کو بیان کرتے ہیں:

"موجودہ دور میں ابلاغ عام کی اہمیت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر ہم ابلاغ عام کے تمام ذریعوں کو اپنی زندگی سے خارج کر دیں تو زندگی آج سے کئی سو سال پیچھے چلی جائے گی، بغیر

---

[80]۔ ارشد علی، ریڈیو جرنلزم (ایور نیو بک پیلس اردو بازار، لاہور)، ص7

[81]۔ امجد جاوید: رانا ٹاؤن، حاصل پور (پنجاب) سے تعلق رکھتے ہیں۔ 1988ء سے ابلاغ و صحافت سے وابستہ ہیں۔ 1992ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ابلاغیات کی تعلیم حاصل کی (امجد جاوید، لکھاری کیسے بنتا ہے؟ (علم و عرفان پبلیشرز، لاہور)، ص13

[82]۔ امجد جاوید، لکھاری کیسے بنتا ہے؟ (علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، اگست 2007ء)، ص18

اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، ٹیلی فون اور کتاب کے ہم باقی دنیا سے بالکل کٹ کر رہ جائیں گے اور ہمارا تمام علم اپنی ذات اور بہت قریبی افراد کے حلقے تک محدود ہو جائے گا"[83]۔

دور حاضر کی ترقی موجودہ ابلاغ کے ذرائع کی ہی مرہون منت ہے، کیونکہ اگر ہم اپنی زندگیوں سے ابلاغ کے جدید ذرائع کو نکال دیں تو ہم پوری دنیا سے کٹ کر رہ جائیں گے اور نظام زندگی درہم برہم ہو جائے گا۔ آج جدید ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے روگردانی کسی صورت ممکن نہیں۔

دور جدید میں دیگر شعبوں کی طرح حکومت اور سیاست بھی انہی ذرائع ابلاغ کی مرہون منت ہے کیونکہ یہ ذرائع ابلاغ ہی مضبوط ذریعہ ہیں جن کی وجہ سے حکومتی نظریات، پالیسیاں اور احکامات کی ترویج اور نشر واشاعت ممکن ہوتی ہے اور حکومتی نقطۂ نظر عوام تک پہنچتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کی مہم جوئی (کوریج) کی بدولت ہی حکومتی ترقیاتی منصوبے اور سماجی فلاح و بہبود کے پروگرام عملی صورت اختیار کرتے ہیں، جس سے ملک کی معاشی ترقی میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

کسی بھی ملک کے استحکام اور معاشی شیرازہ بندی کے لیے موثر ابلاغ کی موجودگی از حد ضروری ہوتی ہے۔ ابلاغ عامہ کے ذرائع قومی مقاصد اور ضروریات کے مطابق ظہور پذیر ہو کر موثر اور فعال کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً پرنٹ اور الیکٹرنک میڈیا معلومات کی فراہمی اور راہنمائی کرتے ہیں۔ بلکہ یہ عوام کے نگران اور ان کے حقوق کے محافظ اور امین بھی ہوتے ہیں۔ یہ ذرائع ابلاغ عوام کے ذہنوں پر محسوس اور غیر محسوس طریقوں سے اثر انداز ہو رہے ہوتے ہیں[84]۔

شاہد محمود ڈوگر[85] انسانی معاشرے کی بقا اور ترقی کے لیے موثر نظام ابلاغ کو ضروری اور جزو لازم قرار دیتے ہیں۔ ابلاغ کے بغیر کسی انسانی معاشرے کا تصور ممکن نہیں۔ حیوانات کے درمیان بھی یہ سلسلہ کسی صورت موجود ہے۔ اگرچہ قدرت نے انہیں

---

[83]۔ مہدی حسن، ابلاغ عام، ص88

[84]۔ محمد شمس الدین، ابلاغ عام کے نظریات، ص46

[85]۔ شاہد محمود ڈوگر: آپ (ایم۔اے، ایم۔بی۔اے (برطانیہ)، ای۔ایل۔ٹی، سی، آئی۔ٹی) ڈوگر پبلیشرز اور ڈوگر یونیک بکس اردو بازار لاہور کے چیف ایگزیکٹو، ناشر اور منیجنگ ایڈیٹر ہیں۔ (احسان اللہ ثاقب، ڈوگرز یونیک اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ڈوگر پبلیشرز، لاہور)، ص2

مخصوص جبلت کا پابند بنا کر یہ عمل محدود کر دیا ہے۔ انسانی معاشرے کی بقا اور ترقی کے لیے ایک موثر نظام ابلاغ ضروری ہے[86]۔

موجودہ دور میں ابلاغ کے ذرائع کسی بھی معاشرہ کے لیے جزو لازم کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ اسی بنا پر یہ کسی قوم کے مزاج کو بنانے اور بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ ابلاغ کے مختلف ذرائع کو کسی قوم یا معاشرہ کا ترجمان اور امین کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ دور حاضر میں ابلاغ کی اہمیت گزشتہ ادوار کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ ابلاغ کی اہمیت محمد علی چراغ اپنی تصنیف "پروپیگنڈہ" میں بیان کرتے ہیں:

> "ذرائع ابلاغ نے زمین کی طنابیں کھینچ کر اسے مختصر کر دیا ہے۔ شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جو ملکی اور بین الاقوامی نشریات سے دامن بچا سکے، بلکہ معلومات اور اطلاعات کی اس فراوانی سے بوجھاڑ ہو رہی ہے کہ انہیں سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے"[87]۔

ذرائع ابلاغ کی ترقی نے فاصلوں کو ختم کر کے دنیا کے مختلف حصوں میں آباد لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔ اس باہمی ربط کے فروغ سے خیالات، معلومات اور ثقافتوں کے تبادلے میں آسانی پیدا ہوئی ہے۔ لوگ دنیا میں رونما ہونے والے واقعات، رجحانات، خبروں، تحقیق اور علم تک بآسانی رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ مغربی ممالک نے ابلاغ عام کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسے ایک باقاعدہ سائنس کا درجہ دے دیا ہے۔ ابلاغ کے مختلف ذرائع پر تحقیقات، ان کے ذریعے پروگراموں کے معاشرے پر مختلف اثرات کے جائزے کے لیے تحقیقاتی رپوٹس اور سروے مرتب کیے جا رہے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک کی طرح ترقی پذیر ممالک میں بھی ذرائع ابلاغ کی اہمیت کے پیش نظر تحقیقی کام کا آغاز کر دیا گیا ہے۔

مصنف لکھتے ہیں:

> "موجودہ ابلاغ کے دائرہ کار کو ملکی اور معاشرتی نظام میں اس قدر اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ

---

[86]۔ ملک، کیپٹن لیاقت علی، امور صحافت (جرنلزم)، ص3

[87]۔ محمد علی چراغ، پروپیگنڈہ (سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1987ء)، ص34

اب اسے ایک منظم سائنس کا درجہ حاصل ہو چکا ہے۔ اور اس فن کا باقاعدہ اور جدید تقاضوں کے تحت مطالعہ اور استعمال نظام تدریس، نظام معاش اور نظام سیاست کا جزو ہے"[88]۔

عصر حاضر میں ابلاغ کے ذرائع سے انکار کسی صورت ممکن نہیں آج ہر شخص اپنے روز مرہ وقت کا بیشتر حصہ انہی جدید ذرائع کے استعمال میں صرف کرتا ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ انسان کی فکر و عمل اور نفسیات پر شعوری یا لاشعوری طور پر اثر انداز ہو کر اسے متاثر کر رہے ہیں[89]۔

عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اُم عبد منیب[90] لکھتی ہیں:

"یہ درست ہے کہ صحافت ایک عظیم مشن ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو تازہ ترین خبروں سے آگاہ کیا جائے، عصرِ حاضر کے واقعات کی تشریح کی جائے اور ان کا پس منظر واضح کیا جائے تاکہ رائے عامہ کی تشکیل کا راستہ صاف ہو۔ صحافت رائے عامہ کی راہنمائی کے فرائض بھی انجام دیتی ہے۔ عوام کی خدمت اس کا مقدس فریضہ ہے۔ اس لیے صحافت معاشرے کے لیے ایک اہم ادارے کی حیثیت رکھتی ہے"[91]۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید[92] صحافت کو عظیم مشن قرار دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک صحافت کا مقصد لوگوں تک تازہ ترین

---

88. Calhoun, Craig, Communication as Social Science (and more)(International Journal of Communication, 2011), Pg 1479

89۔ ام عبد منیب، مریم خنساء، صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار (مشربہ حکم و حکمت، لاہور، صفر ۱۴۲۷ھ)، ص7

90۔ ام عبد منیب، سلفی: مشہور عالمہ دین ہیں۔ آپ بے شمار دینی و اصلاحی اور علمی و فکری کتب کی مصنفہ ہیں۔ آپ کی کتب آپ کے صاحبزادے عبد منیب کے قائم کردہ ادارہ مشربہ علم و حکمت سے شائع ہوتی رہتی ہیں۔ (اسلام ہاؤس ڈاٹ کام)۔

91۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، فن صحافت (مکتبہ کارواں، لاہور، 1986ء)، ص16

92 . ڈاکٹر عبدالسلام خورشید: آپ 2 اگست 1919ء میں بھارت کے شہر بٹالہ میں پیدا ہوئے، جامعہ پنجاب سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کر کے

خبروں سے آگاہی، موجودہ دور کے حالات وواقعات کی تشریح، ان کے پس منظر کی وضاحت اور رائے عامہ کی تشکیل کرنا ہے۔ اس کا اہم اور مقدس فریضہ عوام کی خدمت کرنا ہے۔ لہذا یہ ہمارے معاشرے میں ایک نہایت اہم اور ضروری ادارے کی حیثیت رکھتا ہے[93]، یعنی صحافت مشن کے ساتھ ساتھ کاروبار بھی ہے۔ کیونکہ دونوں کو یکجا کر کے ہی اس سے احسن اور مفید کام لیے جا سکتے ہیں[94]۔

بانیٔ پاکستان محمد علی جناح[95] نے 24 مئی 1944ء کو سری نگر (کشمیر) میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے صحافت کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

"صحافت ایک بڑی قوت ہے جو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی۔ اگر یہ ٹھیک نہج پر ہو تو رائے عامہ کی راہنمائی بھی کر سکتی ہے"[96]۔

قائداعظم نے 14 اپریل 1947ء میں سول حکام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"صحافت قوم کی ترقی و بہبود کے لیے اشد ضروری ہے کیونکہ اسی کے ذریعے زندگی کے تمام شعبوں میں سرگرمیاں بڑھانے کے لیے قوم کی راہنمائی اور رائے عامہ کی تشکیل کی جا سکتی ہے"[97]۔

صحافت میں ڈپلومہ حاصل کیا اور اسی شعبہ سے منسلک ہو گئے، 1956ء میں ہالینڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور تمام عمر اسی شعبہ سے منسلک رہے۔ (احسان اللہ ثاقب، ڈوگر زیونیک انسائیکلوپیڈیا (ڈوگر پبلشرز، لاہور، 2007ء)، ص600

[93] ۔ خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام، فن صحافت (کارواں، لاہور، 1986)، ص16

[94] ۔ نفسِ مصدر، ص23

[95] ۔ محمد علی جناح: آپ 25 دسمبر 1876ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کراچی اور اعلیٰ تعلیم انگلستان سے حاصل کی۔ سیاست کا آغاز کانگرس سے کیا اور پھر 1913ء میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی آپ کی شب و روز کی تگ و دو کے بعد 14 اگست 1847ء کو برصغیر کے مسلمانوں نے ایک آزاد مملکت "پاکستان" حاصل کر لی۔ آپ اس کے پہلے گورنر جنرل منتخب ہوئے اور اسی بنا پر آپ "بانیٔ پاکستان" اور "قائداعظم" جیسے خطابات سے نوازے گئے۔ آپ نے 11 ستمبر 1948ء کو کراچی میں وفات پائی (احسان اللہ ثاقب، ڈوگر زیونیک اسلامی انسائیکلوپیڈیا)، ص785

[96] ۔ زینی، سید عبدالسلام، اسلامی صحافت، ص31

[97] ۔ نفس مصدر

ماضی کے مقابلے میں عصر حاضر میں صحافت و ابلاغ کو وسعت، جامعیت اور اہمیت حاصل ہے۔ انسانی زندگی کے تمام معاملات میں صحافت و ابلاغ کو مرکزی مقام حاصل ہے، کیونکہ زندگی انہی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ صحافت انسانی فکر کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے اس کی فکری راہنمائی کرتی ہے اور اسے بامقصد تنقید کے ذریعے برائیوں سے روک کر معاشرے کا کارآمد اور مفید شہری بناتی ہے۔ نیز علمی اور ادبی ترقی کے راستوں کو آسان اور ہموار بناتی ہے۔ قاری کی ضرورت کی ہر خبر، معاملات، واقعات وحوادث کو وضاحت و صراحت کے ساتھ پیش کر کے صحیح اور غلط کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

صحافت معاشرے کا عکاس یعنی معاشرے میں وقوع پزید مختلف افراد کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے نت نئے رجحانات، خیالات اور احساسات و جذبات کی نہایت دلکش و دل پذیر اور مثبت و منفی پہلوؤں کو سامنے لانے کا کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرے کی ان قدروں کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر ایاز محمد[98] صحافت اور انسان کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دیتے ہیں۔ یعنی صحافت و ابلاغ کا بنیادی مقصد انسانی رویوں کو سامنے لا کر ان کی تعریف و توضیح بیان کرنا اور مختلف معاشرتی اقدار کو پروان چڑھا کر منفی رویوں کی بیخ کنی کرنا ہے۔ نیز صحافت و ابلاغ کی وسعت و دائرہ کار اور مقاصد اطلاعات کی ترسیل، شعور و آگہی اور تفریح کی فراہمی قرار دیے گئے ہیں۔ لیکن ذرائع صحافت و ابلاغ میں جدت سے مقاصد میں مزید وسعت پیدا ہوئی ہے، جیسے صحت مند اور وطن دوست معاشرے کی تشکیل، عالمی معاشرے کا قیام، مؤثر انداز میں حقائق کا انکشاف، معیشت کا فروغ، سیاسی شعور واستحکام، رائے عامہ کی تشکیل، ملکی سلامتی کا تحفظ، خیر وشر کی تمیز، ثقافتی ہم آہنگی کا فروغ اور نوع انسان کی درس وتدریس کا اہم فریضہ شامل ہیں[99]۔

صفدر علی [100] صحافت کے بے شمار پہلو اور انداز کا تذکرہ کرتے ہیں اور ہر پہلو و انداز کی اپنی جگہ اور اہمیت مسلم

---

[98]۔ ایاز محمد بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ سیاسیات وبین الاقوامی تعلقات میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں۔ (ڈاکٹر ایاز محمد، راحیلہ جمیل، صحافتی ضابطہ اخلاق اور قرآن حکیم کی تعلیمات، لاہور، 2002ء) ص سرورق

[99]۔ ایاز محمد، راحیلہ جمیل، صحافتی ضابطہ اخلاق اور قرآن حکیم کی تعلیمات، ص15

[100]۔ صفدر علی آپ گورنمنٹ کالج فتح گڑھ (پنجاب) میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ آپ نے صحافت، فلسفہ، اسلامی اور اردو ادب پر کئی کتب تحریر کی ہیں۔

ہے۔ صحافت کو ایک پیشہ، ایک فن ، ایک حقیقت اور ایک آرٹ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ صحافت انسان کو لا عملی کے تاریک اندھیروں سے نکالتی ہے اس فن کی معرفت سے انسان زندگی کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے باخبر رہتا ہے۔ اس کی بدولت ہمیں روزمرہ نجی، قومی اور بین الاقوامی امور سے متعلق معلومات سے روشناسی اور تجزیات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے[101]۔ نیز صحافت جدید ابلاغ کے ذرائع سے معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند نشرواشاعت کا فریضہ انجام دیتی ہے[102]۔

ان علمی و فکری اور فنی نوعیت کے اقتباسات کے بعد یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ ابلاغ کی اہمیت وافادیت اور استعمال انسان کے ہر دور سے منسلک رہا ہے۔ ابتدائی ازمنہ میں حکمران اپنی رعایا سے رابطہ میں رہنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتے رہے ہیں اس میں اپنا نقطہ نظر کسی بھی قوم، ملک، سیاسی، سماجی اور مذہبی تحریک تک پہنچانے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ ان لوگوں کو اپنا ہم خیال اور ہم نوا بنا کر ان سے اخلاقی، معاشی اور معاشرتی مدد حاصل کر کے اپنے مقاصد کا حصول ممکن بنایا جا سکے۔ ذرائع ابلاغ ہماری روزمرہ زندگی کا بہت اہم اور ناگزیر جزو بن چکے ہیں، جنھیں اب اپنی زندگیوں سے جدا کرنا ممکن نہیں رہا۔ شہری علاقوں کے لوگوں کے لیے معلومات کی مسلسل فراہمی ہر گزرتے وقت کے ساتھ بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ سائنس میں روز افزوں ترقی اور روزمرہ زندگی کے امور کی نشان دہی کے لیے نت نئے طرق و ایجادات ہیں۔ اس ضمن میں متعدد ریاستی ادارے اپنی پالیسیاں، قوانین، مختلف امور کی انجام دہی اور واجبات کی ادائیگی کے لیے ابلاغ کے مختلف ذرائع پر انحصار کرتے ہیں اور اس نظام کو مزید جدید طرز پر استوار کرنے کے لیے ہمہ وقت مصروف عمل ہیں۔

دور حاضر میں تعلیم، صحت، ملازمت، کاروبار اور بہتر معیار زندگی کے حصول کے لیے دیہی آبادیاں شہروں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو گئیں، جس کی وجہ سے شہروں کی آبادی میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور متعلقہ محکموں کو انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے عوام سے مسلسل رابطہ رکھنے، امور کی شفافیت اور بہتر کارکردگی کے لیے ابلاغ کے ذرائع میں جدت پیش آئی۔ انسانی زندگی کے

---

[101]۔ صفدر علی، جدید اردو صحافت (فاروق سنز، لاہور)، ص 10۔11

[102]۔ قادری، سید اقبال، رہبر اخبار نویس (قومی کونسل، نئی دہلی، بھارت)، ص 21

تمام انفرادی، اجتماعی، معاشی، معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور ثقافتی شعبے جدید ذرائع ابلاغ کے بغیر ادھورے اور نامکمل ہیں۔ آج کل انسان مندرجہ بالا شعبہ ہائے زندگی میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں سے آگاہ اور باخبر رہتے ہوئے اپنی روزمرہ زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ہمہ وقت کوشاں ہے۔ ان ذرائع کی بدولت ایک عام آدمی کی علمی سطح بھی اس حد تک بہتر ہوئی ہے کہ وہ اپنے بنیادی حقوق کے حصول، مقاصد کی تکمیل اور ان کے متعلق مؤثر آزادانہ رائے دینے کے قابل ہو گیا ہے۔

باب دوم

صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصول و ضوابط

فصل اول: صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصول

فصل دوم: مسلمانوں میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا تاریخی جائزہ

باب دوم

صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصول و ضوابط

فصل اوّل

صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصول

اسلام خیر و برکت اور مضبوط دلائل کا حامل ایک ایسا دین ہے جو انسان کو حیات سے ممات تک ہدایت اور راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنیادی طور پر آزاد فکر اور سوچ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے اعمالِ صالحہ و سیئہ کو اختیار کرنے اور انجام دینے میں آزاد و خود مختار ہے۔ اسلامی تعلیمات میں انسانی زندگی کے تمام شعبہ ہائے حیات بشمول صحافت کے لیے رہبری کا سبق موجود ہے جو ایک طرف فطرت انسانی کے عین مطابق اور عقل سلیم کے نزدیک ہر اعتبار سے قابل تسلیم ہے تو دوسری طرف انسان کو قلبی، ذہنی، فکری، اعتقادی اور روحانی تاریکیوں سے بچاتا ہے۔ اسلامی قوانین میں حدود و قیود کی رعایت اور اصول و ضوابط کی پاسداری و پابندی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے جو تحفظ انسان اور انسانیت کی ضامن ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کی طرح تصورِ ابلاغ بھی اللہ کا ودیعت کردہ ہے، جس کے حدود و قیود اور اصول و ضوابط قرآن و حدیث سے ثابت شدہ ہیں، تاکہ دیگر امورِ زندگی کی طرح شعبہ ابلاغ میں بھی اعتدال و توازن برقرار رکھا جاسکے۔ ابلاغ کے اسلامی تصور کے نفاذ سے ہی معاشرے میں تعمیری اور مثبت نتائج برآمد کئے جاسکتے ہیں۔

انسان کا شرف اس کی صورت میں نہیں، سیرت و اخلاق میں پنہاں ہوتا ہے اور سیرت و اخلاق کی درستگی کا پیمانہ حضور ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کو قرار دیا گیا ہے کیونکہ آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے لیے اُسوۃ حسنہ اور اُسوہ کمال و کامل بناتے ہوئے فرمایا:

﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[103]

"یقیناً تمھارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے"۔

نبی کریم ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کی جامعیت وکاملیت کے پیشِ نظر ہی اسلام کے تصورِ ابلاغ کے مقررہ اصول وضابطۂ اخلاق پر عمل پیرا ہونا ممکن ہے۔ اسلام کے تصورِ ابلاغ کے چیدہ چیدہ اصول درج ذیل ہیں:

i. امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

ذرائع ابلاغ کا سب سے بڑا مقصد امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے۔ اسی بنیاد پر اسلام کے تصور ابلاغ میں اس عنصر کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ اسلام کے تصورِ ابلاغ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی نیکی / اچھائی کا حکم دینا اور بدی / برائی سے روکنا کو شہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی بعثت اسی اہم مقصد کی تکمیل کے لیے فرمائی اور وجودِ امتِ مسلمہ کا مقصد بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿كنتم خَيرَ اُمَّةٍ اُخرِجَت للناسِ تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله﴾[104]

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو"۔

اسلامی تصورِ ابلاغ کی تمام پالیسیاں اسی سنہرے قرآنی اصول کے تابع اور ہر مسلمان کی زندگی کا محور اسی زریں اصول کو قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے اور اس کے بندوں کو منکرات یعنی برائی کے راستے سے بچانے کے لیے تھی۔ آپ ﷺ کے دل میں اپنے مقصدِ حیات کی تکمیل کے لیے ہر وقت تڑپ، درد، سوز، بے

---

[103]۔ الاحزاب:21

[104]۔ آلِ عمران:110

چینی اور بے قراری پائی جاتی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے دعوتی عمل میں ہر تکلیف اور پریشانی کو ہمت و حوصلہ اور صبر سے برداشت کیا۔ اور آپ ﷺ نے نہ صرف عملاً یہ کر کے دکھایا بلکہ امت مسلمہ کو درس بھی دیا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ))[105]

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم معروف (بھلائی) کا حکم دو اور منکر (برائی) سے روکو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دے پھر تم اللہ سے دعا کرو اور تمہاری دعا قبول نہ کی جائے"

حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں اہلِ ایمان پر نیکی کا حکم دینا اور حتی الامکان تمام وسائل بروئے کار لاتے ہوئے بدی کو روکنا لازم قرار پاتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه فإن لم يستطع فبقلبه وذلك أضعف الإيمان))[106]

"تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، اور اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو اپنی زبان سے روکے اور اگر اپنی زبان سے بھی روکنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو (کم از کم اس برائی کو) اپنے دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ میں معاشرے کے تمام طبقات کو مخاطب کیا گیا ہے۔ صاحبِ اختیار طبقہ کو برائی کو بزورِ طاقت روکنے کا حکم دیا گیا ہے، متوسط طبقہ کے لیے بزورِ زبان بدی کی روک تھام کے لیے جدوجہد کا حکم دیا گیا ہے، تیسرا وہ کمزور طبقہ جو ہاتھ

---

[105] ۔ ترمذی، الجامع الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ح2159

[106] ۔ مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان، ح49

اور زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے برائی کے خلاف دل میں غم و غصہ اور نفرت رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، تا کہ اس کے دل میں ایمان زندہ ہو جائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایک اجتماعی فریضہ ہے جس کا دائرہ کار ہر فرد کو اپنی ذات، اپنے خاندان اور معاشرہ تک پھیلانا چاہیے۔

ii. احترام انسانیت:

دینِ اسلام انسان کا احترام و تکریم کرتے ہوئے اس کی عزتِ نفس اور جائز شخصی آزادی کا محافظ ہوتا ہے۔ اسلامی نظامِ معاشرت میں ہر فرد کے بنیادی حقوق اور معاشرتی و معاشی مساوات اور عدل و انصاف کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام شعبہ صحافت و ابلاغ کو پابند کرتا ہے کہ اسلام کے احترامِ انسانیت، شرف انسانیت، تکریم آدمیت اور انسانی عظمت کے بنیادی اصولوں پر کار بند رہیں۔ ہمارا اسلامتی اور امن و آتشی والا مذہب ہر گز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ذرائع ابلاغ کے ذریعے معاشرے میں انتشار و بدامنی کا ماحول پیدا کیا جائے، عزتِ نفس کو مجروح کیا جائے اور اخلاقی برائیوں کو پروان چڑھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ﴾[107]

"بیشک یقیناً ہم نے آدمی کو سب سے اچھی صورت میں پیدا کیا"۔

اسلام کی رو سے دنیا کا ہر فرد محترم، مکرم اور معزز ہے۔ احترامِ انسانیت کی صفت کی بناء پر ہی افراد کے مابین ربط اور تعلق قائم ہوتا ہے۔ محسنِ انسانیت حضرت محمد ﷺ کی بعثت کا اہم مقصد انسانی اقدار کی بحالی اور انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق استوار کرنا تھا۔ دینِ اسلام پُر امن معاشرے کے قیام کے لیے بلا تفریق احترام انسانیت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے اور ظلم و زیادتی اور استحصال سے مبرا فلاحی معاشرہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ جس کی مثال ریاستِ مدینہ منورہ کے قیام سے ملتی ہے۔ دینِ اسلام نے بنی نوع انسان کے شرف و عزت کے بنیادی اصول کو حضرت محمد ﷺ کی عملی زندگی سے منور کیا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کا یہ

---

[107]۔ التین:4

سنہری اصول تمام شعبہ ہائے زندگی میں اہمیت کا حامل ہے۔ موجودہ دور میں صحافت و ابلاغ کے ذرائع جھوٹی، من گھڑت اور کردار کشی پر مبنی خبروں کی نشر واشاعت کے ذریعے انسانی حقوق کی پامالی کا سبب بن رہے ہیں۔ ایسے واقعات کی بدولت خاندانی نظام متاثر ہو کر معاشرہ انتشار کی نظر ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک حقیقی اور سچے مسلمان کی خصوصیت بیان فرمائی:

((ان رجلا سال رسول الله: ایُ المسلمین خیر؟قال:"من سلم المسلمون من لسانه ویده))[108]

"ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

اسلام کے تصورِ ابلاغ کا یہ بنیادی اصول بنی نوع انسان کو انتشار اور تخریب کاری کی مذمت کرتے ہوئے انھیں مثبت اور تعمیری اندازِ فکر اپنا کر پوری انسانیت کے لیے یکجہتی، خیر اور فلاح کا ذریعہ بناتا ہے۔ نبی دوجہاں حضرت محمد ﷺ کی صحبت و رفاقت نے زمانۂ جاہلیت کے عام درجہ کے لوگوں کو خواص کے درجہ پر مامور فرمایا۔ راہزن کو راہبر اور جانی دشمنوں کو محبت والفت کا خوگر بنا دیا۔ احترامِ انسانی کی اہمیت و عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے عظمتِ کعبہ سے تشبیہ دی ہے۔

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ کا انسانی زندگی پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرتے ہیں۔ لہٰذا نیکی کی نشر واشاعت اور برائی کے سدِباب کو نصب العین بنالینا چاہیے کیوں کہ برائی میں جلد پھیلنے اور نیکی کا راستہ روکنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے۔ اس لیے برائی کی حوصلہ شکنی اور سدِباب کرتے ہوئے نیکی کی حوصلہ افزائی کر کے معاشرے کو مہلک بیماریوں سے پاک رکھا جاسکتا ہے۔

iii. فواحش و منکرات کا خاتمہ:

اسلامی معاشرے کے قیام اور بقاء کے لیے ضروری ہے کہ صحافت وابلاغ کے تمام ذرائع قرآن و سنت کے متعین کردہ اصولوں کے مطابق اپنی خدمات انجام دیں۔ اسلام منکرات یعنی شیطانی تدابیر اور مقاصد کی نفی کرتا ہے۔ منکرات میں درجہ اوّل پر

---

[108]۔ مسلم بن حجاج، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وایُّ امورہ افضل، ح 161

فواحش آتے ہیں۔ ان فواحش کو 'اسلام کا معاشرتی نظام' میں بیان کیا گیا ہے:

"فحاشی بنیادی طور پر ایسی گفتگو اور ایسا عمل ہے جو انسان کو بدکاری پر آمادہ کرے، جیسے فحش مکالمے، جنسی جذبات کو اُبھارنے والے گیت، عریاں تصاویر، فحش افسانے، ناول، نظمیں اور مضامین وغیرہ۔"[109]

قرآن مجید میں مؤمنوں کو واضح حکم دیا گیا ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[110]

"اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ"۔

اسلام ابلاغ کی آزادی کے نام پر فحاشی، عریانی، بدکاری اور بے حیائی کی نشر و اشاعت کی سخت مذمت کرتا ہے۔ فواحش کی نشر و اشاعت کرنے والوں کو قرآن مجید نے دنیا و آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾[111]

"اور جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی یعنی (تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہو گا اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

اخلاقیات کا تقاضا ہے کہ زندگی کے آغاز سے ہی انسان کو راہِ راست سے بھٹکانے کے لیے اس کے ازلی دشمن نے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔ ان میں شیطان کا سب سے اہم مقصد انسان کو برہنگی، عریانی اور بے حیائی کی جانب راغب

---

[109]۔ علوی، خالد ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2009ء)، ص 417

[110]۔ الانعام: 151

[111]۔ النور: 19

کرنا ہے۔ دنیا میں حیات بشر کے وجود کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو خبر دار کر دیا کہ شیطان ہمیشہ بے لباسی و عریانی کے ذریعے انسان پر حملہ آور ہو گا۔[112]

اسلام دینِ فطرت ہے اور شرم وحیا اسلام کا زیور اور طرۂ امتیاز ہے، جو انسان کو اشرف المخلوقات کے اعلیٰ درجے پر فائز کرتا ہے۔ اسلام شرم وحیا اور پاک دامنی کی تعلیمات سے لبریز ہے۔ حیا اور پاک دامنی کے پیکر، محسنِ انسانیت ﷺ نے فرمایا:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ))[113]

"ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے"

شرم وحیا اور ایمان لازم وملزوم ہیں۔ حیا انسان کے باطن کا زیور اور لباس ولبادہ ہوتا ہے جو انسان کے جسم کو برائیوں سے بچا کر رکھتا ہے اگر یہ انسان سے رخصت ہو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَافْعَلْ مَا شِئْتَ))[114]

"جب تجھ میں حیا نہ ہو تو پھر جو جی چاہے کر"

حیا انسان کا اصل سرمایہ اور معراج ہے۔ اسی میں انسان کی نجات کا راز پوشیدہ ہے۔ حیا کی اہمیت سابقہ شریعتوں میں بھی مسلمہ تھی، برائی سے روکنے کا ذریعہ حیا ہے اور جب حیا ختم ہو جائے تو انسان بغیر کسی رکاوٹ کے برائیاں کرے گا۔ حیا کی ضد عریانی و فحاشی ہے۔ یعنی ہر وہ فعل جو ناجائز جنسی تسکین اور جنسی لذت کے حصول کے لیے کیا جائے، نبی کریم ﷺ نے ایسے تمام افعال کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

((الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ، وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ، وَالْجَفَاءُ فِي

---

[112] ۔ سعید الرحمان، صحافتی اخلاقیات قرآن کریم کے تناظر میں (پشاور اسلامکس، ج5، ش1، جنوری تا جون 2014ء)، ص84

[113] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب امورِ الایمان، ح9

[114] ۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، ح3483

النَّارِ))[115]

"حیاایمان کا ایک جزوہے اور ایمان والے جنت میں جائیں گے اور بے حیائی کا تعلق ظلم سے ہے اور ظالم جہنم میں جائیں گے"۔

یعنی جس طرح ایمان صاحب ایمان کو گناہوں سے روکنے کا سبب ہے، اسی طرح حیاء انسان کو معصیت اور گناہوں سے بچاتا ہے، بلکہ اس کے لیے ایک طرح کی ڈھال ہے، اسی وجہ سے حیاء کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ نے فحاشی وبدکاری کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ))[116]

"میرے لیے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز(زبان)اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز(شرمگاہ)کی ذمہ داری دیدے میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں"۔

حضرت محمد ﷺ اور ان سے قبل تمام انبیاء کرام کی تعلیمات میں اس قبیح فعل کی سخت مذمت وتردید کی گئی ہے جن سرکش اقوام نے اپنے نبیوں کی تعلیمات سے انحراف کیااور اس گناہ کے مرتکب ہوئے ان پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا۔ شرم و حیاکا زیور ہر مسلمان مرد وزن کو خوب صورت، مہذب، پرکشش اور وضع دار بناتا ہے اور اسے عزت و تکریم بخشتاہے جب کہ مغرب مرد وزن کو تجارتی مفاد کے لیے ایک جنس کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جس میں خصوصاًخواتین میں بے پردہ، نیم عریاں لباس اور بے باک ماڈلنگ وغیرہ کے ذریعے فحاشی وعریانی کے کلچر کو فروغ دیا جارہاہے۔ نئی مسلمان نسل اس کلچر کو ذہنی طور پر قبول کرتے ہوئے اسلام اور حضور ﷺ کی تعلیماتِ حجاب وحیا کو یکسر نظر انداز کرکے مغربی کلچر کو زندگی گزارنے کے لیے جزولازم قرار دے رہے ہیں۔

---

[115]۔ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الحیاء، ح2009

[116]۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، ح6474

iv. حق کی نشرواشاعت:

اسلامی نقطۂ نظر سے معلومات واطلاعات اور خبروں کی نشرواشاعت میں صداقت وثقاہت (credibility) بنیادی عناصر ہیں۔ قرآنِ کریم میں ابلاغ کے اس جزِلازم کے لیے تلقین کی گئی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا﴾[117]

"مومنو اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو"

قرآن کریم ایمان والوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ بلاخوف وخطر سچ کا ساتھ دے کر سچے لوگوں میں شامل ہو جائیں۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾[118]

"اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو"۔

ذرائع ابلاغ کی خبروں اور اطلاعات کو گواہی کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جھوٹ کی آمیزش کے بغیر بات کو پوری سچائی اور حقانیت کے ساتھ بیان کیا جائے۔ قرآن کریم معلومات کی بہم رسانی کے لیے تحقیق اور چھان بین کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾[119]

" مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو

---

[117]۔ الاحزاب:70

[118]۔ التوبہ:119

[119]۔ الحجرات:6

(مبادا) کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچادو۔ پھر تم کو اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے"۔

چنانچہ اسلام کے تصورِ ابلاغ کی رو سے حق اور سچ کی نشر واشاعت کے لیے تمام افراد کو مساویانہ درجہ دیا گیا ہے اور معاشرتی طبقاتی تفریق کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ اسلام ذرائع ابلاغ پر ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ جھوٹی اور بے بنیاد افواہوں پر کان نہ دھریں۔ عوام کو درست معلومات بہم پہنچائیں تاکہ معاشرہ فتنہ وفساد اور اشتعال انگیزی سے محفوظ رہ سکے۔

انسان کے کردار کا تعین اس کی گفتار و معاملات سے کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سچ بولنے والا وقتی مشکلات کے باوجود فاتح، کامیاب و کامران ہو کر نجات و عافیت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے برعکس جھوٹا شخص چند وقتی فوائد حاصل کر لیتا ہے لیکن اس کے جھوٹ اس کے لیے ہلاکت کا باعث بنتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكُونَ صِدِّيقًا، وَإِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكْذِبُ حَتَّى يُكْتَبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذَّابًا))[120]

"بلاشبہ سچ آدمی کو نیکی کی طرف بلاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صدیق کا لقب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے اور بلاشبہ جھوٹ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی جہنم کی طرف اور ایک شخص جھوٹ بولتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے یہاں بہت جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے"۔

سچ اور جھوٹ (صدق و کذب) کا تعلق صرف زبان کے الفاظ ہی سے نہیں بلکہ اس کا دائرہ فعل اور نیت تک وسیع ہے۔ فکری اعتبار سے انسان صدق کا متلاشی اور اس کے مطابق اپنے اعمال کو سرانجام دینے والا ہو اور اس کے برخلاف سے بچنے والا ہو تو یہ بہت بڑی فضیلت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں انسان کے اخلاق و عادات میں بنیادی اور اچھی عادت "سچائی"

---

[120]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول اللہ تعالیٰ یا ایھالذین آمنوا اتقواللہ۔۔۔، ح6094

ہے جب کہ سب سے بری عادت "جھوٹ" کو قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سچ کے نور سے منور ہے۔ آپ ﷺ کے قول و فعل، سچائی اور حق گوئی جیسے اعلیٰ وصف سے سجے ہوئے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا، قَالَ: إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا))[121]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ ہم سے ہنسی مذاق کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "میں (خوش طبعی اور مزاح میں بھی) حق کے سوا کچھ نہیں کہتا"۔

مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ اہلِ ایمان کو خوش طبعی اور ہنسی مذاق میں بھی سچ کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے اور جھوٹ بولنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((وَيْلٌ لِلَّذِي يُحَدِّثُ بِالْحَدِيثِ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ فَيَكْذِبُ، وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ))[122]

"تباہی و بربادی ہے اس شخص کے لیے جو ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ سن کر ہنسیں حالانکہ وہ بات جھوٹی ہوتی ہے تو ایسے شخص کے لیے تباہی ہی تباہی ہے"۔

موجودہ دور میں اُمت مسلمہ مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے جھوٹ، مبالغہ آرائی اور قبیح عادات میں مبتلا ہو گئی ہے۔ ہماری روزمرہ زندگی میں جھوٹ اس قدر رَچ بس گیا ہے کہ لوگ اس قبیح فعل کو بُرا نہیں گردانتے اور نہ ہی اس کے نقصانات سے آگاہ ہیں۔ اسلام کی عالمگیر تعلیمات تمام بنی نوع انسان کے لیے راہ ہدایت و نجات ہیں۔ جن اقوام نے اسلام کی ہمہ گیر اخلاقی تعلیمات کو اپنایا وہ ترقی کی منازل کو چھونے لگیں اور جن اقوام نے ان تعلیمات سے روگردانی کی، پستی و تنزلی ان کا

---

[121] ۔ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی المزاح، ح1990

[122] ۔ترمذی، جامع الترمذی، کتاب الزھد، باب فیمن تکلم بکلمۃٍ یضحک بھا الناس، ح2315

مقدر بنی۔

v. معاشرتی مواخاتی اقدار:

اخوت و بھائی چارہ اسلام کا ایک اہم معاشرتی ستون ہے، جو معاشرے کے استحکام کی بنیاد ہے۔ مسلم معاشرہ میں عقیدہ کی وجہ سے افراد اخوت اور وحدت کے رشتے میں جڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا صحافت و ابلاغ کے ذرائع کو اسلامی اصول وضوابط کے تحت استعمال کر کے امت اسلامیہ کی وحدت و اخوت کو بہترین ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اخوت و بھائی چارہ کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[123]

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے"۔

موجودہ دور کے ذرائع صحافت و ابلاغ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں ابلاغ کے مختلف ذرائع کی مدد سے وحدتِ اسلامی کا شیرازہ بکھیرنے کے لیے ہر لمحہ سازشوں میں مصروف رہتی ہیں۔ لہٰذا اسلامی ریاست میں تمام ریاستی اور غیر ریاستی اداروں کو معاشرے میں جذبہ اخوت کی آبیاری کے لیے مفید اور بھرپور کردار ادا کرنا چاہیے اور ایسے تمام عوامل کا قلع قمع کرنا چاہیے جو اس قرآنی اصول اور صحافت و ابلاغ کے درمیان حائل ہوں۔

رسولِ کائنات حضرت محمد ﷺ انتہائی رحم دل، شفیق اور حلیم و بردبار ہستی تھے۔ آپ ﷺ کے ازلی دشمن کفار و مشرکین جنھوں نے آپ ﷺ کو ایذا رسانی اور تکالیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی، آپ ﷺ اُن کے لیے بھی سراپا رحمت ثابت ہوئے۔ رحمۃ اللعالمین کی حیاتِ مبارکہ ایسے واقعات سے پُر ہے جس میں آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کسی

---

[123]۔ الحجرات:49

خدمت گار سے بھی سخت لہجہ میں باز پرس نہیں کی بلکہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ))[124]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"۔

آپ ﷺ سراپا رحمت اور ہدایت تھے، اگر کسی میں کوئی برائی دیکھتے تو اصلاح کے لیے نام لیے بغیر تصحیح فرما دیتے، تاکہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے فرد کو ایذا یا تکلیف نہ پہنچے اور اس کو شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آپ ﷺ نے دوسرے کو تکلیف پہنچانے والوں کے لیے فرمایا:

((أَيْ عَائِشَةُ إِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللَّهِ مَنْ تَرَكَهُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ))[125]

"عائشہ اللہ کے نزدیک مرتبہ کے اعتبار سے وہ شخص سب سے برا ہے جسے لوگ اس کی بد خلقی کی وجہ سے چھوڑ دیں"۔

نبی کریم ﷺ کسی کی دل آزاری کے لیے حد درجہ احتیاط فرماتے۔ فرمایا:

((إِذَا كُنْتُمْ ثَلَاثَةً، فَلَا يَتَنَاجَى اثْنَانِ دُونَ صَاحِبِهِمَا، فَإِنَّ ذَلِكَ يَحْزُنُهُ))[126]

"جب تم تین آدمی ساتھ رہو تو تم میں سے دو آدمی تیسرے کو اکیلا چھوڑ کر باہم کانا پھوسی اور سرگوشی نہ کریں، کیونکہ یہ اسے رنج و غم میں مبتلا کر دے گا"۔

موجودہ دور کے مغربی ذرائع ابلاغ لوگوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً ہر لمحہ ایذا رسانی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پاکستانی معاشرہ نا صرف مغرب بلکہ ہندوؤں اور ان کے زیرِ سایہ کٹھ پتلی صحافتی اداروں کے نشانہ پر ہے۔ یہ ادارے مسلمانوں

---

[124]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب، المسلم من سَلِمَ المسلمون من السانہ ویدہ، ح10

[125]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب المداراۃ مع الناس، ح6131

[126]۔ ابن ماجہ، کتاب الادب، باب لا یتناجی اثنانِ دون الثالث، ح3775

کے بنیادی عقائد وعبادات اور دوسرے نہایت اہم اور نازک موضوعات (قرآن پاک کی بے حرمتی، توحید، رسالت، ختمِ نبوت) پر قابلِ احتراز مواد کی نشر واشاعت کر کے مسلمانوں کے دین کے ساتھ والہانہ لگاؤ کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے صفاتی اسماء الحسنیٰ میں سے ایک اسمِ مبارک "الستار" ہے جس کے معانی پردہ پوشی یا چشم پوشی کے ہیں۔ چشم پوشی سے مراد کسی کے عیب کا علم ہونے کے باوجود کسی دوسرے کے سامنے ظاہر کرنے سے گریز کرنا ہے۔ رسولِ کائنات حضرت محمد ﷺ ہمیشہ لوگوں کے عیوب سے چشم پوشی فرماتے اور دوسروں کو سختی سے اس کا حکم فرمایا:

((وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ))[127]

"اور جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے عیب کی پردہ پوشی کرے گا"۔

آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

((مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، سَتَرَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ كَشَفَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، كَشَفَ اللَّهُ عَوْرَتَهُ حَتَّى يَفْضَحَهُ بِهَا فِي بَيْتِهِ))[128]

"اور جو اپنے مسلمان بھائی کا کوئی عیب فاش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کا عیب فاش کرے گا، یہاں تک کہ وہ اسے اس کے گھر میں بھی ذلیل کرے گا"۔

موجودہ دور میں صحافت و ابلاغ کے ذرائع چشم پوشی تو درکنار معمولی نوعیت کے واقعات و معاملات کو بڑھا چڑھا کر ان کی سرخیاں بناتے ہیں اور ریٹنگ کی دوڑ میں دوسروں پر سبقت لینے کی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں۔ شہرت کے حصول میں مصروف آج کے ابلاغ کے ذرائع حضور ﷺ کی زندگی کے اس خوب صورت پہلو کو یکسر نظر انداز کر کے لوگوں کی عزتوں کو پامال کرتے ہیں اور معاشروں میں افراتفری، انتشار، بدامنی اور برائیوں کو پھیلانے کا باعث بنتے ہیں۔

---

[127] ۔ ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الستر علی المسلم، ح1930

[128] ۔ ابنِ ماجہ، کتاب الحدود، باب ستر علی المؤمن ودفع الحدود بالشبہات، ح2546

vi. معاشرتی برائیاں:

فرقہ واریت ہمیشہ ضد، احساس برتری و فخر اور ذاتی انا جیسے خصائص کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔ فرقہ واریت کی بنیادی اور اہم وجہ (مختلف مسالک کے مابین) اختلافِ رائے ہے۔ درحقیقت اختلافِ رائے کسی معاملہ کی گہرائی اور مختلف زاویوں سے دیکھنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ آج ہم محققین کے مختلف آراء پر مبنی مضامین پڑھتے ہیں۔ جن کو وہ صحت مند بحث و مباحثے کے بعد مزید تحقیق کے لیے آگے بڑھاتے ہیں لیکن اس کے برعکس بد قسمتی سے ہمارے ہاں صحت مند بحث و مباحثے کی بجائے اختلافِ رائے، ہٹ دھرمی اور ضد بازی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ جو قومی یکجہتی اور معاشروں کے لیے زہرِ قاتل ثابت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرقہ واریت کی نفی کرتے ہوئے اس کے عذاب کی وعید سنائی ہے، فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾[129]

"اور ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام بین آنے کے بعد ایک دوسرے سے (خلاف) اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو قیامت کے دن بڑا عذاب ہو گا"۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ذرائع صحافت و ابلاغ کو ایسے تمام مواد کی نشر و اشاعت سے گریز کرنا چاہیے جس سے افراد اور مختلف مسالک کے مابین اختلافِ رائے اور اشتعال انگیزی پھیلے، نتیجتاً یہ عوامل بد امنی اور انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً اگر دو مسلم معاشروں میں سے ایک مسلم معاشرہ صالح لیکن فرقہ واریت کا شکار ہو جبکہ دوسرا معاشرہ کم صالح لیکن فرقہ واریت سے پاک ہو تو اوّل الذکر معاشرہ میں جلد زوال پذیر ہونے کے قوی امکانات موجود ہوتے ہیں کیوں کہ ایسے معاشرے کو فرقہ واریت کا دیمک کھوکھلا کر رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا صحافت و ابلاغ کے تمام ذرائع کو تصورِ اسلام کے زریں اصولوں، محبت و یگانگت اور تحمل و برداشت پر عمل

---

[129]۔ آلِ عمران:105

پیرا ہو کر فرقہ واریت جیسی لعنت سے معاشرے کو پاک کرنے میں اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔

vii. بدگمانی سے اجتناب:

ایسی بات دل میں لانا جس کا نہ تو یقین ہو اور نہ ہی گواہ ہوں بدگمانی کہلاتا ہے۔ یہ متعدی بیماری انسان کی ذاتی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی تک بگاڑ پیدا کر کے نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾[130]

"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچتے رہو، کیوں کہ بعض گمان تو گناہ ہیں، اور ٹٹول بھی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی سے غیبت کیا کرے"

اللہ تعالیٰ نے بدگمانی، تجسس اور عیب جوئی کی ممانعت فرمائی ہے، کیونکہ ان کی انجام دہی سے انسان گناہوں کی دلدل میں دھنستا چلا جاتا ہے۔ جب انسان کے دل میں کسی کے لیے کوئی برا خیال یا کوئی برا گمان آتا ہے، وہ اس کی تصدیق کے لیے ٹوہ میں لگ جاتا ہے۔ بسا اوقات جاسوسی کرتا یا کرواتا ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے اپنے برے گمان کی تائید و توثیق حاصل کر سکے۔

نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ بنی نوع انسان کے لیے تا قیامت مرقع ہدایت و راہنمائی ہیں۔[131] آپ ﷺ کے قلبِ مبارک میں کسی کے لیے کوئی وہم و گمان اور کدورت نہیں پائی جاتی تھی بلکہ آپ ﷺ لوگوں کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((حُسْنُ الظَّنِّ مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ))[132]

"حسنِ ظن حسنِ عبادت میں سے ہے"۔

---

[130]۔ الحجرات:12

[131]۔ زینی، سید عبد السلام، اسلامی صحافت، ص108-109

[132]۔ امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، ح4993

رہبر انسانیت حضرت محمد ﷺ کی حدیثِ مبارکہ سے حسنِ ظن کی ترغیب ملتی ہے، جس سے معاشرہ میں باہمی اتفاق، محبت اور ایثار کے جذبہ کو فروغ ملتا ہے۔ اس کے برعکس بدگمانی کی نفی کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِیَّاکُم وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اکذَبُ الحَدِیث))[133]

"بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی سب سے جھوٹی (بری) بات ہے"۔

حدیثِ مبارکہ میں بدگمانی سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے، کیوں کہ بدگمانی جھوٹ کی بدترین قسم ہے۔ بدگمانی سے دو طرح کے نقصانات ہوتے ہیں۔ ایک انفرادی: یعنی جو بدگمان ہوتا ہے وہ مضطرب، بے چین اور بے سکون رہتا ہے۔ دوسرا معاشرتی: عینی بدگمانی کے نتیجے میں قطع تعلقی اور نفرت و عداوت جیسے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ خود بھی بدگمانی سے بچتے اور دوسروں کو بھی اس بیماری سے بچنے کی نصیحت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفًا فَأَتَيْتُهُ أَزُورُهُ لَيْلًا، فَحَدَّثْتُهُ وَقُمْتُ فَانْقَلَبْتُ، فَقَامَ مَعِي لِيَقْلِبَنِي، وَكَانَ مَسْكَنُهَا فِي دَارِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، فَمَرَّ رَجُلَانِ مِنْ الْأَنْصَارِ فَلَمَّا رَأَيَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَعَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَى رِسْلِكُمَا إِنَّهَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، قَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قال: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ، فَخَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا أَوْ قَالَ: شَرًّا))[134]

"ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں ایک رات آپ کے پاس آپ سے ملنے آئی تو میں نے آپ سے گفتگو کی اور اٹھ کر جانے لگی، آپ مجھے پہنچانے کے لیے میرے ساتھ اٹھے اور اس وقت وہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے گھر میں رہتی تھیں، اتنے

---

[133] ۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی ظن السوء، ح1988

[134] ۔ امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حسنِ الظن، ح4994

میں انصار کے دو آدمی گزرے انہوں نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے چلنے لگے، آپ نے فرمایا: تم دونوں ٹھہرو، یہ صفیہ بنت حیی ہیں ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ، اللہ کے رسول! (یعنی کیا ہم آپ کے سلسلہ میں بد گمانی کر سکتے ہیں) آپ نے فرمایا: شیطان آدمی میں اسی طرح پھرتا ہے، جیسے خون (رگوں میں) پھرتا ہے، تو مجھے اندیشہ ہوا کہ تمہارے دل میں کچھ ڈال نہ دے، یا یوں کہا: کوئی بری بات نہ ڈال دے"۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی رو سے حضور ﷺ کو اپنی ذات کے حوالے سے کوئی خوف نہیں تھا بلکہ ان دونوں کے بارے میں خوف لاحق ہوا کہ کہیں شیطان کے وسوسے کی وجہ سے کفر وارتداد کا شکار ہو کر تباہ وبرباد نہ ہو جائیں۔ لہٰذا ان دونوں پر شفقت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ظن وشک والی بات کی وضاحت فرمادی تاکہ وہ خوش حال وسلامت رہیں۔ چنانچہ موجودہ دور میں بد گمانی وبد ظنی پر مبنی واقعات واطلاعات کی نشر واشاعت فتنہ وفساد اور تباہی وبربادی کا باعث بنتی ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں میں سے دو نعمتیں ایسی ہیں جن کی نظیر ازل سے ابد تک نہیں ملتی: ایک ہدایت اللہ یعنی قرآن حکیم اور دوسرا تشریح وتفسیرِ قرآن یعنی حیاتِ محمد ﷺ۔ اگر زندگی میں ان دونوں کو مضبوطی سے تھام کر اپنی زندگیوں کو ان کے بتائے ہوئے روشن اصولوں کے مطابق گزارا جائے تو دنیاوی واخروی راہنمائی، برکتیں اور اجر وثواب انسان کا مقدر اور فلاح کا باعث بنیں گی۔ سرورِ دوجہاں رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین، محسنِ انسانیت کی حیاتِ مبارکہ سرتاپیر سرچشمۂ نور اور رشد وہدایت ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت وشخصیتِ مبارک میں دنیا کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُسوۂ حسنہ کی مکمل تقلید وپیروی کی جائے۔ زندگی کے تمام پہلو خصوصاً ذرائع صحافت وابلاغ کے قول وفعل اور گفتار وکردار میں رسول اللہ ﷺ کا ایمان، حیاء، انصاف، عدل، احسان، سخاوت حوصلہ، حلم، بردباری، استقلال، تدبر اور ان جیسی دیگر خصوصیات پر عمل پیرا ہو کر عمارتِ دین کی تعمیر ومضبوطی میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

اسلام کے تصورِ ابلاغ کے اصول وضوابط کسی انسان کے تخلیق کردہ نہیں بلکہ قرآن کریم سے ماخوذ ومستنبط ہیں۔ ذرائع صحافت وابلاغ میں توازن واعتدال برقرار رکھنے کے لیے انھیں بنیادی اختیار آزادی رائے کے ساتھ اخلاقی، معاشرتی اور معاشی

شرائط و قوانین کا پابند کیا گیا ہے۔ تاکہ تعلیمات اسلام پر عمل پیرا ہو کر ایمانیات و اخلاقیات کا احترام اور حفاظت کی ذمہ داری کو احسن طریقے سے انجام دیا جاسکے۔ قرآنِ کریم کے ذرائع صحافت و ابلاغ کے لیے متعین کردہ اصول وضوابط معاشرے میں ہر فرد کے جذبات، خیالات اور احساسات کا عکاس ہوتے ہیں۔ انھیں اعلیٰ وارفع قرآنی روایات اور قومی اقدار کا امین اور محافظ ہونا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ کا کردار غیر جانبدار، مصلحانہ، معلمانہ، منصفانہ، حق شناس اور باطل شکن ہونا چاہیے تاکہ ایک مثالی صالح معاشرے کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

فصل دوم

مسلمانوں میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا تاریخی جائزہ

بنی نوع انسان کی تخلیق سے ما قبل ابلاغ کا عمل جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے ہم کلام ہونا اور حصرت آدمؑ کی تخلیق اور ان سے فرشتوں کو سجدہ کرانا سب ابلاغ ہی ہے۔ انسان کے آغاز میں ابلاغ کی ابتدائی ہئیت تکونی تھی:

1. اللہ تعالیٰ: خالق ابلاغ اور عمل ابلاغ کا محور
2. جبرائیل امین: اللہ اور اس کے تخلیق کردہ پہلے انسان کے درمیان فرائض ابلاغ انجام دینے والا مقدس فرشتہ۔
3. حضرت آدمؑ: اللہ تعالیٰ کے تخلیق کردہ پہلے انسان جنھیں اللہ نے اپنے ابلاغ کے لیے موزوں قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان دو پاک ہستیوں کو اپنے کلام کے ابلاغ کے لیے منتخب کیا، ان میں ایک ذمہ داری کلام اللہ کو آدم خاکی تک پہنچانا دوسرے کی ذمہ داری اس عمل کو قبول کر کے آگے پہنچانے کی ٹھہری۔ خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر، گندم کی بوائی، بدن ڈھانپنے کا لباس، پتھر اور لوہے کی رگڑ سے آگ پیدا کرنا، زندگی کی باقاعدہ شروعات کے تمام امور اور تمام ابلاغی تجربات فرشتوں کے ذریعے انجام پائے۔

زمین پر آمد کے بعد حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمہ وقت حالت ابلاغ میں رہے۔ آپ کا یہ تعلق فرامین کے ابلاغ اور قبولیت سے بڑھ کر ادیم الارض کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ عمل ابلاغ اور پیغام رسانی کا تعلق حضرت آدم کو زمین کی نیابت ملنے پر مضبوط اور گہرا ہو گیا۔ فرشتوں بلخصوص جبرائیل امین کا نزول شب و روز ہوا، فرامین و احکامات کی ترسیل میں تیزی آگئی، یہاں تک کے حضرت آدم اپنے خالق ازلی سے مضبوط تعلق ابلاغ پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے[135]۔

انسان کا آپس میں ایک دوسرے سے رابطے کا سب سے قدیم اور موثر ذریعہ میل جول اور بات چیت ہے۔ معاشرے کے

---

[135]۔ الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (نفیس اکیڈمی، کراچی)، 1/90،89

ارتقا کے جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ انسان نے سب سے پہلے اشاروں، کنایوں اور زبان سے اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کی اس کے بعد تحریر کا طریقہ سیکھا، لیکن تحریر کے بعد بھی انسان نے براہ راست ابلاغ کا سلسلہ ترک نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ جستجو اور تحقیق بنیادی اسباب ٹھہرے، اس سلسلۂ ابلاغ کو وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ نئے انداز اور ایجادات کے ذریعے فروغ دیا گیا۔ جن کی بنا پر اخبارات، جرائد ورسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ وغیرہ منظر عام پر آئے۔ انسان جس نے اشاروں کنایوں سے آغاز کیا اب آہستہ آہستہ تمدن زندگی کی طرف بڑھنے لگا۔ خبر رسانی کی بنیاد پڑی جس کے لیے کبوتروں، گھوڑوں، مخبروں وغیرہ کو حسب موقع وضرورت استعمال کیا گیا۔

ماہرین ابلاغیات کے مطابق آج سے تقریباً دس ہزار سال قبل ابلاغ عامہ کا باقاعدہ اور باضابطہ عمل شروع ہوا۔ اس وقت ابلاغ عامہ کی وضعی ہیئت درج ذیل تھی:

1. اشاروں اور تصاویر کے ذریعے ابلاغ
2. زبان کے ذریعے ابلاغ
3. لکھائی اور خطاطی کے ذریعے ابلاغ[136]

درج بالا خصوصیات (علم الاعداد، صحف، زبانوں کا علم وغیرہ) عمل ابلاغ کا نقطہ آغاز ہیں، یہ تمام انسان کی تعلیم و تعلم سے تعلق رکھتی ہیں اور ان تمام بنیادی نقاط پر تمام مؤرخین متفق ہیں۔ پہلے انسانی تمدن نے حضرت عیسیٰ کی ولادت کے تقریباً چار ہزار سال پہلے بنیاد رکھی اور اسی دور میں خط، تجارت وغیرہ معرضِ وجود میں آئے۔ پتھروں سے معماری کے کام کی ابتدا اور آلات وسائل زندگی کی ایجاد شروع ہوئی۔

---

[136]۔ امین لغاری، سعید میمن، جدید صحافت (سندھی اکیڈمی، کراچی، 1996ء)، ص 13

عہدِ رسالت ﷺ اور ابلاغ کی عملی صورتیں:

اللہ تعالیٰ کی مشیت رہی ہے کہ جس علاقے میں اور جب تک کسی نبی کو مبعوث فرمایا جاتا ان کے معجزات بھی ان کے دور نبوت تک قائم رہتے اور دور نبوت کے خاتمے کے ساتھ ہی معجزات بھی ختم ہو جاتے، جبکہ نبی آخری الزماں رحمۃ اللعالمین نبی کریم ﷺ تا قیامت اور روز محشر تک کے لوگوں کے لیے ذریعہ نجات اور فلاح ہیں۔ آپ ﷺ کو عطا کیے جانے والے معجزات بھی دائمی اور تا قیامت رہنے والے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو عطا کیے جانے والے معجزات میں قرآن مجید سب سے بڑا معجزہ ہے، اس کے بعد آپ ﷺ کی ذات بابرکت بڑا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض ہدایات نازل نہیں فرمائیں بلکہ رسول کریم ﷺ کی صورت میں عملی نمونہ بھی مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ نے قرآنی ابلاغ کو من و عن کر دکھایا۔ نبی کریم ﷺ نے ابلاغ کے لیے درج ذیل ذرائع استعمال کیے:

ابلاغ بذریعہ مجالس:

بزم آرائی ہر تہذیب کی خوشنما روایت رہی ہے اور عہد جاہلیت کے عرب بالخصوص قریش مکہ اس کے دلدادہ تھے۔ اسلامی عہد کے آغاز سے ہی مجالس کا اسلامی نقطہ نظر سے دعوتی اور تبلیغی پہلو پیدا ہو گیا۔ اسلام کی اعلانیہ تبلیغ کے ساتھ ہی رسول اکرم ﷺ نے اپنی مرتب کردہ مخصوص مجالس دعوت، کوہ صفا کے موقع پر ارشاد کے ساتھ ساتھ مجالس کعبہ کو بھی اپنے عظیم و جلیل مقاصد کی خاطر استعمال کیا۔ دوسری طرف قریشی اکابرین کی مجالس بھی رسول اکرم ﷺ کے ذکر خیر اور اسلام کے تذکرہ محمود سے خالی نہ ہوتی تھیں۔

حضور ﷺ نے دارارقم کو مسلمانوں کے اجتماع اور ابلاغ و تبلیغ کا مرکز بنا دیا۔ آپ ﷺ یہیں تشریف فرما رہتے، مسلمان آپ ﷺ کے پاس جمع ہوتے اور اسلام سے متعلق مسائل پوچھتے تھے۔ شعب ابی طالب کی محصوری تک اسلام میں اسی

کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے[137]۔ اس دور میں مجموعی طور پر مسلمانوں کی تعداد تقریباً 133 بن گئی۔ یہ وہ صحیح الفکر اور سلیم الفطرت لوگ تھے جنہوں نے محض دلیل اور افہام و تفہیم سے شرک جیسی برائی کو سمجھا، توحید کی حقیقت کو مانا، محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کیا، قرآن کریم کو کلام الہیٰ کی حیثیت سے اپنے لیے سرچشمہ ہدایت قرار دیا اور آخرت کی زندگی کو یقینی حقیقت سمجھا۔

عہد اسلامی میں رسول اکرم ﷺ کی مجالس خاص ہوتی تھیں، یہ زیادہ تر مروہ اور کبھی کبھار خانہ کعبہ کے قریب منعقد ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ ہر سال حج کے موسم میں حجاج کی منازل (جہاں وہ ٹھہرے ہوتے تھے یعنی عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز) میں تشریف لے جاتے اور ابلاغ و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے۔ یہاں تک کہ ان کے مختلف لالچ دے کر روکنے کے باوجود آپ ﷺ اپنے رب کے رسالت ان تک پہنچاتے رہے اور بدلے میں جنت کا وعدہ کرتے رہے[138]۔

مجالس بنوی کا مرکزی موضوع اسلام، رسول اللہ ﷺ کی شخصیت اور مکی سماج پر ان کے اثرات و نتائج ہوتے تھے۔ ان سے متعدد اسلامی تعلیمات، قرآنی آیات اور نبوی ارشادات کا پس منظر اور پیش منظر معلوم ہوتا ہے اور ساتھ ہی رسول اکرم ﷺ کی حکیمانہ تبلیغ وارشاد کا طریق کار بھی سیرت بنوی ﷺ کے زاویہ مطالعہ سے پتہ چلتا ہے، کہ اس عہد کے بیشتر واقعات و حادثات کا تعلق ان ہی مجالس سے ہے۔

اس حقیقت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ دعوت اور ابلاغ و تبلیغ نبوی میں رسول اکرم ﷺ کی مجالس کا کلیدی کردار رہا ہے۔ انہوں نے اسلام کی افہام و تفہیم اور نشرواشاعت کی راہیں کھولی تھی، دعوتِ اسلام کو عام و مشہور کیا تھا، اکابرین قریش پر اللہ تعالیٰ کی حجت تمام کی تھی، غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کیا تھا، اسلامی عقائد و افکار کو بہتر طریق سے سمجھا یا تھا، شعر و ادب اور تہذیب و تمدن کے غلط رجحانات کی روک تھام کی تھی، کلام الہیٰ اور کلام بنوی ﷺ کو منکروں اور اعراض پسندوں کے گوش گزار کیا تھا اور سب سے بڑھ کر اسلامی تحریک، دین و مذہب اور معاشرہ و ملت کو اتحاد و اتفاق بخشا، جس کی بنیاد

137۔ مودودی، سیرت سرور عالم، 2/208

138۔ الازھری، پیر کرم شاہ، ضیاء النبی، 2/295

توحید الہیٰ، رسالت محمدی، قیامت و آخرت کے عقائد اور نماز جیسے رکن اور فضائل اخلاق و تہذیب پر قائم تھی۔

قرآن ذریعہ تبلیغ:

اسلام کی نشرواشاعت کا سب سے مقدم اور اصلی معجزہ قرآن تھا۔ قرآن کریم نہایت موثر طریقہ سے عقائد و معارف اور اخلاق کی تلقین کرتا تھا۔ قرآن کریم عقائد، عبادات، اخلاق، اعمال اور روز مرہ زندگی کو اس موثر اور دلنشین انداز سے بیان کرتا تھا کہ دل میں گھر کر جاتا تھا اور رسم و عادات کا بند اس سیلاب کو کسی طرح روک نہیں سکتا تھا۔ تمام نامور اور بڑے بڑے صحابہ کرامؓ، بڑے بڑے روسائے قبائل، بڑے بڑے شعراء اور خطباء قرآن کریم سن کر اس کی اثر انگیزی سے ایمان لائے۔ کلام الہیٰ کے اعجاز بلاغت سے حضرت عمرؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت عثمانؓ بن معظون، حضرت جبیر بن مطعمؓ، طفیل بن عمر والدوسی، خالد العدوانی اور حبش کے کئی افراد تلاوت قرآن سے مسحور ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔

قریش نے اگرچہ جھوٹ کی مہم چلا کر پورے عرب کے لوگوں کو آپ ﷺ سے بد ظن کر دینے کی کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی، لیکن قرآن کریم ہی ابلاغ کا وہ ذریعہ ہے جس نے نہ صرف خود آپ ﷺ کو عرب میں مشہور کر دیا، بلکہ بہت سی سعید روحوں کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ بھی کر دیا اور قرآن کریم کا حسن بیان اور زور استدلال ہر سننے والے کو اندر ہی اندر متاثر کر رہا تھا۔ وہ سچائیاں جو اس کتاب نے بیان کی تھیں، ان کی وہ تردید نہیں کر سکتے تھے اور وہ دلائل جن سے اس فرقان حمید کے صفحات جگمگا رہے تھے ان کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے چلے گئے۔

بالمصافحہ ابلاغ:

رسول اکرم ﷺ نے حکم الہی کے مطابق رسالت کا پیغام میسر ذرائع ابلاغ سے پہنچایا۔ آپ ﷺ نے پہلے اللہ کا پیغام اس کی مخلوق تک پہنچانے کے لیے ذرائع ابلاغ کا جو طریقہ استعمال کیا، وہ براہ راست تبلیغ کا پہلو تھا۔ احمد حسن زیادت لکھتے ہیں کہ: نبی اکرم ﷺ نے پیغام کے لیے جو ذرائع استعمال کیے، ان میں سب سے پہلے تو لوگوں کو براہ راست دعوت دی۔ یہ دعوت پہلے پہل تو

خفیہ طور پر دی جاتی رہی اور جب اعلانیہ طور پر دعوت کا حکم ملا، تب بھی دیگر ذرائع استعمال کرنے کی بجائے براہ راست دعوت کو اپنائے رکھا۔ مثلاً مکہ مکرمہ جو عرب کا مرکزی مقام تھا اور اسے مذہبی، سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے مرکزیت حاصل تھی۔ بیت اللہ کا احترام عربوں کے دلوں میں نقش تھا۔ اس گھر کے زائرین اور حج کرنے والے دور دراز کے علاقوں سے چلے آتے۔ قریش کی سیادت اور برتری کو اکثر لوگ تسلیم کرتے تھے۔ عرب کی بڑی کاروباری منڈیاں مکے کے گرد و نواح میں تھیں۔ ان منڈیوں میں تاجروں کے علاوہ دیگر اہل فن بھی آتے اور اپنی مہارت کا مظاہرہ کرتے۔ چنانچہ یہ منڈیاں شعرا اور خطبا کے افکار و خیالات کی نشر گاہیں بننے لگیں[139]۔ نبی اکرم ﷺ فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لیے ان تجارتی مراکز اور حاجیوں کے پاس تشریف لے جاتے اور دنیا کی دلچسپیوں میں مصروف لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے۔

مولانا صفی مبارک پوری آپ ﷺ کی دعوت کی بابت لکھتے ہیں کہ: نبوت و رسالت کا اظہار سب سے پہلے اہل خانہ اور قریبی ساتھیوں سے کیا۔ اظہار و اعلان کے بعد قریبی رشتے داروں کو دعوت پر ان الفاظ میں بلانا کہ راہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمھاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا تم لوگ اس طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو تم سے اس کا حساب کیا جائے گا[140]

خطبات نبوی ﷺ ذریعہ تبلیغ:

لغوی اعتبار سے خطبہ کے معنی وعظ و نصیحت کے ہیں۔ روایتی طور پر خطبے میں عموماً وعظ و تذکیر، نیکی کی تلقین اور نصیحت ہی کی جاتی ہے۔ خطیب اپنی بات کو موثر بنانے کے لیے حتی المقدور منطق و استدلال، جوش و جذبات اور زبان و بیان کے جملہ ذرائع سے کام لیتا ہے[141]۔

دعوت و تبلیغ کے عمل میں رسول کریم ﷺ نے مختلف انداز ہائے کار سے استفادہ کیا، مختلف مواقع پر مختلف اسالیب

---

[139] ۔ زیادت، احمد حسن، تاریخ ادب و عربی (ترجمہ: عبد الرحمن طاہر، طبع غلام علی اینڈ سنز، کراچی)، ص 61

[140] ۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، ص 113

[141] ۔ رفیع الدین محمد، ڈاکٹر، ابتدائیہ، نقوش رسول و تبلیغ نمبر (ادارہ فروغ اردو، لاہور)، ش 130، ج 8، ص 13

اختیار کیے، مگر تقریر اور خطابت کا اسلوب ہر مرحلہ میں حاوی رہا۔ تقریر نبوت کا نہایت ضروری عنصر ہے، کسی بھی چیز کی تشریح اور توضیح میں اس کا کردار خاصی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ فریضہ رسالت و نبوت کے لیے خطابت کا وصف ضروری تھا۔ دین کے اسرار و حقائق کی تفہیم اور موثر پیرائے میں دوسروں تک بات پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ زبان رواں اور کلام پر قدرت حاصل ہو۔

محسن انسانیت ﷺ کو بارگاہ الٰہی سے خطابت کا یہ وصف کامل عطا کیا گیا تھا، چنانچہ آپ نے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی زبان مبارک سے فرمایا: "میں فصیح ترین عرب ہوں، میں کلمات جامع لے کر مبعوث ہوا ہوں۔ (اگرچہ عرب کے تمام قبیلے فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کرتے تھے، مگر دو قبیلے ایسے تھے جو اس وصف میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے، قریش اور بنو ہوازن۔ آپ نے بنو ہوازن کے ایک قبیلہ بنی سعد میں پرورش پائی تھی۔ آپ نے فرمایا) میں فصیح ترین ہوں، قریشی ہوں اور میری زبان بنو سعد کی زبان ہے"[142]۔

عرب معاشرے میں خطابت کے وصف کو بڑا اعزاز حاصل تھا، ان کی خطابت مسلم تھی، وہ اپنی فصاحت اور زبان آوری پر بڑے نازاں تھے، اپنی طاقت لسانی کے سامنے تمام دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے، اپنے آپ کو عرب اور دنیا کی تمام قوموں کو عجم تصور کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کو خطابت کی غیر معمولی صلاحیت سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے لہجے میں عربی فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔

حضور ﷺ کے خطابت کا انداز بالکل سادہ تھا اور تکلف و تصنع سے ماورا بالکل فطری نوعیت کا تھا۔ حالات کے تناظر میں موقع کی مناسبت سے خطبہ دیتے تھے، کبھی زمین پر کبھی منبر پر بیٹھ کر، کبھی درخت سے ٹیک لگا کر اور کبھی اونٹ پر سوار ہو کر جیسا بھی موقع پیش آیا آپ ﷺ نے خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے طویل خطبے بھی دیے مگر بالعموم آپ ﷺ کے خطبات مختصر ہوتے، تاکہ سامعین کی قوت ارتکاز قائم رہے اور وہ تھکان اور بوریت کا شکار نہ ہونے پائیں۔

---

[142]۔ ابن سعد، طبقات ابن سعد، بحوالہ سیرۃ النبی، از مولانا شبلی نعمانی، 2/ 123

حضور ﷺ کے خطبوں میں جلال کی کیفیت بھی ہوتی اور جمال کی بھی۔ اللہ کے قہر و غضب کی بات ہوتی تو جلال ظاہر ہوتا، اس کی رحمت اور جود و کرم کا ذکر ہوتا تو جمال نمایاں ہوتا۔ آپ ﷺ کے میٹھے میٹھے بول دل کی گہرائیوں میں اتر جاتے، دل و دماغ کی کایا پلٹ جاتی، ایسی حلاوت ہوتی جو دلوں کے تاروں کو جوڑتی اور روحوں کو سرشار کی دیتی، کلمات جامع ہوتے جیسے کوزے میں دریا بند کر دیا گیا ہو خطابت کی خصوصیات حکمت، دانش اور معنوی وسعت خطبہ میں سمٹ آتیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ کا طرز گفتگو بیان کرتی ہیں کہ:

((كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ)) [143]۔

"نبی کریم ﷺ کے کلام میں ترتیل اور ترسیل پائی جاتی تھی، آپ کی گفتگو میں ٹھہراؤ ہوتا تھا، اگر کوئی ان کے الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا"۔

نبی کریم ﷺ سادہ لفظوں، واضح جملوں اور مختصر ترکیبوں سے مطالب کو ذہن نشین کرا دیتے تھے۔ جمعہ کے خطبوں میں رسول کریم ﷺ عام طور پر زہد و رقاق، حسن اخلاق، خوف قیامت، عذاب قبر، توحید اور صفات الہیٰ بیان کرتے تھے۔ دوران ہفتہ کوئی مہتم بالشان واقعہ پیش آتا تھا تو اس کے متعلق ہدایت فرماتے تھے۔ اتفاقی خطبے ضرورت کے مطابق دیا کرتے تھے۔ آفتاب کو گرہن لگا اور اتفاق سے اسی دن آپ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم نے وفات پائی تھی، لوگوں نے اس وفات کو گرہن کے ساتھ جوڑنا چاہا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا جس کے پہلے جملے یہ تھے: حمد و ثنا کے بعد، لوگو! آفتاب و ماہتاب اللہ کی دو نشانیاں ہیں۔ وہ کسی کے مرنے سے تاریک نہیں ہوتے۔ آخر میں فرمایا میں نے دوزخ میں ابو تمامہ عمرہ بن مالک کو دیکھا تو یہ وہ لوگ تھے جو کہتے تھے کہ آفتاب و ماہتاب میں کسی بڑے آدمی کی موت سے گرہن لگتا ہے، حالانکہ وہ اللہ کی نشانیاں ہیں، جب تم گرہن دیکھو تو نماز کے لیے

---

[143]۔ امام ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، ح4839

کھڑے ہو جاؤ تا کہ وہ صاف ہو جائے[144]۔

نبی کریم ﷺ کے خطاب میں بلا کی تاثیر ہوتی، پتھر سے پتھر دل بھی ان کو سن کر چند لمحوں کے لیے موم ہو جاتے تھے۔ مکہ میں ایک دفعہ آپ ﷺ نے سورۃ النجم کی آیات تلاوت کر کے سنائیں تو یہ اثر ہوا کہ آپ کے ساتھ مسلمان تو مسلمان بڑے بڑے کفار بھی سجدہ میں گر پڑے۔

ہجرت کے ذریعہ ابلاغ و تبلیغ:

ابلاغ و تبلیغ اسلام کے مختلف مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ ہجرت بھی ہے۔ دعوت اور ابلاغ و تبلیغ بشارت و تنبیہ، تعلیم و تربیت، اصلاح و تزکیہ اور نظم و تنظیم کے سارے مراحل سے گزر کر ہم مقصد، ہم خیال اور ہم ذوق افراد ایک لڑی میں پروئے جاتے ہیں اور نظام غالب کے مد مقابل ایک مخالف اجتماعی قوت وجود میں آتی چلی جاتی ہے۔ ہجرت داعیان حق کے قلبی اور باطنی احساسات کی جغرافیائی تکمیل کرتی ہے۔ اللہ کے وہ بندے جو تبلیغ کا کام کرتے ہیں وہ باطل کے ماحول، حالات، فضا، معاملات اور پورے معاشرے سے باطنی طور پر متنفر اور بیزار تو پہلے ہی ہوتے ہیں اور جسمانی طور پر اس ماحول میں رہنے کے باوجود روحانی طور پر اس سے علیحدہ اور ممتاز رہتے ہیں پھر وطنی ہجرت ان کی باطنی ہجرت کی ظاہری تکمیل کا ہی ذریعہ بنتی ہے۔ اس طرح باطنی مہاجر پھر وطنی مہاجر بھی بن جاتے ہیں۔ یہ ہجرت تکالیف و شدائد کی افراط کے باوجود ان کی آرزوں کی تکمیل کا ذریعہ بنتی ہے[145]۔

ہجرت اس بات کی ضامن ہوتی ہے کہ جذبہ کو بیدار کرے، ماحول کو ساز گار کرے، حالات کو تبدیل کرے اور تحریک اسلامی کی جدوجہد کے لیے نئی فضا اور نئے حالات پیدا کرے، حق کا شجر طیبہ باطل کے شجر خبیثہ کے سائے میں پرورش نہیں پا سکتا۔

144۔ سید شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، 2/50

145۔ گیلانی، سید اسد، ہجرت رسول، نقوش رسول نمبر (ادارہ فروغ لاہور، جنوری 1982ء)، ش130، ج8،، ص258

ہجرت اسلامی تحریک کو ایک زور دار پیش قدمی کا موقع فراہم کرتی ہے۔ ایک بہت بڑی چھلانگ جو باطل کے سر کے اوپر سے نکل جائے اور ساز گار فضا میں خیمے گاڑ دینے کا کام دیتی ہے اس لیے کہ حق ایک نظام زندگی بن کر ہی نکھرتا اور سنورتا ہے۔ اس کے شیریں پھل، خوشنما پھول، سایہ دار شاخیں، دلکش کلیاں، دلفریب غنچے، ہر کیف خوشبو، ٹھنڈا سایہ اور پر بہار کیف زندگی اس کے مکمل نفاذ کے بعد ہی اپنی حقیقی صورت میں رونما ہوتے ہیں۔ کسی نظام کے حقیقی نفاذ کا مرحلہ ہجرت کے بعد ہی سنورتا ہے۔ اور ایک آزاد فضا میں ہی اس کی خوبیاں دل کو بھاتی اور برکات زندگی کو سنوارتی ہیں۔ اگر کسی نظام زندگی کو عملی نفاذ میسر نہ آئے تو اس کے سارے خواب ادھورے رہ جاتے ہیں اور اس کی حقانیت پر عملی دنیا کے لوگوں کو مطمئن کرنا بہت دشوار ہو جاتا ہے ہجرت نفاذ نظام کے لیے ایک شاہراہ کا کام دیتی ہے[146]۔

غلبۂ اسلام کے لیے فرد کی اصلاح پہلا قدم ہے، تو معاشرے کی اصلاح دوسرا قدم ہے اور دیار کفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنا تیسرا قدم ہے۔ ان مراحل سے گزر کر ہی اسلام کا حیات آفرین اور زندگی بخش نظام قائم ہوتا ہے۔

خطوط ذریعہ ابلاغ:

6 ہجری تک رسول کریم ﷺ کی تمام تر جدوجہد اندرون عرب مرکوز رہی۔ معاہدۂ حدیبیہ نے سب سے بڑے دشمن مشرکین مکہ کو پابند کر دیا تو بعثت کے 19 ویں برس کے بعد دعوت و تبلیغ کا دائرہ وسیع کر دیا گیا۔ پیغام حق کو بیرون عرب پھیلا دیا گیا۔ بین الاقوامی سطح پر سفارتیں روانہ کی گئیں۔ اس وقت کی عظیم طاقتور حکومتوں کے سربراہان کو اسلام کے پیغام کا ابلاغ کیا گیا۔ ان کے علاوہ اطراف و جوانب کی چھوٹی بڑی حکومتوں کو بھی اسلام کا پیغام پہنچایا گیا[147]۔ تعلیمات نبوی ﷺ کا زیادہ تر حصہ زبانی ہے، جسے صحابہ کرامؓ نے سینوں میں محفوظ رکھا اور پھر یہ امانت امت تک پہنچائی۔ کچھ حصہ خود رسول اکرم ﷺ نے تحریر کروا کر ہماری رہنمائی کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ یہ گرانقدر سرمایہ معاہدات، مکتوبات اور فرامین کی شکل میں محفوظ ہے۔ خوش قسمتی سے ان

146۔ اصلاحی، امین احسن، دعوت حق کے مراحل (ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، جنوری 1947ء)، ج30، عدد2، ص73 تا75

147۔ مصباح الدین شاہ، سیرت احمد مجتبیٰ، 3/111 - 117

میں چند اصل نامہ ہائے مبارک دستیاب ہو گئے ہیں اور ان سے اسلامی ریاست کے اصول اخذ کئے گئے۔ ان تمام خطوط کا پیغام ایک لیکن طرزِ تحریر جداگانہ ہے۔ مکتوب الیہ کے مرتبہ، ذہنیت اور ماحول کے لحاظ سے جامع اور دلنشین انداز میں دعوت دی گئی ہے۔ یہ اپنے زمانہ کے عظیم، مطلق العنان، شان و شوکت والے سلاطین اور امراء ہیں۔ وسیع اور عظیم الشان مملکتیں ان کے زیر نگیں ہیں۔ ان کو مخاطب کرنے کا جرأت مندانہ اقدام سوائے نبی کریم ﷺ کے کوئی اور نہیں کر سکتا۔

عہد رسالت میں مہر تمام مراسلوں، پیغاموں، تحریروں اور حکم ناموں پر لگائی جاتی رہی۔ رسول کریم ﷺ نے کاتب کو طلب فرما کر چھ بادشاہوں کے نام مکتوب لکھوائے، یہ خطوط خط کوفی میں لکھے گئے[148]۔ پھر انہیں ایک ہی دن چھ قاصدوں کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ یہ رسول کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا کہ آپ ﷺ نے جس قاصد کو جس ملک کے حکمران کی طرف روانہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کو اس ملک کی زبان کا ماہر بنا دیا کہ بے تکلفی سے وہ اظہار مدعا کر سکے[149]۔ رسول کریم ﷺ نے مکاتب میں اسلام کو اس حیثیت سے پیش فرمایا کہ یہ ساری دنیا کے لیے ہے اور اس کا خطاب مشرق و مغرب اور عرب عجم سب سے ہے۔ آپ ﷺ نے سربراہان ممالک کو دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کریں اور اس کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوں، اگر وہ اس کا انکار کریں گے تو آخرت میں اپنی اور اپنے ماتحت افراد کی گمراہی کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑے گا اور دنیا میں بھی اس کے نتائج کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ نے یہ مکاتب جس مقصد کے لیے لکھے اسے حضرت انسؓ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَإِلَى قَيْصَرَ وَإِلَى النَّجَاشِيِّ وَإِلَى كُلِّ جَبَّارٍ، يَدْعُوهُمْ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى)) [150]

"نبی کریم ﷺ نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور سرکش حکمرانوں کو خطوط لکھے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔"

148۔ احمد حسن الدین، علوم القرآن، ص18

149۔ سیوطی، خصائص الکبریٰ، 2/17

150۔ القشیری، صحیح مسلم، کتاب الجھاد والسیر، باب کتاب النبی ملوک الکفار، ح4609

حضور ﷺ کے مکاتب خالص دعوتی نوعیت کے تھے، ان میں اسلام کو قبول کرنے کی براہ راست دعوت دی گئی تھی حبش کے بادشاہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ایران کے بادشاہ نے اس خط کو غصہ سے چاک کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ یوں ہی اس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ یہ پیشگوئی حرف حرف پوری ہوئی۔ شاہ مصر نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا لیکن حضور ﷺ کے خط کا بہت شائستگی سے جواب دیا۔ قیصر روم اس وقت ساری مشرقی عیسائی دنیا کا تاجدار تھا، اس نے خط پا کر حکم دیا کہ حجاز کے سوداگر اگر کہیں ملیں تو ان کو بلواؤ۔ اس کام کے لیے وہ شخص ہاتھ آیا جو اس وقت اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا، یعنی ابوسفیان۔ ابو سفیان اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قیصر کے دربار میں حاضر کئے گئے۔ قیصر نے ابو سفیان سے حضور ﷺ کے خاندان، نبوت، ماننے والوں، عہد کی پاسداری اور آپ ﷺ کے موضوع دعوت کے بارے میں سوالات کئے۔ ابو سفیان نے تمام سوالات کے سچ سچ جوابات دے دیئے۔ قیصر ابوسفیان کے جوابات سن کر بول اٹھا کہ اگر تم نے سچ کہا ہے تو ایک دن آئے گا کہ وہ میرے پاؤں کے نیچے کی مٹی پر بھی قبضہ کر لے گا۔ اگر ہو سکتا تو میں جاتا اور اس کے پاؤں دھوتا[151]۔

عرب کے کئی رئیسوں نے اسلام کو قبول کیا۔ بحرین میں اسلام کا پیغام اس سے پہلے پہنچ چکا تھا اور عبدالقیس کا قبیلہ یہاں مسلمان ہو چکا تھا۔ حبش کے جانے والے مسلمانوں کے ذریعے سے اس ملک میں بھی اسلام پھیل رہا تھا، بلکہ یمن کے کناروں تک اس کی آواز پہنچ چکی تھی۔ اوس کا قبیلہ بہت پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ اشعر کا قبیلہ بھی اسلام کا نام لینے لگا تھا۔ عمرو بن عنبسہ جو سلیم کے قبیلہ سے تھے، گو مکہ ہی کے زمانہ سے مسلمان ہو چکے تھے۔ ان کے لوگوں کی زبانی مدینہ میں اسلام کی ترقی معلوم ہوئی تو مدینہ آکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ غفار کا آدھا قبیلہ، حضرت ابوذر غفاریؓ کی تبلیغ سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا اور آدھا اس وقت مسلمان ہوا جب آپ ﷺ مدینہ آئے۔ جہینہ کے قبیلے نے ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ اسی طرح اسلم، مزینہ اور اشجع کے قبیلوں نے اس سچائی کی آواز پر لبیک کہا[152]۔

---

[151]۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، 4/180

[152]۔ گولن، محمد فتح اللہ، محمد نور سرمدی فخر انسانیت، مترجم: محمد اسلام، 1/228

جن بادشاہوں نے اسلام قبول کیا ان کے ممالک میں تو اسلام پھیلا ہی مگر جن بادشاہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، ان کے ممالک میں بھی اسلام کا چرچہ ضرور ہو گیا اور دعوتی خطوط بھیجنے کا حضور ﷺ کا سب سے اہم اور مقدم مقصد بھی یہی تھا۔ جس میں آپ ﷺ کو کامیابی نصیب ہوئی۔

دفود و سفارت ذریعہ ابلاغ:

دعوت توحید کو دلنواز اور روح پرور صدا اکیس بائیس برس سے گونج رہی تھی۔ وہ لوگ جنہیں فطرت سلیمہ کی نعمت سے بہرہ ور کیا گیا تھا وہ کفر و شرک کی زنجیروں کو توڑ کر ہادیٔ برحق کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور توحید کی شراب طہور سے اپنی تشنگی کا درمان کرتے۔ 8ھ میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح مبین سے سرفراز کیا اور اسی روز قریش مکہ کے اکثر سرکردہ افراد نے سر اطاعت خم کر دیا، سردار الانبیاء کے دست مبارک پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ملہ اور سید الرسل کی رسالت عامہ پر بیعت کی۔ قبائل عرب کے اسلام قبول کرنے کے راستہ میں حائل آخری چٹان بھی چور چور ہو گئی۔ اب اسلام کا آفتاب مہتاب اپنی سنہری کرنوں سے ہر تاریک دل کو منور کرنے لگا[153]۔ آپ کے مکتوب اور سفراء کے نام یہ ہیں:

مکتوب الیہ	سفراء
1۔ نجاشی (شاہ حبشہ)	عمرو بن امیہ الضمریؓ
2۔ ہرقل (قیصر روم)	وحیہ بن خلیفہ الکلبیؓ
3۔ خسرو پرویز (شاہ فارس)	عبداللہ بن حذافہ السھمیؓ
4۔ مقوقس (شاہ مصر)	حاطب بن بلتعہؓ
5۔ ھوذہ بن علی الحنفی (والی یمامہ)	سلیط بن عمرؓ والعامری

[153]۔ پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی، 4/647

6۔ حارث بن ابی شمر الغسانی (والی دمشق) شجاع بن وھب الاسعدیؓ[154]

عرب کے دور دراز خطوں سے قبائل کے وفود کا تانتا بندھ گیا۔ یہ قبائل اپنے معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور نظریاتی پس منظر کے باعث ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ ان میں کوئی درشت مزاج تھا اور کوئی نرم خو۔ حاضری کے وقت بعض کے دل اسلام کی عداوت و عناد سے لبریز تھے اور بعض اپنے اندر قبول اسلام کا جذبہ لے کر حاضر ہوئے تھے، کوئی معترض بن کر آیا تھا اور کوئی دعوت حق کو سمجھنے کے لیے حاضر ہوا تھا، کوئی اپنی مادی زندگی کی مشکلات کا حل دریافت کرنے کے لیے آیا تھا تو کوئی اپنی روحانی ترقی کا آرزو مند تھا۔ چنانچہ تمام وفود باہم متصادم خواہشات اور متضاد مطالبات کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے۔ لیکن حضور ﷺ کی بارگاہ رحمت سے کوئی بھی تہی دامن واپس نہیں لوٹا۔

جہاد کے ذریعہ ابلاغ:

جہاد کا لفظ جہد 'کوشش و سعی کرنا' سے مشتق ہے[155]۔ اصطلاحاً خود کو برے کاموں سے بچنے اور دوسروں کو برے کاموں سے روکنے کے لیے سعی بلیغ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ برے کاموں یا ظلم و فساد سے بچنے اور دوسروں کو روکنے کی یہ کوشش انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ انفرادی جہاد کو پر امن ذریعہ جہاد بھی کہہ سکتے ہیں[156]۔ اسلام میں تبلیغ دین سب سے بڑا جہاد ہے جس میں مبلغ اپنی ہر کوشش یعنی مال، جان، اولاد، وقت اور آرام کو قربان کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں جہاد نے رابطے کے ایک ذریعہ کے طور پر اہم کردار ادا کیا۔ اسلام میں جہاد مختلف جہتوں پر محیط ہے، جس میں ذاتی بہتری کے لیے کوشش کرنا، عقیدے کا دفاع کرنا، انصاف کو فروغ دینا اور دوسروں کے ساتھ پر امن معاملات کو فروغ دینا شامل ہے۔

جہاد کا آغاز ایک مسلمان کی ذاتی جدوجہد سے ہوتا ہے تاکہ خود کو اخلاقی اور روحانی طور پر بہتر بنایا جا سکے۔ پیغمبر محمد ﷺ

154۔ مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (المکتبہ السلفیہ، لاہور، مئی 2002ء)، ص490

155۔ فیروز الدین، فیروز اللغات، ص263

156۔ گیلانی، عبد الرحمان، نبی کریم ﷺ بحیثیت سپہ سالار (مکتبہ السلام، لاہور، جولائی 2003ء)، ص14

نے اندرونی تطہیر اور خود نظم وضبط کی اہمیت پر زور دیا، اپنے پیروکاروں کو مسلسل خود کی عکاسی اور خود کی بہتری میں مشغول ہونے کی ترغیب دی۔ روحانی ترقی کے لیے اپنی وابستگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مؤثر طریقے سے اپنے ساتھیوں کو ذاتی جہاد کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں جہاد کے مرکزی عناصر میں سے ایک اسلام کے پیغام کو پھیلانا تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے مختلف قبائل اور خطوں میں اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے مشنری سفر کا آغاز کیا۔ پرامن رابطے اور مکالمے کے ذریعے انہوں نے توحید، سماجی انصاف اور ہمدردی کے اصولوں پر زور دیتے ہوئے لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ حضور ﷺ کے معاملات نے جہاد کے میدان میں نئی مثال قائم کی۔ جو قبائل آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ ان کی خوب مہمان نوازی کرتے، ان کو مختلف حقوق دیئے جاتے اور واپسی پر ان نو مسلم قبائل کی تعلیم و تربیت کے لیے مبلغ بھی ان کے ساتھ کر دیئے جاتے۔ یہ مبلغ ان قبیلوں کی بری عادات کو مٹاتے اور انہیں راہ حق پر لانے کے لیے ہر ممکن اقدام اٹھاتے[157]۔ آپ ﷺ نے یہودیوں، عیسائیوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ پرامن تعلقات، باہمی افہام و تفہیم اور بقائے باہمی کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اعمال کے ذریعے متنوع مذہبی گروہوں کے ساتھ باعزت رابطے کو اسلامی تعلیمات کا ایک لازمی پہلو قرار دیا۔

حضور ﷺ کے ہدایت یافتہ صحابہ کرامؓ نے تبلیغ اسلام میں بھرپور ساتھ دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو جہاد کی ایک شکل کے طور پر تحریری اور مواصلات میں مشغول ہونے کی ترغیب دی۔ انہوں نے قرآنی آیات اور نبی کریم کے اقوال کو دستاویزی شکل دی اور آئندہ نسلوں کے لیے اسلام کے علم کو محفوظ رکھا۔ مواصلات کی اس تحریری شکل نے وقت اور جغرافیائی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اسلامی پیغام اور اصولوں کی درست ترسیل کو یقینی بنایا۔ اگرچہ دفاعی جنگ اکثر جہاد کے ساتھ منسلک ہوتی ہے، لیکن حضور ﷺ کے دور میں اس کے سیاق و سباق اور مقصد کو سمجھنا ضروری ہے۔ دفاعی جہاد کا مقصد نوزائیدہ مسلم گروہوں کو ظلم و ستم سے بچانا اور اسلام کے ابلاغ اور اس پر عمل کرنے کی آزادی کی حفاظت کرنا ہے۔ یہ جارحیت کی شکل نہیں تھی

157۔ علی، سید امین، تاریخ اسلام (اردو اکیڈمی، لاہور)، ص 65

بلکہ انصاف، مذہبی آزادی اور اپنے دفاع کے اصولوں کی حفاظت کے لیے جواب تھا۔

حضور ﷺ نے اپنے عہد میں درجہ بالا ذرائع کو استعمال میں لا کر اللہ کے پیغام کو بنی نوع انسان تک پہنچایا اس کے لیے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکالیف اور اذیتیں برداشت کرنا پڑیں لیکن ان کے باوجود آپ ﷺ کے عزم واستقلال میں ذرابرابر بھی کمی نہ آئی۔ یہ وہ ذرائع ہیں جن کو استعمال میں لا کر دین کو مستقل بنیادیں فراہم کیں۔ دنیا میں ہدایت عام ہوگئی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔ حضور ﷺ نے ذاتی جدوجہد، پرامن مواصلات، مشنری کوششیں، دوسرے عقائد کا احترام، انصاف اور مساوات کو فروغ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جہد مسلسل نے اسلام کے پیغام کو پھیلایا، متنوع برادریوں کے ساتھ پرامن تعلقات قائم کیے، انصاف اور ہمدردی کی اقدار کو برقرار رکھا۔ غرض اپنے ہر فعل و عمل سے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی حقانیت کا یقین دلایا۔ اسلام نے مسلمانوں کے لیے ایک مکمل اور جامع نظام حیات کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے بہت قلیل وقت میں عرب پر چھائی ہوئی ظلم وجہالت کی تاریکی کو علم ونور کے اجالوں سے منور کر دیا۔ عرب کے تمام تعصبات جاہلیت کو ختم کر کے عالم گیر اخلاقی، روحانی، سیاسی اور تہذیبی نظام کی بنیاد رکھی۔

باب سوم

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ

فصل اول: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اور ان سے متعلق قوانین

فصل دول: صحافت و ابلاغ کے قوانین میں اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ

باب سوم

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ

فصل اول:

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اور ان سے متعلق قوانین

ذرائع ابلاغ کسی بھی جمہوری ریاست میں آئینی، سماجی اور اخلاقی مسائل کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنے والے اہم ادارے ہوتے ہیں۔ یہ ادارے اشاعتی ہوں یا نشریاتی دونوں صورتوں میں ان کی اہمیت مسلم ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے برصغیر پاک و ہند میں انگریز سرکار کے صحافتی قوانین[158] رائج تھے۔ انگریزوں کے صحافتی قوانین مسلمانوں کو آزادی کے بعد وراثت میں ملے، تاحال بننے والے تمام قوانین میں انہی انگریز حکومت کے قوانین کی جھلک نظر آتی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد انگریز سرکار کے ترتیب شدہ قوانین میں کچھ ردوبدل کر کے "صحافتی قوانین 1947ء" پاکستان میں نافذ العمل ہو گئے۔

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے سرکاری ادارے

ایک آزاد اور جمہوریت پسند معاشرے میں صحافت و ابلاغ کے ذرائع اہم اور کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ صحافت و ابلاغ رائے عامہ کی تشکیل، معلومات کو پھیلانے، سماجی اصول واقدار کو متاثر کرنے اور دنیا بھر کے لوگوں کو جوڑنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان ایک مختلف النوع اور متحرک ثقافتی اور تاریخی پس منظر کا حامل ملک ہے، جہاں صحافت و ابلاغ تعلیم اور تفریح کے لیے ایک طاقتور ذریعہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ برق رفتار تکنیکی ترقی اور ایک دوسرے سے جڑے ہوئے عالمی نیٹ ورکس کے

---

[158] ۔ انڈین پریس ایکٹ 1922ء، قانون تحفظ ریاست ہائے ہند 1934ء، ڈیفینس انڈیا رولز 1940ء اور تعزیرات ہند کی چند دفعات

ذریعے صحافت و ابلاغ کے ذرائع اپنی روایتی حدود سے آگے نکل کر ایک بااثر قوت بن گئے ہیں، جو تاثرات کو تشکیل دیتے، معلومات کو پھیلاتے اور معاشروں کے تانوں بانوں کو جوڑتے ہیں۔ موجودہ دور میں ذرائع صحافت و ابلاغ ہماری زندگیوں میں ایک آئینہ کا کردار ادا کرتے ہیں، یہ معاشرتی حرکیات کی عکاسی کرتے اور اس بیانیے کو تشکیل دیتے ہیں جو ہمارے خیالات اور اعمال کی رہنمائی کرتے ہیں۔ قیامِ پاکستان سے تاحال صحافت و ابلاغ کے ادارے اور ان سے متعلق قوانین کا جائزہ درج ذیل ہے:

سنٹرل پریس سپیشل پاور ایکٹ 1947ء:(Central Press Special Power Act)

یہ ایکٹ "پاکستانی صحافتی قوانین 1947ء" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس ایکٹ کی رو سے صحافتی قوانین سے روگردانی کرنے والوں کے خلاف مقامی انتظامیہ کو سماعت کرنے کا اختیار تفویض کیا گیا۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ اس قانون کی وجہ سے اخبار "زمیندار" لاہور کو قانون کی خلاف ورزی کرنے پر سنسر کیا گیا۔ اس نے کشمیری پالیسی کے کچھ پہلوؤں پر اعتراضات کئے تھے۔

یہ قانون ساز ایکٹ تھا اس کا مقصد سیاسی بدامنی اور پاک و ہند کی تقسیم میں پریس کو منظم کرنا تھا۔ اس کے تحت حکومت کو خبروں کے مواد کو کنٹرول اور سینسر کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ تاہم امن عامہ، قومی سلامتی اور فرقہ ورانہ ہم آہنگی کے لیے نقصان دے معلومات کی اشاعت کو روکنا مقصد تھا۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے بعد بدلتے ہوئے سیاسی منظر نامے کے مطابق اس ایکٹ میں نظر ثانی اور ترامیم کی گئیں۔ حکومت پاکستان صحافت کو یقینی بنانے اور سماجی استحکام کو برقرار رکھتے ہوئے مختلف قوانین کے ذریعے صحافت کے شعبے کو منظم کرتی رہی۔ چنانچہ یہ ایکٹ اپنے وقت کے سیاق وسباق کے حوالے سے ایک خاص اور تاریخی قانون سازی ہے، جس کے ذریعے آزادئ صحافت اور معلومات تک کی رسائی کے حق کو یقینی بنانے پر زور دیا گیا۔

پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن: (Pakistan Television Corporation)

پاکستان ٹیلی ویژن ایک سرکاری اور پاکستان میں ذرائع ابلاغ کے سب سے بڑے اداروں میں سے ایک ہے۔ یہ ادارہ 1964ء میں قائم ہو کر حکومت کی سرکاری آواز اور پاکستانی عوام کے لیے خبروں اور تفریح کا ایک بڑا ذریعہ بن گیا۔ پی ٹی وی کا قیام

بین الاقوامی میڈیا کی اجارہ داری کا مقابلہ کرنے اور مقامی مواد کی تخلیق کے لیے پلیٹ فارم فراہم کرنے کے لیے کیا گیا تھا[159]۔ پی ٹی وی نے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی ثقافت، زبان اور روایات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پی ٹی وی کی افتتاحی نشریات، مواصلات، معلومات کی ترسیل اور ثقافتی نمائندگی نے ملک کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل کی بنیاد ڈالی۔

پی ٹی وی محض تفریح سے بالاتر ہو کر ایک ثقافتی پل کے طور پر کام کرتا ہے، جو شہری اور دیہی برادریوں کو جوڑتا اور انھیں ایک مشترکہ شناخت فراہم کرتا ہے۔ پی ٹی وی مختلف عمر کے لوگوں، زبانوں اور دلچسپیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈراموں، سیٹ کامز، میوزک شوز اور پاکستانی زندگی، اقدار اور روایات کی عکاسی کرنے والی دستاویزی فلموں کے ذریعے مقامی ٹیلنٹ کو پروان چڑھانے میں کلیدی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ پی ٹی وی کے سب سے یادگار پہلوؤں میں سے ایک اس کا تعلیمی مواد ہے۔ یہ چینل دور دراز کی آبادیوں کے لیے لائف لائن رہا ہے۔ اس نے صحت، زراعت، تعلیم اور سماجی مسائل پر معلوماتی پروگرام نشر کر کے عوام میں بیداری پیدا کرنے اور معاشرے کے پسماندہ طبقات کو بااختیار بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

پاکستانی معاشرے پر پی ٹی وی کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ اس نے مختلف لسانی، ثقافتی اور نسلی پس منظر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اکٹھا کرتے ہوئے ایک متحد قوت کے طور پر کام کیا ہے۔ پی ٹی وی نے سیاسی پیش رفت سے لے کر کھیلوں کی فتوحات تک اہم قومی تقریبات کی کوریج کر کے جشن اور مشکلات کے لمحات میں قوم کو متحد کیا ہے۔ پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن ایک نشریاتی ادارے سے زیادہ پاکستان کے ثقافتی ورثہ کا نگہبان، قومی یکجہتی کو فروغ دینے والا اور معلومات کی ترسیل کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

پی ٹی وی کے پاس چینلز کا ایک وسیع نیٹ ورک ہے جس میں پی ٹی وی ہوم، پی ٹی وی نیوز، پی ٹی وی اسپورٹس، پی ٹی وی گلوبل، پی ٹی وی ورلڈ اور پی ٹی وی پارلیمنٹ شامل ہیں۔ یہ چینلز خبروں، حالات حاضرہ، ڈراموں، دستاویزی فلموں اور کھیلوں سمیت متعدد پروگرام نشر کرتے ہیں۔ پی ٹی وی نے اپنے خبروں اور حالات حاضرہ کے پروگراموں کے ذریعے قومی یکجہتی کو فروغ دینے اور قومی اہمیت کے مسائل کو اجاگر کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ پی ٹی وی نے اپنی پوری تاریخ میں بے شمار مشکلات کا سامنا کیا ہے

---

[159] ۔ ملک، احمد مجتبیٰ، میڈیا، اسلام اور دور جدید، ص 319

جن میں سیاسی مداخلت، مالی رکاوٹیں اور تکنیکی ترقی شامل ہیں۔ ان مشکلات کے باوجود پی ٹی وی نے بدلتے وقت وحالات کے ساتھ مطابقت اور ارتقاء جاری رکھا اور پاکستانی عوام کے لیے معلومات اور تفریح کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔

پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن / ریڈیو پاکستان:(Pakistan Broadcast Corporation)

پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن ایک سرکاری نشریاتی ادارہ ہے جو وزارت اطلاعات ونشریات کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کا قیام پاکستان کے قیام سے چند ماہ قبل 1947ء میں عمل میں لایا گیا تھا، تب سے یہ اپنے سامعین کو خبریں، حالات حاضرہ، تفریح اور تعلیمی پروگرام فراہم کر رہا ہے۔ ریڈیو پاکستان کے سٹیشنوں کا نیٹ ورک ملک بھر میں واقع ہے، جو شہری اور دیہی دونوں علاقوں کا احاطہ کرتا ہے۔ پاکستانی آبادی کی متنوع لسانی اور ثقافتی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اس کے پروگرام اردو، انگریزی، پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو اور کشمیری سمیت متعدد زبانوں میں نشر کئے جاتے ہیں۔

ریڈیو پاکستان کی ایک اہم خصوصیت اس کی خبروں اور حالات حاضرہ کی پروگرامنگ ہے۔ تنظیم کے پاس تجربہ کار صحافیوں کی ایک ٹیم ہے جو ملک کے مختلف حصوں سے خبریں اکٹھی کرتی ہے اور اسے منصفانہ، معروضی اور متوازن انداز میں سامعین کے سامنے پیش کرتی ہے۔ نیوز بلیٹن قومی، بین الاقوامی، سیاست، کھیل، موسم اور کاروبار وغیرہ کی خبروں کا احاطہ کرتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان خبروں اور حالات حاضرہ کے علاوہ دیگر پروگرام بھی تیار کرتا ہے، جن میں ڈرامے، میوزک شوز، تعلیمی اور مذہبی پروگرام شامل ہیں[160]۔ ان پروگراموں کا مقصد سامعین کو تفریح اور تعلیم فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان کے ثقافتی ورثے کو فروغ دینا ہے۔

حالیہ برسوں میں ریڈیو پاکستان نے وسیع تر سامعین تک رسائی کے لیے آن لائن اسٹریمنگ اور براڈکاسٹنگ سمیت کئی نئے اقدامات بھی شروع کیے ہیں۔ ریڈیو پاکستان نے براڈکاسٹنگ انڈسٹری میں جدید ترین تکنیکی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنی سہولیات اور آلات کو بھی جدید بنایا ہے۔ مجموعی طور پر ریڈیو پاکستان صحافت کا ایک اہم ادارہ ہے، جو اپنے سامعین کو اہم معلومات اور تفریح

160۔ ڈاکٹر وسیم اکبر، ذرائع ابلاغ اور اسلام، ص 51

فراہم کرتا ہے۔ صحافتی اخلاقیات کو برقرار رکھنے اور عوام کو معروضی اور درست معلومات فراہم کرنے کے اس کے عزم نے اسے خبروں اور معلومات کے ایک قابل اعتماد اور معتبر ذریعہ کے طور پر شہرت بخشی ہے۔

پبلک سیفٹی آرڈیننس 1947ء:(Public Safety Ordinance)

یہ آرڈرینس انگریز حکومت کا بنایا ہوا تھا۔ اس قانون میں اخبار کے ساتھ مطبع خانوں کے لیے بھی قوانین موجود تھے۔

سکیورٹی ایکٹ 1953ء:(Security Act)

پبلک سیفٹی آرڈیننس کو قائد اعظم کے انتقال کے بعد منسوخ کر کے "سکیورٹی ایکٹ 1923ء کو 1952ء میں نافذ کر دیا گیا۔ یہ خالصتاً انگریز حکومت کا مرتب شدہ قانون تھا، جو پاکستان میں جوں کا توں نافذ کیا گیا۔ پھر اگلے ہی برس "سکیورٹی ایکٹ 1953ء" کو نافذ کر دیا گیا۔ جس کے تحت دفاع و سلامتی کو مشکل سے دوچار کرنے والے اخبار اور رسائل و جرائد کو خاص مدت تک بند کر کے اس کی خبروں کے ذرائع سے انکوائری کی جا سکتی تھی اور سنسر شپ لگا سکتے تھے[161]۔

کمیشن کی رپورٹ 1954ء:(Commission Report)

حکومت وقت نے ستمبر 1954ء میں لاہور ہائی کورٹ کے جج[162] کی سرپرستی میں 11 رکنی کمیشن تشکیل دیا۔ جس نے 31 مارچ تک حکومت کو درج ذیل امور کے متعلق رپورٹ پیش کرنی تھی:

i. پاکستان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے دیگر جمہوری ممالک کے قوانین کا جائزہ اور ترمیم و نظر ثانی سے متعلق سفارشات پیش کرنا۔

ii. اخبارات اور رسائل و جرائد کے انتظام و انصرام کے جائزہ کی رپورٹ۔

---

[161] . Marco Mezzera and Safdar Sial, Media and Governance in Pakistan: A Controversial yet Essential Relationship, P:13 (This initiative is Funded by the European Union).

[162]۔ جسٹس خورشید الزمان

iii. خبر رساں ایجنسیوں کا جائزہ لے کر سفارشات مرتب کرنا جن کی مدد سے رپورٹنگ کے لیے خبریں معروضی اور بلا تاخیر میسر ہوں۔

iv. ملک میں اخبار کے لیے کاغذ کا جائزہ لینا۔

v. صحافیوں میں پیشہ ورانہ معیار کو حاصل اور برقرار رکھنے کے لیے سفارشات تیار کرنا۔

vi. صحافیوں کی تنظیموں اور کمیٹیوں کے معمول کا جائزہ اور رپورٹ کی تیاری۔

vii. طباعت کی صورتحال، سہولتوں اور مشینوں کے مسائل کا جائزہ اور رپورٹ کی تیاری۔[163]

اخبارات کی جانب سے اس کمیشن کو اعتراضات سے دوچار ہونا پڑا۔ اس میں صحافیوں اور اخبارات کی غیر مناسب نمائندگی کی بناء پر بائیکاٹ اور از سرِ نو تشکیل دینے پر زور دیا گیا۔

آرڈیننس 1960ء:(Ordinance)

1957ء میں کمیشن کو توڑ کر اکتوبر 1958ء میں نئے آرڈیننس کا اعلان کر دیا۔ اس کمیشن کو اپنی رپورٹ حکومت کو پیش کرنے کے لیے ایک سال کا عرصہ دیا گیا۔ 1959ء میں پیش کی جانے والی رپورٹ کا خلاصہ درج ذیل ہے:

i. سب کو اخبار کی چھپائی کا ڈیکلریشن جمع کرانے کا اختیار۔

ii. ڈیکلریشن جمع کرانے والے کا خاص معیار۔

iii. ڈیکلریشن کے لیے ناشر کی مالی حالت۔

iv. صحافیوں کی تنخواہ مقرر کرنے کا مشورہ۔

درج بالا سفارشات کو اپریل 1960ء میں آرڈیننس کی صورت میں نافذ کر دیا گیا۔ پاکستان میں صحافیوں کو پہلی بار تنخواہ اور

---

[163] . Niazi, Zamir, The press in chains (Royal book company, Karachi, 1987),P:56

مراعات کے حقوق حاصل ہوئے۔[164]

پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس 1963ء:(Press and Publication Ordinance)

یہ آرڈیننس صدر ایوب خان کی حکومت نے 1960ء میں تیار کیا۔ تاریخ میں یہ "کالا پانی" کے نام سے مشہور ہے۔ صحافیوں کے مطابق صدر نے حکومت کا احتساب کرنے والے اداروں کے اختیارات محدود کر کے ان کے گرد اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اس قانون کی اکثر دفعات کی استحکام اور ترقیٔ وطن کے لیے اشد ضرورت تھی۔

کاپی رائیٹ ایکٹ 1962ء: (Copyright Act)

تقسیم پاک و ہند کے بعد پاکستان نے ہندوستان کے کاپی رائیٹ کو نا منظور کرتے ہوئے اپنے کاپی رائیٹ مرتب کر کے 7 اکتوبر 1958ء میں نفاذ کا اعلان کر دیا۔ جبکہ مارشل لاء لگنے کی صورت میں اس آرڈیننس کا باقاعدہ نفاذ 2 جون 1962ء کو عمل میں لایا گیا۔ اس آرڈیننس میں 1992ء میں ترامیم کی گئیں اور آج تک یہی آرڈیننس رائج ہے۔ یہ آرڈیننس تراسی شقوں پر مشتمل ہے[165]۔

نیشنل پریس ٹرسٹ 1964ء: (National Press Trust)

صدر ایوب نے 1964ء میں پریس کمیشن کی سفارش پر نیشنل پریس ٹرسٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ٹرسٹ کا مقصد اخبارات کو مالی مسائل و مشکلات سے نجات دلانا اور معیارِ صحافت کو بلند کرنا ہے[166]۔

وفاقی شرعی عدالت کا قیام: (Establishment of Federal Shariah Court)

---

164 . Press and Publication Ordinance 1960 and 1963 (docsity.com/en/press-and-publication-ordinance-1960)

165 . The copyright ordinance, 1962, (ipo.gov.pk)

166. National Press Trust, Ministry of Information and Broadcasting, Government of Pakistan (moi.gov.pk/Pages/1194/NPT)

3 دسمبر 1978ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق اسلامی نظام نافذ کرنے کے لیے اقدامات کا اعلان کرتے ہوئے ہائی کورٹس میں "شریعت بنچ" جبکہ سپریم کورٹس میں "شریعت اپیل بنچ" کا قیام عمل میں لے آئے۔ 16 جولائی 1979ء تک ملک میں شرعی عدالتیں قائم ہو گئیں۔ پرنٹنگ پریس اینڈ پبلیکیشنز کا 6 مارچ 1983ء کو عدالت میں جائزہ لیا گیا۔ اس پر اسلام اور آئین پاکستان کے خلاف ہونے کا الزام لگایا گیا۔ وفاقی شرعی عدالتوں نے اس آرڈیننس کی آٹھ دفعات کو قابل اعتراض قرار دے کر اکتوبر 1988ء تک حکومت کو ہدایات جاری کیں کہ دفعات کو اسلامی اصولوں کے مطابق ترتیب دیں، ورنہ 31 اکتوبر 1988 ء تک یہ دفعات کالعدم ہو جائیں گئیں۔ 1988ء میں یہ آرڈیننس منسوخ ہو گیا۔[167]

رجسٹریشن آف پرینٹنگ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1988ء: (Registration of Printing Press and Publications Ordinance)

"پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس 1962ء" کی منسوخی اور ضیاء الحق کی وفات کے بعد نئی نگران حکومت کے وزیر اطلاعات و نشریات[168] نے نئے صحافتی قانون کو نافذ کیا۔ اس کا نام "رجسٹریشن آف پرنٹنگ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس 1988ء" رکھا گیا۔ اس آرڈیننس کے چار حصے درج ذیل تھے:

i. نام اور اصطلاحات کی وضاحت۔
ii. چھاپہ خانہ سے متعلقہ قوانین اور ان کی وضاحت اور چھاپہ خانوں کی ضلعی مجسٹریٹ سے منظوری لازم قرار دی گئی۔
iii. اخبارات اور ان کی طباعت و اشاعت سے متعلق قوانین۔
iv. اخبار اور پرنٹنگ پریس کے اختیارات اور قوانین۔

---

[167] . federalshariatcourt.gov.pk

[168]۔ الٰہی بخش سومرو

رجسٹریشن آف پرنٹنگ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1997ء: (Registration of Printing Prss and Publications Ordinance)

یہ آرڈیننس قومی اسمبلی سے منظور ہونے کی بجائے منسوخ ہو گیا۔ شعبۂ صحافت کی نگرانی اور بے ضابطہ امور کی دیکھ بحال کے لیے کئی سالوں سے قوانین کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ صدر وقت فاروق احمد لغاری نے قومی اسمبلی کے اجلاس سے کچھ دن پہلے صدارتی آرڈیننس کے تحت چوتھا قانون "رجسٹریشن آف پرنٹنگ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1995ء" شامل کر دیا۔ یہ "صدارتی پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1995ء" کہلایا۔ 1997ء میں صدر فاروق احمد لغاری کے مستعفی ہونے پر نگران صدر وسیم سجاد نے 1995ء والے آرڈیننس "رجسٹریشن آف پرنٹنگ پریس اینڈ پبلی کیشنز آرڈیننس 1997ء" کو نافذ کر دیا۔ یہ آرڈیننس دس حصوں اور 56 دفعات پر مشتمل ہے۔ اس آرڈیننس کی 23ویں شق کے ذیل میں اسلامی نکات کو بیان کیا گیا جو کے درج ذیل ہیں:

i. قتل یا دہشت پھیلائے جانے کی اطلاع۔
ii. جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانے کی ممانعت۔
iii. استحکام پاکستان، قیام پاکستان اور عدالتوں کے مذاق کی خبروں پر پابندی۔
iv. قوانین حکومت پاکستان کے ذریعے استحکام حکومت کے خلاف مواد۔
v. مذہبی انتشار اور آپسی تعلقات کو خراب کرنے کی خبروں کی ممانعت۔
vi. بین الاقوامی تعلقات خراب یا ختم کرانا۔
vii. پولیس و دیگر آفیسر، سیاسی یا نظم و نسق قائم کرنے والوں کو ان کے اختیارات کو غلط استعمال کرنے پر ابھارنا۔

آرڈیننس کی درج بالا شقیں اسلام اور نظریہ پاکستان کے مطابق ہیں اور اللہ نے عوام الناس اور وطن پاک کو خطرہ لاحق کرنے والے کاموں کو ممنوع فرمایا ہے۔

موشن کلچرز سنسر شپ آرڈیننس 1979ء: (Motion Cultures Sensorship Ordinance)

1963ء میں "سنسر شپ آف فلمز ایکٹ 1963ء" سینما کی فلموں کو سنسر کرنے کے لیے بنایا گیا۔ مارشل لاء حکومت نے 1977ء میں اسی ایکٹ کو خاصی تبدیلیوں کے ساتھ "موشن پکچرز سنسر شپ آرڈیننس 1979ء" کے نام سے جاری کر دیا۔ اس آرڈیننس میں 1988ء اور پھر 1998ء میں ترامیم کی گئیں لیکن نام تا حال وہی چل رہا ہے۔ اس آرڈیننس کے تین حصے اور اکیس دفعات ہیں[169]۔ آرڈیننس سے اسلامی نکات کا خلاصہ درج ذیل ہے:

i. خلاف مذہب، فرقہ پرستی کا فروغ اور اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کی ممانعت۔

ii. ملکی سالمیت اور بین الممالک تعلقات کو نقصان پہنچانے والی فلموں پر پابندی۔

iii. بداخلاقی اور فحاشی و عریانی کی نمائش کی ممانعت۔

iv. جرائم اور ظلم و تشدد پر اکسانے والی فلموں پر پابندی۔

اس آرڈیننس کی فلمز پر مبنی اسلامی شقیں نظریہ پاکستان، اسلامی اقدار و روایات اور تہذیب و تمدن سے عین مطابقت رکھتی ہیں اور اسلامی تعلیمات پر پورا اترتی ہیں۔

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (اے پی پی)

ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (اے پی پی) ایک خبر رساں ادارہ ہے، جو حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات و نشریات کے تحت کام کرتی ہے۔ یہ 1947ء میں قیام پاکستان کے فوراً بعد قائم ہوا اور تب سے یہ ملک کے میڈیا اداروں کو قومی اور بین الاقوامی خبریں فراہم کر رہا ہے۔ ایجنسی کا ہیڈ آفس اسلام آباد میں ہے اور اس کے علاقائی دفاتر پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اے پی پی کا بنیادی مقصد درست اور بروقت خبروں کو جمع کرنا، پروسیس کرنا اور اخبارات، ٹیلی

---

[169]. www.ma-law.org.pk (The motion pictures ordinance, 1979)

ویژن چینلز، ریڈیو اسٹیشنز اور آن لائن نیوز پورٹل تک پھیلا ناشامل ہے۔ یہ ادارہ سیاست، معیشت، سماجی مسائل، کھیل اور تفریح سمیت دیگر موضوعات کی خبروں کا احاطہ کرتا ہے۔ ایک سرکاری خبر رساں ادارہ ہونے کے ناطے اپنی خبروں کی کوریج میں حکومت کی ہدایات اور پالیسیوں پر عمل کرتی ہے۔ تاہم یہ ادارہ اپنی رپورٹنگ میں اپنی آزادی اور غیر جانبداری کو برقرار رکھتا ہے۔

موجودہ دور میں اے پی پی ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کو اپنا کر اپنی آن لائن موبائل ایپلیکیشن اور ویب سائٹ متعارف کرا کے اپنے صارفین تک آسان اور بروقت خبریں فراہم کر رہا ہے۔ مزید یہ کہ خبر رساں ایجنسی نے خبروں کے تبادلے اور اپنی عالمی خبروں تک رسائی کو بڑھانے کے لیے بین الاقوامی خبر رساں اداروں کے ساتھ معاہدوں پر دستخط کیے ہیں۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان عوام کو اہم واقعات اور مسائل کے بارے میں آگاہ کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور یہ ڈیجیٹل دور میں اپنی کارکردگی کو بڑھانے اور جدید خطوط پر استوار کرنے کے لیے نت نئے ذرائع استعمال کر رہے ہیں۔

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا)

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی سرکاری ادارہ ہے، جو پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا کو منظم کرتا ہے۔ یہ 2002ء میں پیمرا آرڈیننس کے تحت قائم کیا گیا تھا، جس کا مقصد پاکستان میں ایک متحرک، خود مختار اور ذمہ دار الیکٹرانک میڈیا کو فروغ اور ترقی دینا تھا۔ اتھارٹی نئے چینلز کو لائسنس دینے، ان چینلز پر نشر ہونے والے مواد کو ریگولیٹ کرنے اور ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی پر کارروائی کرنے کی ذمہ دار ہے۔ پیمرا نے پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا کو ریگولیٹ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ پیمرا سے پہلے پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا کے لیے کوئی ریگولیٹری ادارہ نہیں تھا اور میڈیا بغیر کسی رہنما اصول یا ضابطہ اخلاق کے کام کر رہا تھا۔ اس کے نتیجے میں قابل اعتراض مواد، جانبدارانہ رپورٹنگ اور غیر اخلاقی طرز عمل کی نشریات سامنے آئیں۔ پیمرا نے الیکٹرانک میڈیا کے لیے ایک ریگولیٹری فریم ورک متعارف کروا کر اس منظر نامے کو تبدیل کر دیا ہے[170]۔

پیمرا نئے ٹیلی ویژن اور ریڈیو چینلز کو لائسنس دینے کا ذمہ دار ہے۔ لائسنس کی فراہمی کا عمل انتہائی مشکل اور سخت

---

[170] ۔ ساجد اقبال، نئے پیمرا قانون میں نیا کیا؟ (بی بی سی ڈاٹ کام، اسلام آباد)، بدھ 6 جون 2007ء

ہے۔لائسنس صرف اہل اور ذمہ دار افراد کو ہی دیا جاتا ہے۔اتھارٹی کو اختیار ہے کہ اگر چینلز ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی کرتے ہیں یا پیمرا کے مقرر کردہ تقاضوں کو پورا کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو لائسنس منسوخ کر سکتے ہیں۔پیمرا کے الیکٹرانک میڈیا کے لیے ضابطہ اخلاق کے تحت ٹیلی ویژن اور ریڈیو چینلز پر نشر ہونے والے مواد کا پاکستان کی ثقافتی اور مذہبی اقدار سے مطابقت رکھنا ضروری ہے،پیمرا معاشرے کے مختلف طبقات کے درمیان رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے۔پیمرا کسی بھی ایسے مواد کی نشریات پر پابندی لگاتا ہے جو نظریہ پاکستان کے خلاف ہو، تشدد، نفرت یا انتہا پسندی کو فروغ دیتا ہو، کسی مذہب، فرقے، برادری یا لوگوں کے گروہ کے لیے ناگوار ہو۔

پیمرا ٹیلی ویژن اور ریڈیو چینلز کی طرف سے ضابطہ اخلاق کی کسی بھی خلاف ورزی کے خلاف کارروائی کرنے کا ذمہ دار ہے[171]۔اتھارٹی کو بار بار خلاف ورزیوں پر جرمانے،لائسنس معطل یا منسوخ کرنے اور چینلز کو بلیک لسٹ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔پیمرا نے ایک شکایت سیل بھی قائم کیا ہے جہاں ناظرین قابل اعتراض مواد کے خلاف شکایات درج کرا سکتے ہیں۔اتھارٹی نے پاکستان میں ایک ذمہ دار اور متحرک الیکٹرانک میڈیا کو فروغ دینے میں مدد کی ہے جو ملک کی ترقی اور پیشرفت کے لیے ضروری ہے۔

نیشنل پریس ٹرسٹ(NPT)

نیشنل پریس ٹرسٹ پاکستان میں صحافت کا سرکاری ادارہ ہے،جو 1972ء میں قائم کیا گیا تھا۔یہ نوائے وقت، دی نیشن اور وقت نیوز سمیت متعدد اخبارات کے انتظام اور کنٹرول کا ذمہ دار ہے صحافت کو فروغ دینا اور عوام کو معیاری خبریں فراہم کرنا اسی ادارے کی ذمہ داری ہے۔این پی ٹی کا قیام اس وقت کے پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی قومیانے کی پالیسی کا نتیجہ تھا۔ حکومت نے نوائے وقت، دی نیشن اور وقت نیوز کے اکثریتی حصص حاصل کر لیے اور انہیں این پی ٹی میں ضم کر دیا۔اس کا مقصد

---

171 ۔الیکٹرانک میڈیا کے لیے ضابطہ اخلاق کا نفاذ حقیقی چیلنج ہے(روزنامہ پاکستان،10 جولائی 2014ء)

چند میڈیا مالکان کے ہاتھوں میں طاقت کے ارتکاز کو روکنا اور ملک میں میڈیا کے کو فروغ دینا تھا۔

اس ادارے کا انتظام بورڈ آف ٹرسٹیز کے ذریعے کیا جاتا ہے، جو تنظیم کے مجموعی انتظام اور کنٹرول کا ذمہ دار ہے۔ بورڈ کا تقرر حکومت کرتی ہے، اس میں نامور صحافی، قانونی ماہرین اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے پیشہ ور افراد شامل ہوتے ہیں۔

این پی ٹی نے پاکستان میں صحافت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نے صحافیوں کی تربیت اور ترقی میں مدد کی ہے، انھیں اپنی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے وسائل اور سہولیات فراہم کی ہیں اور صحافت کے اخلاقی معیار کو فروغ دیا ہے۔ این پی ٹی نے صحافیوں کو آزادانہ طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرنے اور جمہوری اقدار کو فروغ دینے کے لیے ایک پلیٹ فارم بھی فراہم کیا ہے۔

نیشنل پریس ٹرسٹ کو میڈیا کو کنٹرول کرنے اور آزادئ صحافت کو محدود کرنے میں اپنے کردار کی وجہ سے تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ کچھ صحافیوں اور میڈیا ماہرین نے ایک مخصوص سیاسی ایجنڈے کو فروغ دینے اور اختلافی آوازوں کو دبانے کے لیے این پی ٹی پر تنقید کی ہے۔ حالیہ برسوں میں حکومت نے ملک میں آزاد اور خود مختار میڈیا کو فروغ دینے کے لیے این پی ٹی اور دیگر سرکاری میڈیا اداروں کی نجکاری کے منصوبوں کا اعلان کیا ہے۔ تاہم ان منصوبوں پر عمل درآمد سست رہا ہے اور این پی ٹی کا مستقبل بھی غیر یقینی ہے۔

پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ:(Press Information Department)

پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ پاکستان کا ایک سرکاری ادارہ ہے جو وزارت اطلاعات و نشریات کے تحت کام کرتا ہے۔ یہ محکمہ حکومت کی پالیسیوں، پروگراموں اور سرگرمیوں کے بارے میں درست اور بروقت معلومات ذرائع ابلاغ اور عام لوگوں تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔ پی آئی ڈی عوام کو مختلف ذرائع سے معلومات فراہم کرتا ہے، بشمول پریس ریلیز، پریس کانفرنس اور سوشل میڈیا۔ یہ ادارہ صحافیوں، میڈیا آؤٹ لیٹس اور دیگر اسٹیک ہولڈرز کا ڈیٹا بیس بھی رکھتا ہے، جو سرکاری معلومات میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ یہ ادارہ 1948ء میں وزارت اطلاعات و نشریات کے ایک حصے کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ پی آئی ڈی کا صدر دفتر اسلام آباد اور

علاقائی دفاتر تمام بڑے شہروں میں اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں[172]۔

پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ حکومت میں شفافیت اور احتساب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ اپنی سرگرمیوں، پالیسیوں اور پروگراموں کے ذریعے عوام میں شعور اور بیداری پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں عوام کا اعتماد حکومتی اداروں پر بڑھتا ہے۔ اس ادارے نے حالیہ برسوں میں ڈیجیٹل میڈیا کو شامل کرنے کے لیے اپنی کارروائیوں کو وسعت دی ہے۔ جس کے نتیجے میں کم عمر سامعین تک پہنچنے میں مدد ملی ہے اور حکومتی معلومات تک رسائی میں بہتری آئی ہے۔ یہ ادارہ حکومت میں شفافیت اور جوابدہی کو فروغ دینے میں مدد کرتا ہے۔ ڈیجیٹل میڈیا میں پی آئی ڈی کے آپریشنز کی توسیع نے اس کی رسائی کو مزید بہتر کیا ہے اور اس کو وسیع تر سامعین تک پہنچنے میں مدد ملی ہے۔

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلیکیشنز :(Directorate of Electronic Media and Publications)

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلیکیشنز پاکستان میں صحافت کا سرکاری ادارہ ہے۔ یہ ملک میں الیکٹرانک میڈیا اور اشاعتوں کو ریگولیٹ کرنے اور ان کی نگرانی کا ذمہ دار ہے۔ ڈی ای ایم پی کا بنیادی مقصد اظہار رائے کی آزادی اور معلومات تک رسائی کو یقینی بنانا ہے اور پاکستان میں میڈیا اپنا اخلاقی اور ذمہ دارانہ کردار بخوبی ادا کرے۔ یہ 2002ء میں وزارت اطلاعات و نشریات کے تحت قائم کیا گیا تھا۔ اس کا بنیادی کام الیکٹرانک میڈیا اداروں مثلاً ٹیلی ویژن اور ریڈیو چینلز کو لائسنس جاری کرنا اور ان کے مواد کی نگرانی کرنا ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ یہ پیمرا کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط کے مطابق اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

یہ ادارہ پاکستان میں اشاعتی صنعت کو فروغ دینے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ یہ پبلشرز اور مصنفین کو اعلیٰ معیار کا لٹریچر اور دیگر مطبوعات تیار کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ یہ پاکستانی اشاعتوں تک رسائی اور اثر کو بڑھانے کے لیے الیکٹرانک میڈیا اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کے استعمال کی بھی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اپنے ریگولیٹری اور پروموشنل

---

[172]. moib.gov.pk (Press Information Department)

افعال کے علاوہ پاکستان میں میڈیا اور اشاعت کے رجحانات کی تحقیق اور تجزیہ کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اس سے پالیسی فیصلوں سے آگاہ کرنے اور ملک میں میڈیا انڈسٹری کی ترقی میں رہنمائی کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ڈی ای ایم پی کو درپیش کلیدی چیلنجوں میں سے ایک یہ ہے کہ میڈیا کو اخلاقی اور ذمہ دارانہ طریقے سے کام کرنے کو یقینی بنانے کی ضرورت کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی اور معلومات تک رسائی کے فروغ میں توازن پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ موجودہ دور میں الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز کے ذریعے جعلی خبروں اور غلط معلومات کے پھیلاؤ کے بارے میں خدشات پائے جاتے ہیں۔ اس نے قواعد وضوابط کو مضبوط بنانے اور الیکٹرانک میڈیا تنظیموں کے مواد کی نگرانی کے ذریعے ان خدشات کو دور کرنے کے لیے اقدامات کیے ہیں۔

پاکستان پریس فاؤنڈیشن:(Pakistan Press Foundation)

پاکستان پریس فاؤنڈیشن ایک غیر منافع بخش اور غیر سرکاری تنظیم ہے جو 1967ء میں قائم کی گئی تھی۔ اس کا مقصد آزادی صحافت کو فروغ دینا اور تحفظ فراہم کرنا، صحافت کے معیار کو بہتر بنانا اور پاکستان میں میڈیا کی ترقی کے لیے سازگار ماحول پیدا کرنا ہے۔ یہ مختلف قومی اور بین الاقوامی تنظیموں، میڈیا آؤٹ لیٹس، پریس کلب، صحافیوں اور انسانی حقوق کے گروپس کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ پی پی ایف پاکستان میں میڈیا کی ترقی میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یہ صحافیوں، میڈیا پروفیشنلز اور میڈیا کے طلباء کے لیے تربیت اور صلاحیت سازی کے پروگرام فراہم کرتا ہے، ان پروگراموں کا مقصد طلباء کی مہارتوں اور علم کو بڑھانا ہے، جو بالآخر ملک میں صحافت کے معیار میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ پاکستان میں میڈیا کو درپیش مشکلات کی نشاندہی اور ان سے نمٹنے کے لیے تحقیقی اور وکالت کی سرگرمیاں بھی ادا کرتا ہے[173]۔

پاکستان پریس فاؤنڈیشن نے ملک میں آزادی صحافت کے فروغ کے لیے مختلف اقدامات کیے ہیں۔ اس نے میڈیا سیفٹی ہاٹ لائن قائم کی ہے، جسے صحافی دھمکیوں اور ہراساں کیے جانے کے واقعات کی رپورٹ کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ ہاٹ

---

[173]. www.pakistanpressfoundation.org

لائن ایسے واقعات کا سامنا کرنے والے صحافیوں کو قانونی اور نفسیاتی مدد بھی فراہم کرتی ہے۔ یہ میڈیا سے متعلقہ قوانین اور پالیسیوں کی بھی نگرانی کرتا ہے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ وہ آزادی اظہار اور پریس کی آزادی کے بین الاقوامی معیارات کے مطابق ہیں۔ پاکستان پریس فاؤنڈیشن کو پاکستان میں آزادی صحافت کے فروغ کے لیے قومی اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس نے مختلف ایوارڈز جیتے ہیں، جن میں ورلڈ ایسوسی ایشن آف نیوز پیپرز کا گولڈن پین آف فریڈم ایوارڈ، انٹرنیشنل پریس انسٹی ٹیوٹ کا فری میڈیا پائنیر ایوارڈ اور ساؤتھ ایشیا فری میڈیا ایسوسی ایشن کا پریس فریڈم ایوارڈ شامل ہیں۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن:(Pakistan Institute of Mass Communication)

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن پاکستان کا ایک سرکاری ادارہ ہے جو ماس کمیونیکیشن کے شعبے میں تعلیم و تربیت فراہم کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یہ ادارہ 1965ء میں قائم کیا گیا تھا اور یہ پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں واقع ہے۔ یہ ادارہ ابلاغ عامہ کے مختلف شعبوں صحافت، اشتہارات، تعلقات عامہ، ٹیلی ویژن پروڈکشن اور ریڈیو پروڈکشن میں کورسز کی کئی اقسام پیش کرتا ہے۔ کورسز طلباء کو میڈیا انڈسٹری میں کام کرنے اور ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے ضروری مہارتوں اور علم سے آراستہ کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یہ ادارہ تحقیق کے ساتھ میڈیا تنظیموں اور سرکاری اداروں کو مشاورتی خدمات بھی فراہم کرتا ہے۔ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن کے پاس متعلقہ کتب، جرائد اور دیگر حوالہ جات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ماس کمیونیکیشن اپنے باقاعدہ کورسز کے علاوہ میڈیا پروفیشنلز اور طلباء کے لیے سیمینارز، ورکشاپس اور تربیتی پروگرام بھی منعقد کرتا ہے۔ یہ پروگرام شرکاء کو ماس کمیونیکیشن کے شعبے میں تازہ ترین رجحانات اور پیشرفت کے بارے میں جاننے اور ماہرین کے ساتھ بات چیت کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ اس نے پاکستان میں میڈیا انڈسٹری کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ادارے نے بڑی تعداد میں تربیت یافتہ پیشہ ور افراد تیار کیے ہیں جو ملک بھر میں میڈیا کے مختلف اداروں میں کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے پیشہ ور ممتاز صحافی، میڈیا مینیجر اور میڈیا انٹرپرینیور بن چکے ہیں۔ یہ ادارہ حکومت

پاکستان کو میڈیا انڈسٹری کے ریگولیٹری فریم ورک کو بہتر بنانے کے بارے میں سفارشات فراہم کرتا رہتا ہے۔

الغرض صحافت و ابلاغ کے سرکاری ادارے پاکستان کی میڈیا انڈسٹری کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ ادارے عام لوگوں کے لیے معلومات کے بنیادی ذرائع کے طور پر کام کرتے اور رائے عامہ پر اہم اثرات مرتب کرتے ہیں۔ یہ ادارے مختلف خبروں کی کوریج کے ذریعے عوام میں بیداری پیدا کرنے اور مختلف آوازوں کو سننے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ تاہم انہیں مختلف چیلنجز کا سامنا بھی ہے، جن میں سیاسی مداخلت، مالی رکاوٹیں اور ادارتی آزادی کو برقرار رکھنے کی ضرورت شامل ہیں۔ پاکستان میں میڈیا انڈسٹری کو ریگولیٹ کرنے اور اسے فروغ دینے کے لیے حکومت کی کوششیں ان اداروں کے قیام کا باعث بنی ہیں، یہ عوام کو درست اور قابل اعتماد معلومات فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ تاہم اس بات کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے کہ یہ ادارے اخلاقی اور پیشہ ورانہ معیارات کے مطابق کام کریں اور سیاسی و تجارتی دباؤ سے آزاد رہیں۔ مجموعی طور پر پاکستان میں آزاد، منصفانہ اور ذمہ دار میڈیا ماحول کو فروغ دینے کے لیے صحافت کے سرکاری اداروں کی ترقی اور مضبوطی ضروری ہے۔ اس سے اس بات کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی کہ میڈیا جمہوریت کے نگران کے طور پر کام کرے، عوامی مفادات کو برقرار رکھے اور ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالے۔

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے نجی ادارے:

پاکستان میں نجی ملکیت والے صحافت و ابلاغ کے ادارے عوام تک خبروں، معلومات اور تفریح کی ترسیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان اداروں میں ٹیلی ویژن چینلز، ریڈیو اسٹیشن، اخبارات، میگزین اور آن لائن سائٹس شامل ہیں۔ پاکستان کی میڈیا انڈسٹری میں نجی ملکیت والے اداروں کا اہم کردار ہے۔ یہ آزاد اداروں کے طور پر کام کرتے ہیں، براہ راست حکومت کے کنٹرول سے آزاد اور آزادی اظہار اور مختلف نقطۂ نظر کو پھیلانے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کرتے ہیں۔ نجی ملکیت کے ادارے ادارتی آزادی کی زیادہ اجازت دیتے ہیں۔ میڈیا ہاؤسز کو خبروں کی رپورٹ کرنے، حالات حاضرہ کا تجزیہ کرنے اور غیر ضروری اثر و رسوخ یا سنسر شپ کے بغیر مواد پیش کرنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ آزادی ایک متحرک میڈیا کے منظر نامے کو فروغ دیتی ہے جو ایک

جمہوری معاشرے کے لیے ضروری ہے۔

پاکستان میں نجی ملکیت والے میڈیاہاؤسز سامعین کی ترجیحات اور ضروریات کی عکاسی کرتے ہوئے مختلف شعبوں میں کام کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن چینلز خبریں، تفریح، ڈرامے، ٹاک شوز اور دستاویزی فلمیں پیش کرتے ہیں۔ ریڈیو اسٹیشن مختلف موسیقی کے ذوق، خبروں کی دلچسپیوں اور علاقائی زبانوں کے سامعین کی خواہشات کی تسکین کرتے ہیں۔ اخبارات اور رسائل پرنٹ جرنلزم اور حالات حاضرہ کا تجزیہ فراہم کرتے ہیں۔ آن لائن ابلاغ کے ذرائع نے میڈیاہاؤسز ویب سائٹس، سوشل میڈیا اور اسٹریمنگ سروسز کے ذریعے وسیع تر ڈیجیٹل سامعین تک پہنچ کر گزشتہ تمام ذرائع پر سبقت حاصل کرلی ہے۔ ذیل میں پاکستان کے چند اہم اور بڑے نجی اداروں کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

جیو / جنگ گروپ

جنگ میڈیا گروپ جسے جیو گروپ بھی کہا جاتا ہے، ایک پاکستانی میڈیا گروپ اور دبئی میں قائم خود مختار میڈیا کارپوریشن کا ذیلی ادارہ ہے۔ اس کا صدر دفتر پرنٹنگ ہاؤس کراچی، پاکستان میں ہے۔ یہ پاکستان کے اخبارات کا سب سے بڑا گروپ ہے اور اردو زبان کے اخبار روزنامہ جنگ کا ناشر ہے۔ گزشتہ برسوں میں پاکستان میں صحافت وابلاغ کے شعبہ میں اہم تبدیلی دیکھی گئی ہے، اس تبدیلی میں نمایاں کردار جیوٹی وی چینل نے ادا کیا ہے۔ 2002ء میں اپنے آغاز کے بعد سے جیوٹی وی ایک سرکردہ نجی ٹیلی ویژن چینل کے طور پر ابھرا ہے، جو مختلف پروگرامز اور جامع خبروں کی کوریج فراہم کرتا ہے[174]۔ جیوٹی وی کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک درست اور بروقت خبروں کی کوریج فراہم کرنے کا عزم، جیونیوز 24 گھنٹے کام کرتا ہے، بریکنگ نیوز الرٹس، گہرائی سے تجزیہ اور حالات حاضرہ کے پروگرام پیش کرتا ہے۔ چینل سیاست، سماجی مسائل، کھیل، کاروبار اور بین الاقوامی خبروں سمیت مختلف موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ جیونیوز ملک بھر کے ناظرین کے لیے معلومات کا ایک قابل اعتماد ذریعہ بن گیا ہے۔

---

[174]. Geo TV Network, Published on 28 June 2012

ٹی وی چینلز

جیو ٹیلی ویژن نیٹ ورک نے 2002ء قائم ہونے کے بعد کئی دوسرے چینلز شروع کیے، جن میں خبروں، ڈراموں، موسیقی اور کھیلوں کے شعبوں کی نشریات کا آغاز کیا گیا ہے۔ ان کے نشریاتی چینل کی خدمات پاکستان کے ساتھ ساتھ برطانیہ، امریکہ، کینیڈا اور مشرق وسطیٰ کے ناظرین کو فراہم کی جاتی ہیں۔

جیو نیوز: پاکستان میں مقیم اردو نیوز چینل

AAG TV: ستمبر 2006ء میں جیو نیٹ ورک کے ذریعے شروع کیا گیا، جو پاکستان میں نوجوانوں کے لیے پروگراموں پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔

جیو سپر: (اسپورٹس چینل) جیو نیٹ ورک کے ذریعہ ستمبر 2006ء میں شروع کیا گیا۔ نشریات میں دنیا بھر کے مختلف کھیل شامل ہیں، جس میں باکسنگ، فٹ بال (ساکر) اور ٹینس پر ثانوی توجہ کے ساتھ بنیادی طور پر کرکٹ اور فیلڈ ہاکی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

جیو انٹرٹینمنٹ: پاکستان میں موجود ایک تفریحی چینل جو ڈرامہ سیریل، میوزیکل پروگرام، فیچر فلمیں بنیادی طور پر اردو میں دکھاتا ہے۔

جیو تیز: پاکستان میں قائم ایک نیوز چینل جو ہر پندرہ منٹ میں خبروں کی سرخیاں نشر کرتا ہے۔

جیو کہانی: پاکستان میں قائم ایک چینل جو خصوصی طور پر ڈراموں کے لیے وقف ہے۔

اخبارات اور رسائل

روزنامہ جنگ: اردو زبان میں جنگ گروپ کا اہم اور قدیم اخبار۔ گروپ ایڈیٹر: محمود شام کراچی۔ اخبارات کے ایڈیشن کراچی، لاہور، راولپنڈی، پشاور، ملتان اور لندن سے جاری کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں اردو اخبارات میں روزانہ

سب سے زیادہ پڑھے جانے والا اخبار ہے[175]۔

دی نیوز انٹرنیشنل: انگریزی میں روزنامہ اخبار 1991ء میں شروع ہوا۔

اخبار جہاں: اردو کا ہفتہ وار رسالہ 1967ء میں شروع ہوا۔

MAG: انگریزی میں ایک ہفتہ وار رسالہ ہے۔

روزنامہ عوام، ڈیلی نیوز، آفتاب، انقلاب، وقت وغیرہ جیو اور جنگ گروپ کے اخبارات ہیں۔

کیسا ہو گا: دی اکانومسٹ کے ساتھ شراکت میں ایک سالانہ اشاعت۔

ڈان میڈیا گروپ

پاکستان کے سب سے قدیم انگریزی اخبار ڈان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح تھے، انہوں نے 1940ء کی دہائی میں ڈان اخبار کا آغاز کیا۔ ڈان میڈیا گروپ پاکستان کی سب سے مشہور اور معزز میڈیا اداروں میں سے ایک ہے، جو ملک کے ابلاغی اداروں میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ 1947ء میں قائم ہونے والے ڈان کی قومی اور بین الاقوامی سطح پر جامع اور قابل اعتماد خبروں کی کوریج فراہم کرنے کی ایک طویل تاریخ ہے۔ ڈان میڈیا گروپ ادارتی آزادی اور صحافتی اخلاقیات کو برقرار رکھنے کے لیے مشہور ہے۔ اس کی غیر جانبدارانہ خبریں اور تجزیے کی وجہ سے اسے قارئین اور ناظرین کے درمیان مقبولیت اور قابل اعتماد مقام حاصل ہے۔ جولائی 2007ء میں ڈان گروپ نے ایک نیا ٹی وی چینل ڈان نیوز کا آغاز کیا۔ یہ پاکستان کا پہلا انگریزی زبان کا نیوز چینل تھا، لیکن مئی 2010ء میں ناظرین کی ترجیح کی وجہ سے ڈان نیوز کو اردو نیوز چینل میں تبدیل کر دیا گیا[176]۔ ڈان نیوز ٹرانسمیشن پاکستان کے تمام شہری اور بہت سے دیہی علاقوں میں دیکھی جاتی ہیں۔

---

[175] ۔ شہزاد علی، جنگ اور صحافت۔۔۔، روزنامہ جنگ، 7 اپریل 2020ء

[176]. Dawn Media Group, Published on 27 June 2012

پرنٹ میڈیا

ڈان: ڈان گروپ کا پہلا انگریزی اخبار

ڈان سنڈے میگزین: ڈان سنڈے میگزین کی خصوصیت اس کے ثقافتی اور سماجی طرز زندگی کے مختلف موضوعات کا احاطہ کرنا ہے۔ یہ قارئین کو بصیرت انگیز مضامین اور تجزیے فراہم کرتا ہے۔

دی سٹار: پاکستان کا سب سے مشہور شام کا اخبار (فی الوقت فعال نہیں ہے)

ہیرالڈ: انگریزی میں کرنٹ افیئرز کا ماہانہ میگزین (فی الوقت فعال نہیں ہے)

اسپائیڈر: ایک ماہانہ انٹرنیٹ میگزین (فی الوقت فعال نہیں ہے)

Aurora: ایک مارکیٹنگ اور اشتہاری میگزین جو مہینے میں دو مرتبہ شائع ہوتا ہے

ینگ ورلڈ: بچوں کا ماہانہ میگزین

نشریاتی چینل

ڈان نیوز: 24 گھنٹے نیوز چینل 2007ء-2010ء انگریزی میں نشریات، لیکن 2010ء سے اردو زبان میں نشریات جاری رکھے ہوئے ہے۔

سٹی ایف ایم 89: ایک میوزک ریڈیو چینل

انٹرنیٹ میڈیا

ڈان ڈاٹ کام: ایک نیوز ویب سائٹ

DawnNews.Tv: اردو زبان میں نیوز ویب سائٹ

Images.Dawn.com: ثقافتی اور تفریحی ویب سائٹ

ڈان ایجوکیشن ایکسپو: ایک سالانہ تعلیمی میلہ

ڈان میڈیا گروپ کی ذمہ دارانہ اور معتبر صحافت کی میراث نے اسے پاکستان کی میڈیا انڈسٹری کا سنگ بنیاد بنا دیا ہے۔ اپنے معزز اخبار، بااثر ڈیجیٹل پلیٹ فارم اور بصیرت سے بھرپور ٹیلی ویژن چینل کے ساتھ یہ گروپ باخبر عوامی گفتگو، پاکستان اور اس سے باہر خبروں اور تجزیوں کی ترسیل میں اپنا حصہ ڈالتا رہتا ہے۔ ڈان نیوز کئی سیٹلائٹ ٹی وی چینلز مثلاً بی بی سی ورلڈ، اسکائی نیوز، اے بی سی نیوز اور الجزیرہ کے ساتھ معاہدے میں ہے۔ اسے امریکہ، یورپ، مشرق وسطیٰ اور افریقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اے آر وائی ڈیجیٹل نیٹ ورک

اے آر وائی ڈیجیٹل نیٹ ورک پاکستان کے سب سے بڑے اور نمایاں میڈیا گروپس میں سے ایک ہے، جس میں ٹیلی ویژن چینلز اور دیگر ذرائع ابلاغ شامل ہیں۔ 2000ء میں قائم ہونے والے اس نیٹ ورک نے پاکستان کے میڈیا کے اداروں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اے آر وائی ڈیجیٹل ملک کے اندر اور تارکین وطن میں اپنی نشریات کے حوالے سے یکساں مقبول ہے۔ یہ اپنے ناظرین تک خبروں، تفریح، موسیقی، طرز زندگی، ثقافتی مواد، ریئلٹی شوز، گیم شوز، انٹرایکٹو پروگرام، ان کی دلچسپیوں اور ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے نشر و اشاعت کی ذمہ داری انجام دے رہا ہے۔ ناظرین کی ترجیحات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پروگراموں کی ترتیب و تزئین، صلاحیت اور معیار کے عزم نے اس کی کامیابی میں اہم کردار ادا کیا ہے[177]۔ نیٹ ورک نے مختلف سماجی مسائل کے بارے میں بیداری پیدا کرنے اور خیراتی کاموں میں حصہ ڈالنے کے لیے اپنے پلیٹ فارم کا استعمال کرتے ہوئے انسان دوستی اور سماجی اقدامات میں بھی حصہ لیا ہے۔

ٹیلی ویژن چینلز:

اے آر وائی نیوز: اے آر وائی نیوز 24 گھنٹے نشریات کا نیوز چینل ہے جو قومی اور بین الاقوامی خبروں، حالات حاضرہ، سیاست وغیرہ کے لیے جانا جاتا ہے۔ چینل کو اس کی بروقت رپورٹنگ اور تجزیوں کے لیے پہچانا جاتا ہے۔

اے آر وائی ڈیجیٹل: اے آر وائی ڈیجیٹل ایک مقبول تفریحی چینل ہے جو ڈرامے، سیٹ کام، رئیلٹی شوز اور گیم شوز کے

---

[177]. Nasir Aziz, Case Study: Pakistan and its Media, PakAffairs.com on 3 April 2008

لیے ناظرین وشائقین کی توجہ کا مرکز ہے۔

کیوٹی وی : قرآن ٹی وی، اے اروائے گروپ کے تحت قائم اسلامی چینل ہے، جس پر شب وروز اسلامی تعلیمات وحکایات پر مشتمل پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ مغربی تہذیب کی یلغار، معاشرتی بے راہ روی اور الحاد ولادینیت کے دور میں اے آر وائی نیٹ ورک کا ''قرآن ٹی وی'' یعنی کیوٹی وی ملک کا پہلا اسلامک چینل ہے۔ کیوٹی وی چینل کی مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ دنیا میں اسلام کو روشن خیال، معتدل اور ایک قابل عمل دین کے طور پر پیش کرنا ہے۔

ARY Musik: ARY Musik موسیقی اور تفریحی مواد پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جس میں میوزک ویڈیوز، فنکاروں کے ساتھ انٹرویوز، میوزک کاؤنٹ ڈاؤن، اور لائیو پرفارمنس شامل ہیں۔

اے آر وائی زندگی: اے آر وائی زندگی خاندانی وسماجی اقدار پر مبنی ڈراموں، ثقافتی شوز کو روایتی اور جدید مواد کے امتزاج کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

اے آر وائی ذوق: یہ پاکستانی اور بین الاقوامی کھانوں کا ہر دل عزیز چینل ہے۔

اے آر وائی ڈیجیٹل نیٹ ورک کے ٹیلی ویژن چینلز، آن لائن سائٹس اور سوشل میڈیا ایپس پر ناظرین وسامعین کی دلچسپی کے مواد کی وجہ سے یہ پاکستان کی میڈیا انڈسٹری میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔ سامعین کی توجہ اور پسندیدگی کے باعث یہ ادارہ پاکستان کے صحافت وابلاغ کے اداروں میں اہم اثرورسوخ رکھتا ہے۔

ایکسپریس میڈیا گروپ

ایکسپریس میڈیا گروپ 1998ء میں قائم کیا گیا اس نے اردو اخبار روزنامہ ایکسپریس کا آغاز کیا، گروپ کی کئی میڈیا کمپنیاں ہیں جن میں ٹیلی وژن میڈیا نیٹ ورک پرائیویٹ لمیٹڈ (جو ٹی وی چینلز کی مالک اور انہیں چلاتی ہے)، ایکسپریس پبلی کیشنز پرائیویٹ لمیٹڈ (جو اخبارات کی مالک اور انہیں چلاتی ہے) اور ایکسپریس ڈیجیٹل پرائیویٹ لمیٹڈ (جو ویب سائٹس چلاتی ہے) شامل ہیں۔ ایکسپریس میڈیا گروپ خود ایک بڑے تجارتی گروپ لیکسن کا حصہ ہے، اس کے کاروبار میں زراعت سے متعلق انڈسٹری، کال سینٹرز، غیر پائیدار صارفین کی اشیاء، فاسٹ فوڈ، مالیاتی خدمات، میڈیا، کاغذ اور بورڈ، پرنٹنگ پیکجنگ، انفارمیشن ٹیکنالوجی، بجلی کی

پیداوار، ادویہ سازی اور سفری خدمات شامل ہیں۔

گروپ کی ملکیت چار بھائیوں (سلطان علی لاکھانی، امین محمد لاکھانی، ذوالفقار علی لاکھانی اور اقبال لاکھانی اور ان کے بچوں) کی ہے، وہ لاکھانی گروپ کے مختلف کاروبار میں مکمل ملکیت رکھتے ہیں لیکن ان کا انتظام وانصرام الگ الگ ہے۔ سلطان علی لاکھانی اور ان کا بیٹا بلال علی لاکھانی ایکسپریس میڈیا گروپ کو مکمل طور پر چلاتے ہیں جبکہ گروپ کے دوسرے کاروبار فیملی کے دیگر افراد چلاتے ہیں۔ اس خاندان کے پاکستان کی کاروباری اشرافیہ کے دوسرے ارکان کے ساتھ قریبی روابط بھی ہیں۔ مثال کے طور پر سلطان علی لاکھانی کے بھتیجے دانش علی لاکھانی کی شادی ناز آفرین سہگل سے ہوئی ہے جو ڈان میڈیا گروپ کے ڈپٹی چیف ایگزیکٹو آفیسر ہیں اور ان کے والد اعظم سہگل ایک پرانے اور بڑے کاروباری گروپ سہگل کا حصہ تھے جس کا ہیڈ کوارٹر لاہور میں ہے جو انتہائی منفرد اور کامیاب بزنس چلانے کا تجربہ رکھتا ہے[178]۔

پرنٹ میڈیا

ڈیلی ایکسپریس ٹریبیون: پاکستان کا انگریزی زبان کا ایک اہم اخبار ہے۔ یہ اخبار لیکسن گروپ کی ملکیت ہے۔ اس اخبار کا صدر دفتر کراچی میں ہے۔

روزنامہ ایکسپریس: پاکستان کے 11 شہروں سے شائع ہوتا ہے جن میں اسلام آباد، کراچی، پشاور، کوئٹہ، ملتان، فیصل آباد، گوجرانوالہ، سرگودھا، لاہور، رحیم یار خان اور سکھر شامل ہیں۔ یہ سینچری پبلیکیشن (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے زیرِ اہتمام شائع ہوتا ہے۔

سندھ ایکسپریس: سندھی زبان کا اخبار

نشریاتی چینل

ایکسپریس نیوز: چینل کے مالکان نے 5 فروری 2009ء کو 'ایکسپریس 24/7'، 24 گھنٹے چلنے والا پاکستانی انگریزی نیوز چینل شروع کیا۔

---

[178]. InfoasAid, Pakistan Media and Telecoms Landscape Guide, June 2012

ایکسپریس انٹرٹینمنٹ: ایکسپریس انٹرٹینمنٹ پاکستان میں ایکسپریس گروپ آف میڈیا کے زیر اہتمام چلنے والا ایک تفریحی اور ڈراما چینل ہے۔ اس چینل پر پاکستانی ڈراموں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی ڈرامے بھی نشر کیے جاتے ہیں جیسے کہ انڈین ڈرامے جو ہندی زبان میں ہوتے ہیں اور ترکی کے ڈرامے جو اردو میں ڈب کر کے پیش کیے جاتے ہیں۔

آن لائن نیوز

اس گروپ کے تحت چلنے والی تین بڑی نیوز ویب سائٹس:

www.tribune.com.pk
www.express.com.pk
www.express.pk

ایکسپریس نیوز چینل نے اپنے آغاز پر ملک بھر میں لائیو کوریج کے لیے DSNG[179] کا ایک جامع بیڑا متعارف کرایا، جو ڈیلی ایکسپریس کے لیے بنیادی کمپنی کی حکمت عملی کی عکاسی کرتا ہے، جس نے مقامی ایڈیشن کے ذریعے علاقائی خبروں کو ترجیح دی۔ ابتدائی طور پر کامیاب ہونے کے باوجود مقامی اور علاقائی خبریں تلاش کرنے والے ناظرین کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور پاکستان میں دوسرے سب سے زیادہ دیکھے جانے والے نیوز چینل کے طور پر درجہ بندی کرنے کے بعد یہ فائدہ بتدریج کم ہوتا گیا، کیونکہ دوسرے چینلز نے بھی وسیع پیمانے پر براہ راست مقامی خبروں کی کوریج فراہم کرنا شروع کر دی تھی۔

ہم نیٹ ورک لمیٹڈ

ہم نیٹ ورک لمیٹڈ یا ہم ٹی وی نیٹ ورک لمیٹڈ ایک پاکستانی میڈیا کمپنی ہے جو کراچی پاکستان میں واقع ہے۔ اس چینل کا آغاز فروری 2004ء میں سلطانہ صدیقی نے کیا تھا۔ یہ ایشیا پیسیفک براڈکاسٹنگ یونین (APBU)، ایسوسی ایشن فار انٹرنیشنل براڈکاسٹنگ (AIB) اور کامن ویلتھ براڈکاسٹنگ ایسوسی ایشن (CBA) کا موجودہ رکن ہے۔ ہم نیٹ ورک لمیٹڈ فروری 2004ء میں آئی ٹی وی لمیٹڈ (Eye TV) کے نام سے قائم کیا گیا تھا جسے بعد میں 18 نومبر 2004ء کو آئی ٹیلی ویژن نیٹ ورک لمیٹڈ میں

[179] Digital satellite news gathering (DSNG) is a system that combines electronic news gathering (ENG) with satellite news gathering (SNG)

تبدیل کر دیا گیا۔ موجودہ نام ہم نیٹ ورک 21 جنوری 2011ء کو اپنایا گیا۔ کمپنی اپنا پہلا سیٹلائٹ چینل ہم ٹی وی چلانے کے لیے اکتوبر 2004ء میں پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کے ساتھ رجسٹرڈ ہوئی جو جنوری 2005ء میں لائیو ہوا۔ 12 فروری 2013ء کو ہم نیٹ ورک کے ہیڈ آفس میں ایک پریس مشاورت کے دوران صدر ہم نیٹ ورک سلطانہ صدیقی کی موجودگی میں پہلے ہم ایوارڈز کا اعلان کیا گیا۔ ہم نیٹ ورک لمیٹڈ پاکستان کا ایک ممتاز میڈیا گروپ ہے جس نے تفریحی صنعت پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔ یہ نیٹ ورک اپنے اعلیٰ معیار کے ڈراموں، تفریحی شوز اور ثقافتی پروگراموں کے لیے جانا جاتا ہے۔

ٹیلی ویژن چینلز

ہم نیٹ ورک لمیٹڈ کئی ٹیلی ویژن چینلز چلاتا ہے، ہر ایک مخصوص انواع اور ترجیحات کو پورا کرتا ہے:

ہم ٹی وی: یہ ایک پاکستانی اردو تفریحی چینل ہے-اس کی نشریات 17 جنوری 2005ء کو شروع ہوئی۔ ہم ٹی وی، نیٹ ورک کا پرچم بردار چینل ہے اور اپنے بہترین معیار کے ڈراموں اور تفریحی شوز کے لیے مشہور ہے۔

ہم ستارے: یہ پاکستان کا تفریحی چینل ہے جو ہم نیٹ ورک لمیٹڈ نے 14 دسمبر 2013ء کو لانچ کیا تھا۔ چینل کا مقصد روایتی اور جدید دونوں مواد کو شامل کرتے ہوئے سامعین کے لیے تفریح فراہم کرنا ہے۔

ہم مصالحہ: (اس سے پہلے مصالحہ ٹی وی کے نام سے جانا جاتا ہے) ہم نیٹ ورک لمیٹڈ کے حصے کے طور پر پاکستان میں 22 نومبر 2006ء کو 24 گھنٹے اردو زبان میں فوڈ ٹیلیویژن چینل لانچ کیا گیا۔ ہم مصالحہ کھانا پکانے کا ایک چینل ہے جس میں کھانا پکانے کے شوز، کھانا پکانے کے سبق، ترکیبیں اور کھانے سے متعلق مواد شامل ہے۔

ہم فلمز: ایک فلم پروڈکشن کمپنی ہے جو کراچی میں واقع ہے اور ہم نیٹ ورک گروپ کے تحت کام کرتی ہے۔ اس کا آغاز ستمبر 2014ء میں کیا گیا تھا، جس میں 5 مئی 2014ء کو ملکی سطح پر ریلیز ہونے کے لیے ایک فلم "نامعلوم افراد "ترتیب دی گئی تھی۔ دوسری فلم اس کے بینر تلے رومانوی کہانی "بن روئے "18 جولائی 2015ء کو ریلیز ہوئی تھی۔ اس کے بعد ہم نیٹ ورک نے کئی سپر ہٹ فلمز بنائیں۔

رسائل

مصالحہ ٹی وی فوڈ میگ: یہ کھانا پکانے سے متعلق پاکستان کا واحد میگزین ہے جس نے 70000 سے زائد کاپیاں فروخت کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ آج بھی اس میگزین کو کثیر الاشاعت میگزین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اس میگزین کا اجرا جنوری 2009ء میں ہوا جس کے بعد تسلسل سے آج تک اس کی کامیاب اشاعت کی جارہی ہے۔ مصالحہ ٹی وی فوڈ میگزین کی ایڈیٹر انچیف سلطانہ صدیقی جبکہ ایڈیٹر شازیہ انوار ہیں۔ اس میگزین میں ہم مصالحہ کے شیفس کے کھانوں کی مستند تراکیب کے علاوہ انتہائی مفید اور مستند مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں[180]۔

ہم نیٹ ورک لمیٹڈ کے ٹیلی ویژن چینلز اپنے دلکش ڈراموں، تفریحی شوز اور ثقافتی پروگراموں کے ساتھ پاکستان کے میڈیا کے اداروں کا لازمی حصہ بن چکے ہیں۔ اعلیٰ معیار کا مواد فراہم کرنے کے لیے نیٹ ورک کے عزم نے پاکستان کے اندر اور اس سے باہر تفریحی صنعت میں ایک رہنما کے طور پر اپنی ساکھ کو مستحکم کیا ہے۔

صحافت و ابلاغ کے سرکاری اور نجی اداروں کی موجودگی نے پاکستان کے میڈیا کو تقویت بخشی ہے۔ پاکستان میں سرکاری ادارے مثلاً پاکستان ٹیلی ویژن اور ریڈیو پاکستان تاریخی طور پر سرکاری معلومات، حکومتی پالیسیوں اور قومی بیانیے کو فروغ دینے کے پلیٹ فارم کے طور پر کام کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ ادارے اہم قومی تقریبات اور سرکاری مواصلات کو نشر کرنے میں اہم کردار ادا کرتے تھے، لیکن انہیں ادارتی آزادی کی کمی اور ایک متزلزل نقطہ نظر پیش کرنے کی وجہ سے اکثر تنقید کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ نجی صحافتی اداروں نے موجودہ صورت حال پر تازہ ہوا کا سانس لیا ہے۔ انہوں نے مواد میں بہت سے نقطۂ نظر، حکومتی پالیسیوں اور سماجی مسائل کا تنقیدی تجزیہ پیش کیا ہے۔ پرائیویٹ ٹیلی ویژن چینلز، اخبارات اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز نے تحقیقاتی صحافت، مضبوط سیاسی مباحثے اور تفریحی اختیارات کی ایک وسیع صف فراہم کی ہے۔ پرائیویٹ اداروں کے پھیلاؤ نے صحافیوں کو مالکان سے سوال کرنے، عوامی دلچسپی کی کہانیوں سے پردہ اٹھانے اور حکومتی اقدامات پر نظر رکھنے کا اختیار دیا ہے۔ پاکستان میں سرکاری اور نجی ذرائع ابلاغ

---

[180]. https://www.humnetwork.tv/company-profile

کے اداروں کا باہمی تعامل پاکستان کے سماجی و سیاسی منظر نامے کی متنوع اور جامع تفہیم میں معاون ہے۔ مثلاً صحافت و ابلاغ کو سامعین کی بدلتی ہوئی ترجیحات کے مطابق ڈھالنے، ادارتی سالمیت کو برقرار رکھنے، عوام تک درست اور مؤثر معلومات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے دونوں شعبوں کی جانب سے مشترکہ کوشش ضروری ہے۔

پاکستان میں ذرائع ابلاغ سے متعلق نافذ العمل (پیمرا) آرڈیننس

ذرائع ابلاغ کے کردار، پاسداری، تہذیب و اخلاق اور اصلاح احوال پر بھرپور توجہ دی گئی ہے، لیکن پاکستانی ذرائع ابلاغ گزشتہ دو دہائیوں میں بہت زیادہ با اثر اور آزاد ہوئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ مذہبی، ثقافتی اور تاریخی ضابطۂ اخلاق پر عمل پیرا ہو کر کسی بھی معاشرے میں رائج روایات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ لہذا 2000ء میں "پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیشن اتھارٹی آرڈیننس (PEMRA Ordinance) "کا قیام اس وقت کے صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کے ہاتھوں عمل میں لایا گیا۔ پاکستان میں 2002ءاور 2007ءمیں ذرائع ابلاغ کی نگرانی اور نفاذ قانون کے لیے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRAپیمرا) کی جانب سے اخلاقی ضوابط نافذ العمل ہوئے۔[181]

پاکستان میں آج بھی یہی قانون نافذ العمل ہے اس کی دفعات درج ذیل ہیں:

1۔ ابتدائیہ:(Preliminary)

یہ آرڈیننس "پاکستان الیکٹرانک میڈیا یگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس 2002ء" کہلایا جائے گا۔ اس کا اطلاق و نفاذ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تمام علاقوں پر فی الفور کیا جائے گا۔

2۔ تعریفات:(Definitions)

آرڈیننس میں مستعمل اصطلاحات اور ان کی تعریفات درج ذیل ہوں گی:

---

[181] . Pakistan Electronic media regulatory authority ordinance 2002, as amented by the Pakistan electronic media regulatory authority ordinance (amenbment) Actf,2007 (moib.gov.pk)

i. **"اشتہار"(Advertisement)** سمعی و بصری پیغامات ہوتے ہیں جن کا مقصود کسی شے ، خدمت یا تصور کی خرید و فروخت یا کرایہ پر لینے یا دینے کی تشہیر کرنا ہوتا ہے۔

ii. **"اتھارٹی"(Authority)** سے مراد دفعہ ۳ کے تحت وجود میں آنے والی کمیٹی ہے۔

iii. **"نشریاتی میڈیا"(Broadcast Media)** سے مراد بذریعہ زمینی یا سیٹلائٹ ما قبل نشریات یا سگنلز کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے لیے نشر کرنا ہے۔ اس میں نشریاتی میڈیا کی تمام اشکال یعنی ٹیلی رپورٹنگ اور نشریات کے سگنلز کی فراہمی وغیرہ شامل ہیں۔

iv. **"نشریاتی اسٹیشن"(Broadcast Station)** سے مراد ایسا ڈھانچہ جو فزیکل، ٹیکنیکل اور سافٹ ویئر کے ذریعے زمین سے سیٹلائٹ رابطہ، رپیٹرز اور دیگر تمام اشیاء کی مدد سے ریڈیو یا ٹیلی ویژن کو چلاتا ہے۔

v. **"کیبل ٹیلی ویژن"(Cable Television)** کا کام مختلف چینلز سے نشریات کی براڈکاسٹنگ، ریکارڈنگ کے سگنلز کی وصولی اور منقطع نشریات کو سیٹ کے ذریعے صارفین تک پہنچانا ہے۔

vi. **"چیئرمین"(Chairman)** اتھارٹی کا سربراہ ہوتا ہے۔

vii. **"چیئرپرسن"(Chairperson)** شکایات کونسل کا سربراہ ہوتا ہے۔

viii. **"چینل"(Channel)** فریکوینسیز کا مجموعہ جو ادارہ نشریات کے لیے لیتا ہے۔

ix. **"چینل فراہم کنندہ"(Channel Provider)** سے مراد ایسا خریدار جو ملکی و غیر ملکی نشریات کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی نشریات تک رسائی فراہم کرے۔

x. **"کمپنی"(Company)** جس کا وجود آرڈیننس، 1984ء کے تحت وجود میں آیا ہو۔

xi. **"حق تصنیف"(Copy Right)** جو 1962ء کے آرڈیننس میں واضح کیا گیا ہے۔

xii. **"ڈسٹری بیوشن سروس"(Distribution Service)** سے مراد نشریات سگنلز کی وصولی کے بعد مختلف ٹیکنالوجیز (کیبل، وائرلیس اور سیٹلائٹس) کے ذریعہ صارفین تک پہنچاتے ہیں۔

xiii. **"لائسنس"(License)** اتھارٹی کی طرف سے میڈیا براڈکاسٹنگ کو چلانے کا حکم نامہ ہوتا ہے۔

xiv. **"رکن"(Member)** سے مراد اتھارٹی کا کوئی بھی رکن ہے۔

3۔ **اتھارٹی کا قیام:**(Construction of Authority)

آرڈیننس نافذ ہوتے ہی حکومت وقت سرکاری اخبار میں اعلان کے بعد ایک اتھارٹی کا قیام عمل میں لائے گی جس کا نام "پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی" (PEMRA) ہوگا اور اس کا صدر دفتر اسلام آباد میں قائم ہوگا۔

4۔ **اتھارٹی کے فرائض:** (Duties of Authorities)

ملکی اور غیر ملکی سطح پر ریڈیو اور ٹیلی ویژن چینلز کا قیام اور ان کی کارکردگی اس اتھارٹی کی ذمہ داری ہوتے ہیں۔ یہ اتھارٹی کسی سرکاری اخبار میں اعلان کے ذریعے نئے ضوابط کی وضع داری اور بجاآوری کے لیے سزائیں جاری کرنے کی مجاز بھی ہے۔

5۔ **ہدایات کا اجرا:** (Issuance of Instructions)

وفاقی حکومت اتھارٹی کو پالیسی بنانے میں ہدایات جاری کر سکتی ہے اور ان ہدایات کی پابندی لازم ہوگی۔

6۔ **ارکان کی تعداد:** (Number of Members)

ایک چیئرمین اور ۱۲ ممبران پر مشتمل اتھارٹی کی منظوری صدر پاکستان کرتے ہیں۔

7۔ **مدتِ عہدہ:**(Appointment)

ارکان اتھارٹی کی مدت عہدہ چار سال ہوتی ہے۔ لیکن عمر (۶۵ برس)، اخلاقی، ذہنی یا جسمانی نااہلی کی وجہ سے برطرف کیا جاسکتا ہے۔

8۔ پیمرا اجلاس: (PEMRA Meetings)

پیمرا اجلاس کی صدارت چیئرمین یا اس کی جگہ منتخب شدہ رکن کرتا ہے۔ کسی فیصلہ کی منظوری ایک تہائی اکثریت کی صورت میں ہو گی۔

9۔ اراکین کا معاوضہ: (Payment of Members)

تمام اراکین بشمول چیئرمین کے معاوضوں کا تعین صدر مملکت طے کرتا ہے۔

10۔ چیئرمین وارکان کے لیے ہدایات: (Guidelines for Chairman and Members)

چیئرمین اور ارکان اپنی مدت عہدہ کے دوران کوئی ملازمت، کاروبار، اتھارٹی لائسنس یا اتھارٹی سے متعلقہ کسی شخص یا ادارے کی ملازمت یا تعلق نہیں رکھے گا۔

11۔ افسران کا تقرر: (Appointments of Officers)

پیمرا اتھارٹی قوانین کی بجا آوری کے لیے ملازمین کا تقرر اپنی منشاء کی شرائط وضوابط کے تحت کر سکتی ہے۔

12۔ سرکاری ملازمین:(Government Emploees)

چیئرمین، ارکان، اتھارٹی کے دیگر افسران اور ملازمین سرکاری ملازمین تصور کئے جائیں گے۔

13۔ تفویض: (Allocation of Duties)

اتھارٹی کسی عام وخاص حکم کے تحت چیئرمین یا رکن کو قواعد کی رو سے مقرر کردہ فرائض تفویض کر سکتی ہے۔

14۔ فنڈ: (Fund)

اتھارٹی ایک فنڈ قائم کرتی ہے جس سے وہ اپنے چیئرمین اور ارکان کے معاوضے وغیرہ ادا کرتی ہے۔

15۔ بجٹ:(Budget)

اتھارٹی ہر سال کا بجٹ تیار کر کے مالی سال کے آغاز سے تین ماہ قبل وفاقی حکومت کے روبرو پیش کرے گی۔

16۔ اکاونٹس: (Accounts)

اتھارٹی وفاقی حکومت کے مشورہ سے اخراجات اور وصولیوں کے کھاتے بنائے گی۔

17۔ سالانہ رپورٹ: (Annual Report)

اتھارٹی اپنے امور اور حسابات کی سالانہ رپورٹ تیار کر کے صدر پاکستان کو پیش کر کے عوام تک رسائی کے لیے طبع کر کے شائع کرنے کا انتظام کرے گی۔

18۔ لائسنس کی درجہ بندی: (Categorization of Licenses)

اتھارٹی براڈکاسٹنگ اور ڈسٹری بیوشن کے لیے ملکی، بین الاقوامی، صوبائی، علاقائی اور مخصوص موضوعات کی درجہ بندی میں لائسنس کا اجرا کرے گی۔

19۔ نشریات کا لائسنس:(License of Broadcasting)

اتھارٹی کو شفاف اور بلا تفریق براڈکاسٹنگ اور ڈسٹری بیوشن کے اداروں کے قیام اور نفاذ کے لائسنس کے اجرا کا حق حاصل ہے۔

20۔ لائسنس کی شرائط: (Conditions of License)

آرڈیننس کی شرائط پر پورا اترنے کے بعد لائسنس کے حصول کے بعد درج ذیل شرائط پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے:

i. وطن عزیز کی حفاظت، عزت اور سالمیت کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے گا۔

ii. آئین پاکستان کے تحت معاشی، معاشرتی، ملکی، بین الاقوامی، ثقافتی اور مذہبی اقدار کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی جائے گی۔

iii. پروگراموں اور اشتہارات سے مذہبی و نسلی تعصب، تشدد، انتہا پسندی، دہشتگردی، فحاشی اور نفرت انگیز مواد کی حوصلہ شکنی کی جائے گی۔

iv. آرڈیننس کے قواعد و شرائط کی تکمیل ضروری ہو گی۔

v. حصول لائسنس کے بعد مفاد اور فلاح عامہ کے پروگرام نشر کئے جائیں گے۔

vi. لائسنس دہندہ نگران کمیٹی کی تقرری عمل میں لائے گا جو پروگرامز اور اشتہارات میں ضوابط کی تعمیل کی یقین دہائی کرائے۔

vii. ملکیت یا تصنیف کے حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں مواد نشر نہیں کرے گا۔

viii. نشریات کے آغاز کے لیے نشریاتی آلات کی درآمد سے قبل این او سی کا حصول ضروری ہو گا۔

ix. ادارہ اپنے حقوق کو اتھارٹی کی اجازت کے بغیر فروخت یا منتقل نہیں کر سکے گا۔

21۔ صوبائی حکومتوں سے مشاورت: (Consultancy with Provincial Government)

دارالحکومت اسلام آباد کے علاوہ اتھارٹی صوبائی حکومت (جہاں سے درخواست جمع کرائی گئی ہو) متعلقہ صوبے کی حکومت سے لائسنس کو جاری کرنے کے لیے رائے لے گی اور تحفظات کی صورت میں صوبائی حکومتی نمائندے کو دعوت دے کر اس کی آرا پر غور و غوض کرے گی۔ لیکن اگر صوبے کی حکومت کو کسی خاص لائسنس کو جاری کرنے کے اعتراض کی صورت میں درخواست دہندہ کو اتھارٹی اجلاس میں دعوت دے کر اپنے مؤقف کو پیش کرنے کی اجازت ہو گی۔

22۔ لائسنس کے اجرا کا دورانیہ:(Validity of Licence)

اتھارٹی درخواست کی وصولی سے سو ایام میں لائسنس پر فیصلہ دینے کی پابند ہو گی۔

23۔ اجارہ داری:(Authority)

کسی بھی شخص کو براڈکاسٹنگ معاملات یا میڈیا کے ادارے کے قیام یا چلانے میں پروگرام یا اشتہارات کے مواد کو فراہم

کرنے یا خریدنے کے لیے اجارہ داری ملنے تک تمام معاہدات اور اقرار نامے غیر قانونی اور غیر موثر ہوتے ہیں۔

24۔ لائسنس کے اجرا و انکار کا جواز: (Eligibility of License)

i. لائسنس کے حصول کے لیے درخواست گزار اتھارٹی کے مقرر کردہ طریقہ پر درخواست دے گا۔

ii. اتھارٹی مقررہ طریقہ کے مطابق صوبائی یا وفاقی دارالحکومت میں لائسنس کے اجرا یا انکار پر سماعت کرے گی۔

iii. ہر درخواست اتھارٹی کی مقررہ فیس کے ساتھ ہو گی۔

iv. لائسنس کی گاہے بگاہے مقرر ہونے ولی فیس سالانہ، پانچ، دس یا پندرہ برس کے لیے جائز ہو گی۔

25۔ لائسنس کی عدم فراہمی: (Non-issuance of License)

اتھارٹی کی جانب سے درج ذیل افراد کو لائسنس فراہم نہیں کئے جائیں گے:

i. وہ فرد جو پاکستانی نہ ہو اور نہ ہی یہاں رہتا ہو۔

ii. غیر ملکی ادارہ جو انہی کے قوانین کے مطابق منظم کیا گیا ہو۔

iii. ایسا ادارہ یا کمپنی جس کا انتظام، کنٹرول یا اکثر حصص غیر ملکیوں یا کمپنیوں کے سپرد ہوں۔

iv. غیر ملکی آرگنائزیشن کی فنڈنگ یا سپانسرشپ کے حامل فرد کو لائسنس نہیں دیا جا سکتا۔

26۔ کونسل برائے شکایات: (Council for Complaints)

i. وفاقی حکومت کے اعلان کے بعد وفاق کے متعین شدہ صوبائی دارالحکومتوں اور چند مقامات پر کونسل برائے شکایات قائم کی جائیں گی۔

ii. اتھارٹی کے لائسنس کے تحت قائم شدہ اسٹیشن پر نشر شدہ پروگراموں کے خاص پہلو سے متعلق عوام الناس کی شکایات کی وصولی، نظر ثانی اور آراپیش کرنے کا عمل ہر کونسل کے ذمہ ہوتا ہے۔

iii. ہر کونسل کل پانچ ارکان جن میں ایک چیئر پرسن اور باقی میں سے دو خواتین پر مشتمل ہو گی۔

iv. اتھارٹی کونسلوں کے فرائض و قواعد کی تشکیل اس کے دو سو ایام میں مکمل کرے گی۔

کونسلیں لائسنس یافتگان کو پروگراموں یا اشتہاروں کے ذریعے اتھارٹی کے مقررہ ضابطوں کی خلاف ورزیوں کے لیے باز پرس یا جرمانہ کی سفارشات کر سکیں گی۔

27۔ **نشریات پر ممانعت:**(Prohibition of Broadcasting)

اتھارٹی کسی بھی چینل کو تحریری حکم نامہ میں وجوہات بیان کر کے پروگرام روک سکے گی:

i. نظریہ پاکستان کی خلاف ورزی

ii. نفرت انگیز مواد کی تشہیر

iii. بد نظمی پیدا کرنا

iv. امن و امان کے لیے خطرہ

v. عوام کے امن و سکون کو خراب کرنا

vi. قومی سلامتی کو خطرہ

vii. فحش، غیر شائستگی اور بیہودگی

viii. ذرائع ابلاغ کے ذریعے کسی کے جائز مفادات کو نقصان پہنچانا

ix. کسی شخص کو قصداً نقصان پہنچانا

28۔ **براڈکاسٹ ادارہ کی معطلی:** (Suspension of Broadcast Company)

اتھارٹی کی منظوری کے بعد بہت ہی ناگزیر حالات کے تحت نشریات کو معطل یا ختم کیا جا سکے گا۔

29۔ **معائنے کا اختیار:** (Authority for Inspection)

i. اتھارٹی میڈیا ہاؤس کے معائنہ کے لیے اپنے کسی افسر یا نامزد رکن کو متعلقہ عمارت میں داخل کر سکے گی۔

ii. میڈیا ہاؤس کے احاطے نامزد افسر کے لیے معائنہ کے لیے کھلے رہیں گے اور افسر کو فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے لائسنس یافتہ ہر ممکن طریقے سے سہولت و مدد کی فراہمی یقینی بنائے گا۔

iii. افسر مجاز اڑتالیس گھنٹوں میں معائنہ کی رپورٹ اتھارٹی کو پیش کرے گا۔

iv. اتھارٹی تفتیش یا کسی مخصوص اطلاع کے حصول کو اپنے کسی افسر کے ذریعہ ممکن بنا کر مذکورہ مسئلہ کا تعین اور تصفیہ کرنے کے قابل بناتی ہے۔

v. چیئرمین میڈیا ہاؤس کو نوٹس جاری کر کے آلہ کار کو قبضہ میں لے سکے گا، جس کے ذریعے قواعد یا قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہو۔

vi. اتھارٹی کی جانب سے لائسنس یافتہ کو اپنے موقف کے اظہار کا موقع فراہم کئے جانے کے بعد، آرڈیننس کے کسی حکم یا قواعد وضوابط کی حکم عدولی پر دس لاکھ روپے تک جرمانہ عائد کر سکے گی۔

29(i)۔ بقایاجات کی وصولی:(Receipt of Arrears)

تمام واجبات (لائسنس اور سالانہ تجدیدی فیس، جرمانے وغیرہ) قابل وصول ہوں گے۔

30۔ لائسنس کی منسوخی و معطلی:(Cancelation / withdrawal of License)

اتھارٹی درج ذیل وجوہات کی بناء پر حکم نامہ کے ذریعہ میڈیا ہاؤس کا لائسنس منسوخ یا معطل کرنے کی مجاز ہو گی:

i. بقایاجات کی ادائیگی میں ناکامی کی بناء پر۔

ii. آرڈیننس کے حکم یا وضع کردہ قوانین اور ضوابط کی خلاف ورزی کرنے پر۔

iii. شرائط لائسنس کی تعمیل سے قاصر رہنے پر۔

iv. مفادِ عامہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اتھارٹی لائسنس کی شرائط میں تبدیلی کر سکے گی۔

v. لائسنس یافتہ کو اظہار رائے کا موقع دینا ضروری ہو گا۔

31۔ رابطہ کی سہولت: (Connectivity)

i. اتھارٹی کی اجازت کے بغیر رابطہ (اپ لنکنگ) پر عملدرآمد نہیں ہو گا۔

ii. اتھارٹی مقررہ شرائط کی تکمیل کے بعد زمینی یا سیٹلائٹ سے پاکستان کے اندر یا باہر پروگرام نشر کرنے کی تحریری اجازت دے سکتی ہے۔

32۔ استثناء کا اختیار: (Exemption Authority)

اتھارٹی کسی بھی شخص کو عوام کے مفاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے استثناء دے سکتی ہے۔ جبکہ یہ استثناء دستور کی رو سے مساوات کے اصول اور قواعد میں موجود طریقہ کار کے مطابق وجوہات کو تحریری طور پر قلم بند کیا جائے گا۔

33۔ تعزیرات: (Penalties)

i. آرڈیننس احکام کی خلاف ورزی کرنے والا (میڈیا ہاؤس یا اس کو چلانے والا) یا مدد کرنے والا مجرم قرار پائے گا اور جرمانے (دس لاکھ تک) کا مستوجب ہو گا۔

ii. لائسنس کے بغیر آرڈیننس کے کسی حکم کی خلاف ورزی یا مدد کرنے والے کے لیے سزا (4 برس)، جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب قرار پائے گا۔

iii. اگر کوئی شخص یا ادارہ دوبارہ خلاف ورزی یا خلاف ورزی کرنے میں مدد کرے تو وہ سزا (تین برس)، جرمانہ یا دونوں سزاؤں کا مستوجب ہو گا۔

iv. جو لائسنس یافتہ براڈکاسٹنگ یا ڈسٹری بیوشن ہاؤس سے آلات (ترسیلی یا براڈکاسٹنگ آلات، بوسٹر، رسیور، کنورٹر، ڈسٹری بیوٹر، انٹینا، وائر وغیرہ) میں چوری، نقصان پہنچائے یا تلف و تحریف کرے تو وہ سزا (تین برس)، جرمانہ یا دونوں کو مستوجب ہو گا۔

33(i)۔ اتھارٹی کی معاونت: (Implementation of Rules and Regulations)

وفاقی، صوبائی اور مقامی حکومتوں کے ساتھ محکمہ پولیس بھی آرڈیننس کے احکامات اور قواعد وضوابط کی بجا آوری میں اتھارٹی اور افسران کی ہر ممکن مدد کریں گے۔

34۔ **شکایات پر مقدمات:()**

کوئی عدالت کسی جرم کی سماعت کا اختیار نہیں رکھے گی ماسوائے اس کے کہ مقدمہ، اتھارٹی یا اتھارٹی کے افسر مجاز کی شکایت پر ہو۔

35۔ **سماعت کا اختیار:** (Authority of Hearing)

i. آرڈیننس کے سزایافتہ کی سماعت درجہ اول سے کم تر مجسریٹ نہیں کرے گی۔

ii. فوجداری ضابطہ 1898ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت 1898ء) کے درجہ اول کا مجسریٹ آرڈیننس کی اجازت سے قانوناً سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔

36۔ **قواعد وضوبط کی خلاف ورزی:** (Voilation of Ordinance by Media Companies)

آرڈیننس کے تحت کمپنی کا مالک، نگران یا ادارہ چلانے والے کو جرم کے وقت کمپنی کا حصہ ہونے پر جرم میں ملوث قرار دیتے ہوئے کاروائی اور سزا دی جائے گی۔

37۔ **آرڈیننس کی فوقیت:** (Superiority of the Ordinance)

آرڈیننس احکام کو دیگر تمام نافذ العمل قانون، معاہدات، اقرار نامے یا دیگر دستاویزات پر فوقیت حاصل ہو گی۔

38. **قانونی کاروائی سے بر أت:** (Exemption from Legal Action)

آرڈیننس کی رو سے نیک نیتی سے اختیارات کا استعمال یا اپنے فرائض کو انجام دہی یا انجام دینے کا ارادہ رکھنے والے کے خلاف کوئی مقدمہ یا قانونی کاروائی، وفاقی، صوبائی یا مقامی اتھارٹی نہیں کر سکے گی۔

39۔ **اختیار برائے وضع قواعد:** (Policy Formulation)

حکومت سے منظوری جریدے میں اعلان اور آرڈیننس کے اغراض کو پورا کرنے کے لیے اتھارٹی قواعد وضع کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

40۔ **ازالۂ مشکلات:** (Problems Solving)

اتھارٹی آرڈیننس کی دفعات پر عمل درآمد کرانے یا انہیں موثر بنانے میں حائل مشکلات کو دور کرنے کے لیے احکامات جاری کر سکتی ہے جسے مشکلات کو حل کرنے کی غرض سے ضروری سمجھا جائے۔

درج بالا رائج الوقت آرڈیننس کی شق نمبر 27 کے نکات کو مختصراً بیان کیا جارہا ہے:۔

i. نفرت انگیز یا مذہبی و مسلکی تفرقہ بازی کی ممانعت۔

ii. بدعنوانی اور فحاشی و عریانی پر مبنی پروگراموں کی ممانعت۔

iii. کسی فرد کی نیک نامی کو مجروح کرنا منع ہے۔

iv. ریاست مخالف جذبات اور تشدد کی پشت پناہی سے گریز۔

v. افواج پاکستان اور عدلیہ کی خلاف ورزی۔

vi. برائی اور جرم کی طرف مائل کرنے والے اشتہار و پروگرام کی خلاف ورزی۔

vii. بچوں اور مرد و زن کو لعن طعن کرنے کی ممانعت۔

viii. بین الممالک تعلقات کو نقصان پہنچانے پر پابندی۔

ix. اسلامی اقدار اور نظریہ پاکستان کی خلاف ورزی کرنے والے مواد پر پابندی۔

x. بچوں کے مخصوص پروگرام میں بری زبان اور والدین یا بڑوں کے ساتھ ناروا سلوک پر مشتمل پروگراموں پر پابندی۔

xi. ذاتی زندگی یعنی گھریلو، خاندان یا شادی شدہ زندگی کے خلاف مواد پر پابندی۔

xii. تاریخی حقائق وشواہد کو مسخ کرنے والے اشتہارات پر پابندی۔

xiii. جھوٹ اور دھوکہ دہی کی ممانعت۔

کسی بھی ادارے کے انتظام و انصرام کو احسن طریقے سے چلانے اور اسے ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ادارے کے لیے کچھ قوانین وضوابط طے یا ترتیب دے لیے جائیں۔ اسی طرح شعبہ صحافت و ابلاغ (جسے ریاست کے چوتھے ستون کا مقام حاصل ہے) کے لیے بھی اصول وضوابط اور قوانین مقرر کئے گئے ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر موجودہ دور تک صحافت و ابلاغ کے اداروں اور قوانین میں اسلام، نظریہ پاکستان اور مذہبی، تہذیبی، معاشرتی اور اخلاقی اقدار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترامیم کی گئیں، جو وقت اور حالات کے ساتھ معاشرے اور عوام کے لیے سود مند بھی ثابت ہوتی رہی ہیں۔ حالیہ دور میں ادارے اور قوانین دونوں موجود ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اداروں کو پابند کیا جائے کہ وہ قوانین پر سختی سے کاربند رہیں اور دوسروں کو بھی عمل درآمد کی نا صرف تلقین کریں بلکہ سو فیصد یقینی بنائیں۔

فصل دوم

صحافت و ابلاغ کے قوانین میں اسلامی اصولوں کے انطباق کا جائزہ

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر ماہ رمضان کی 27ویں شب عمل میں لایا گیا۔ اس لیے اس میں تمام اداروں کے قوانین قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔ 'پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی' کے قوانین بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ترتیب شدہ ہیں۔ پیمرا کی شق 27 کے مطابق بیان کئے گئے اسلامی اصولوں کا تذکرہ کرتے ہوئے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ اصول و ضوابط اسلامی تعلیمات پر پورا اتر کر وطن عزیز کے لیے کتنے سود مند ثابت ہو رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے صحافت و ابلاغ کے قوانین میں اسلامی اصولوں کی تطبیق درج ذیل ہے:

1. نفرت انگیز یا مذہبی و مسلکی تفرقہ بازی کی ممانعت

پیمرا کے قوانین کی شق نمبر 27 کے اسلامی اصولوں کے مطابق نفرت انگیز یا مذہبی و مسلکی تفرقہ بازی پر مبنی مواد کی نشر و اشاعت کی ممانعت ہے۔ دینِ اسلام میں معاشرے کے افراد کے مابین باہمی ربط و تعلقات اور معاملات کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام زندگی کے ہر گوشہ و پہلو پر مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن و حدیث اخلاقی اقدار و اسلامی روایات کا وسیع منبع اور بیش قیمت ذخیرہ ہیں۔ سچائی، جھوٹ کی لعنت، اخوت و بھائی چارہ، مساوات، عدل و انصاف، صبر و تحمل، عفو و درگزر، ضرورت مندوں اور بے کسوں کی مدد جیسے چند اعلیٰ اخلاقی اقدار کی مثالیں ریاستِ مدینہ میں بکثرت ملتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ شَيْءٍ يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ أَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ وَإِنَّ صَاحِبَ حُسْنِ الْخُلُقِ لَيَبْلُغُ بِهِ دَرَجَةَ صَاحِبِ الصَّوْمِ وَالصَّلَاةِ))[182]

"میزان میں رکھی جانے والی چیزوں میں سے اخلاق حسنہ (اچھے اخلاق) سے بڑھ کر کوئی چیز

182۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح 2003

وزنی نہیں ہے، اور اخلاق حسنہ کا حامل اس کی بدولت روزہ دار اور نمازی کے درجہ تک پہنچ جائے گا"۔

مؤمن کی شان اس کے اچھے اخلاق ہونے چاہئیں، یعنی اسے دوسروں کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیے، مصیبت میں اس کی مدد کرنی چاہیے اور زبان و ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ دورِ حاضر کے ذرائع ابلاغ اخلاقی اقدار کی مناسب نشر و اشاعت اور اس سے متعلقہ معاشرتی مسائل کی نشاندہی کر کے اپنا اہم کردار بخوبی ادا کر سکتے ہیں، یعنی کارِ خیر مثلاً ایسے بیمار و نادار لوگوں کے علاج و معالجہ کے اخراجات کی ذمہ داری مخیر حضرات یا فلاحی تنظیمیں سرانجام دے رہی ہیں، تو ایسے تمام امور کی بھرپور تشہیر کی جائے تاکہ معاشرے کے دوسرے افراد میں بھی اس احساس کو زندہ کیا جائے اور ترغیب دی جائے کہ کسی کی زندگی بچانا کس قدر عظیم اور بلند مرتبہ ہے۔ نتیجتاً اس سے مستفید ہونے والے افراد اور ان کے اہل خانہ معاشرے کا مفید اور سود مند عنصر ثابت ہو سکتے ہیں۔ معاشرے سے بے چینی اور جرائم کے خاتمے میں مدد ملے گی۔ معاشرے میں محبت و یگانگت، جذبہ ایثار و قربانی کو فروغ ملے گا۔ اس طرح امید کی جاسکتی ہے کہ معاشرے پر ذرائع ابلاغ کی اس کاوش کے اچھے ثمرات و اثرات مرتب ہوں گے اور شیطانی قوتوں اور بدی کے خاتمے میں بھرپور مدد ملے گی۔

2. بدعنوانی اور فحاشی و عریانی پر مبنی پروگراموں کی ممانعت

پیمرا آرڈیننس کی شق 27 کے اسلامی اصولوں کے تحت بدعنوانی اور فحاشی و عریانی پر مبنی پروگراموں کی نشر و اشاعت پر سخت ممانعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکت پاک ہے اور وہ پاکی کو پسند فرماتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو توحید کی دعوت دی اور فحاشی و بدکاری سے منع فرمایا۔ جن امتوں نے بدکرداری نہ چھوڑی انھیں اللہ تعالیٰ نے دنیاوی عذاب میں مبتلا کیا۔ مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہم جنس پرستی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہونے اور ہٹ دھرمی پر قائم رہنے کی وجہ سے عذابِ الٰہی میں مبتلا ہوئی۔ قومِ لوط کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ

الْعَالَمِينَ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ﴾[183]

"اور لوط (کو یاد کرو) جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم (عجب) بے حیائی کے مرتکب ہوتے ہو۔ تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا، تم کیوں (لذت کے ارادے سے) لونڈوں کی طرف مائل ہوتے اور (مسافروں کی) رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔ تو اُن کی قوم کے لوگ جواب میں بولے، کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ"۔

جن اقوام نے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی کی، جیسے جنسی بے راہ روی، بدکاری، بد فعلی اور غیر فطری افعال میں ملوث ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے قوانین کے مطابق انجام و سزائیں بھی دیں۔ فحاشی وبدکاری کی طرف راغب کرنے والے تمام عوامل مثلاً بے پردگی، غیر محرم مرد وزن کا آزادانہ میل جول، رومانوی فلمیں، ڈرامے، افسانے، اشعار اور نیم عریاں لباس وغیرہ حرام فعل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ﴾[184]

"اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا"۔

اللہ تعالیٰ مؤمنین کو شیطانی راستوں، چالوں اور وسوسوں سے دوری اختیار کرنے کا حکم فرمارہے ہیں۔ کیونکہ شیطان انسان

183۔ العنکبوت:28 - 29

184۔ النور:21

کو برائی، بدی، بد فعلی، بدکاری اور بے حیائی پر اکساتا ہے۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

((لَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنْ اللَّهِ وَلِذَلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنْ اللَّهِ وَلِذَلِكَ مَدَحَ نَفْسَهُ))[185]

"اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں، اسی لیے اس نے تمام کھلی اور پوشیدہ فواحش (بے حیائی کی باتیں) حرام کر دیں اور اللہ سے بڑھ کر کسی کو مدح پسند نہیں"۔

اللہ تعالیٰ کی پاک و مقدس ذات فحاشی و منکرات جیسے خصائص کو سخت ناپسند فرماتی ہے۔ اللہ نے انسان کو ظاہری اور پوشیدہ برائی کا مرتکب ہونے سے منع فرمایا ہے۔ دورِ جدید کے ذرائع ابلاغ مغربی طرز پر عمل پیرا ہیں۔ حکومت کی قائم کردہ سنسر پالیسی شرعی اصولوں پر مبنی نہیں ہے، جس کی وجہ سے ناظرین و سامعین خصوصاً نوجوان نسل اس کے مضر اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اس کے برعکس اگر ذرائع ابلاغ کو اسلامی اصول و ضوابط کے مطابق استعمال کیا جائے تو اس کے معاشرے پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور یہود و ہنود کے مسلمان نوجوان نسل کو فحاشی و عریانی کے ذریعے تباہ کرنے کے مذموم مقاصد کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور اللہ کی تائید و نصرت بھی شاملِ حال ہو گی۔ معاشرے کے ارتقاء، تعمیر و ترقی اور استحکام کا دارومدار ذرائع ابلاغ کی کارکردگی پر منحصر ہوتا ہے۔ مسلم معاشرے بلخصوص پاکستان کے ذرائع ابلاغ کو پیمرا کے اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق اپنے فرائض سرانجام دینا ضروری ہیں۔ اسلامی شعار پر عمل پیرا ہو کر مستحکم اسلامی معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

3. کسی فرد کی نیک نامی کو مجروح کرنا منع ہے

پیمرا کے قوانین کے شق 27 کی رو سے کسی فرد کی نیک نامی کو مجروح کرنا یا ایسے افعال سرانجام دینا سخت منع ہے۔ اسلام کی رو سے یہ فانی دنیا بنی نوع انسان کے لیے ایک امتحان گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اچھے اور برے اعمال کے لیے جزا اور سزا کا اصول مقرر کیا ہے جس کے تحت اسے دنیا کی عارضی اور آخرت کی دائمی و ابدی زندگی میں بدلہ ملے گا۔ سزا اور جزا کا

---

[185]۔ مسلم بن حجاج ، صحیح مسلم، کتاب التوبہ، باب غیرۃ اللہ تعالیٰ و تحریم الفواحش، ح6993 / البخاری، ح7403

احساس انسان کو اعمالِ صالح کی ترغیب و ترویج دیتا ہے اور اعمالِ بد سے منحرف و متنفر کرتا ہے۔[186] جب یہ جذبہ انفرادیت سے اجتماعیت تک پھیل جائے تو معاشرہ برائیوں سے پاک ہو کر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بلا مقصد پیدا نہیں کیا بلکہ ہر شخص کو اپنی معینہ مدت گزارنے کے بعد اپنے سر کردہ اعمال کی جوابدہی کے لیے اللہ کے حضور پیش ہونا ہوتا ہے۔ تمام بنی نوع انسان کو اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے ہاں پیش ہونا ہے، جہاں نبی کریم ﷺ اور دیگر اہلِ ایمان بھی حاضر ہوں گے۔ چنانچہ ابلاغ کے ذرائع کی اسلامی قوانین کے مطابق انجام دہی سے معاشرے پر پُر اثر اور دوررس نتائج مرتب ہوں گے، شیطان کے چیلوں کی شر انگیز سرگرمیوں کا قلع قمع کرنے میں مدد ملے گی اور نیکی و بھلائی کے کاموں کے فروغ کے لیے فضاساز گار اور راہ ہموار کرنے میں آسانی ہو گی۔

4. ریاست مخالف جذبات اور تشدد کی پشت پناہی سے گریز

پیمرا کے قوانین کی شق 25 کے مطابق ریاست مخالف جذبات اور تشدد کی پشت پنائی سے منع کیا گیا ہے۔ تحفظ کا احساس ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں کلیدی مقام رکھتی ہے۔ جس ریاست کی اوّلین ترجیح اس کے شہریوں کا تحفظ اور ریاست مخالف جذبات ہوں، وہاں معاشی ترقی اور قومی یکجہتی جیسے عناصر پروان چڑھتے ہیں۔ موجودہ دور کے بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں عوام الناس کو تحفظ فراہم کرنے پر بہت زور دیا جاتا ہے اور ان کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی ہے۔ جبکہ ترقی پذیر ممالک کے آسودہ حال گھرانے یورپی ممالک اور امریکہ کا رخ صرف اسی بنیادی ضرورت کی تکمیل کے لیے کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی بنیادی اور اہم وجہ حکمِ الٰہی کے ساتھ تحفظِ جان بھی تھا۔ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں تمام مفتوحہ علاقوں میں ذمیوں کے جان و مال کا تحفظ ریاست مدینہ کی ذمہ داری تھی۔ مسلمانوں کے اسی احساس تحفظ اور اس کی اخلاقی اقدار کی بدولت غیر مسلموں کی کثیر تعداد جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔

کسی ایک انسان کی جان کی حفاظت گویا پوری انسانیت کی حفاظت ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مصیبت میں ہو تو حتیٰ الامکان اس

---

[186]۔ مودودی، سیّد ابو الاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور)، ص 43

فرد کی ہر جائز طریقے سے حاجت پوری کرنا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

((الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ))[187]

"مؤمن وہ ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان ومال کا خوف وڈر نہ ہو"۔

اسی مفہوم کو نبی کریم ﷺ ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

((كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ))[188]

"ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے"۔

تعلیمات رسول کریم ﷺ کے مطابق ہر فرد کے جان ومال اور عزت و آبرو کو دوسروں پر حرام قرار دے کر حفاظت فرما دی۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ کو معاشرے میں پائے جانے والے تمام نقائص کو اجاگر کرنا چاہیے جو تحفظ کے فقدان کا باعث بنیں، تاکہ ذرائع ابلاغ کی بروقت نشاندہی کی بدولت ریاستی حکام مناسب اقدامات کرتے ہوئے مسائل کا سدِ باب کریں۔ پیمرا کی شق 27 کے اس ذمہ دارانہ اقدام کی بدولت عوام میں نفسیاتی طور پر احساسِ تحفظ پیدا ہو جائے گا اگرچہ ابھی ریاستی اقدام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچے ہوں۔ جب عوام میں اندرونی اور بیرونی جان ومال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا احساس یقینی ہو تو ان کی ملک کے ساتھ یکجہتی اور وفاداری بھڑ جاتی ہے جس سے وہ اپنے فرائض کی انجام دہی زیادہ دلجمعی، قوت اور توجہ کے ساتھ والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔ ملک و قوم کی سالمیت کے لیے ہر لحظہ متحد ہو کر اپنی جان ومال کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اس سچی وابستگی کی بدولت ملک اندرونی سازشوں اور خلفشاری سے محفوظ رہتا ہے۔ اجتماعی سطح پر معاشرے اور ملک اندرونی وبیرونی خطرات و آزمائشوں کا متحد ہو کر کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر سکتے ہیں۔

---

[187]۔ امام ابن ماجہ، ابنِ ماجہ، کتاب الفتن، باب حرمۃِ دم المؤمن ومالہ، ح3934

[188]۔ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ---، باب تحریم ظلم المسلم---، ح6541

5. حکومتی اداروں کے خلاف مواد پر پابندی

پیمرا کی شق نمبر 27 کے مطابق "پاکستان میں عدلیہ افواج اور بین الاقوامی روابط" کے بارے میں غلط مواد اور توہین کی ہر گز اجازت نہیں۔ ایسے پروگرام، ڈرامہ، ٹاک شوز، اشتہارات اور فلم وغیرہ جن کی وجہ سے ملکی سلامتی اور بقاء نیز مختلف ممالک کے ساتھ روابط خراب ہونے کا اندیشہ ہو ان کی نشرواشاعت پر پابندی عائد ہو گی۔ ان اداروں یعنی عدلیہ بلا تفریق انصاف، افواج پاکستان ملکی سالمیت اور بین الاقوامی روابط پر ملک کی معاشیات منحصر ہوتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بعد اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا گیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾[189]

"اے ایمان والو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے حاکم ہوں، پھر اگر آپس میں کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لاؤ اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہی بات اچھی ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے"۔

مولانا مودودی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

"اولی الامر کے مفہوم میں وہ سب لوگ شامل ہیں، جو مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے سر براہ ہوں۔ خواہ وہ ذہنی و فکری رہنمائی کرنے والے علماء ہوں یا سیاسی رہنمائی کرنے والے

---

[189] ۔ النسا:59

لیڈر یا ملکی انتظام کرنے والے حکام، فوج یا عدالتی فیصلے کرنے والے جج"[190]۔

لہذا وہ تمام ادارے جو وطن عزیز کے نظم و نسق اور دفاع کے لیے ضروری ہیں ان کی اطاعت ہر صورت بجالائی جائے۔ ان اداروں کی تضحیک کرنے والے ابلاغ کے اداروں کے خلاف سخت چارہ جوئی کرتے ہوئے جرمانے اور سزائیں عائد کرنا لازم ہیں۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر تعلقات کی ہمواری میں میڈیا ذرائع اہم اور بھرپور کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ان کی بدولت تعلقات سنوارے اور بگاڑے بھی جاسکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر لیاقت علی خان رقمطراز ہیں:

> "اسلامی پریس کا ایک مقصد یہ ہے کہ اتحاد بین المسلمین کو بڑھایا جائے۔ مسلمانوں میں زیادہ اتحاد پیدا کیا جاسکے۔ پریس کا زیادہ تر یہ رول ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلم ممالک میں اور مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ اخوت کو ابھارا جائے"[191]۔

دین اسلام اور تعلیمات کی استواری از حد ضروری ہے آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ اس کی روشن مثال ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے جن ممالک سے معاہدات کئے ان کو ہر صورت نبھایا۔ آپ ﷺ نے اس مقصد کے لیے مختلف ممالک کے سربراہان کے نام خطوط تحریر کئے جن کا بنیادی مقصد دعوت اسلام اور آپسی تعلقات کی بہتری تھی۔ لہذا میڈیا اداروں کو بھی اس سنہری اصول پر سختی سے کاربند رہ کر ایسے ٹاک شوز، ڈرامے، فلمیں یا اختیارات کی نشرواشاعت کا بندوبست کرنا چاہیئے، جس سے پاکستان کے تعلقات دوسرے ممالک سے خراب نہ ہو سکیں۔

6. برائی اور جرم کی طرف مائل کرنے والے اشتہار و پروگرام کی خلاف ورزی

پیمرا کے قوانین کی شق نمبر 27 کے تحت کوئی بھی نشرواشاعت کا ادارہ کسی ایسے موضوع، مواد یا امور جو برائی اور جرم کی طرف مائل کر کے معاشرے پر منفی اثرات مرتب کر رہے ہوں وہ جواب دہ اور قابل احتساب ہوں گے۔ معاشرے سے بدی، جرم

---

[190] ۔ مودودی، تفہیم القرآن، ص:365

[191] ۔ نیازی، لیاقت علی خان، مقالہ: اسلام میں صحافت کا تصور، روزنامہ مشرق، پشاور، 7 نومبر 1991ء

اور غلط کاموں کے سد باب کے لیے ضروری ہے کہ اسلام کے اصول تقویٰ اور خدا خوفی کو ترویج دی جائے۔ انسان کسی بھی برائی یا ظلم کا ارتکاب ریاست، حکومت اور معاشرہ کے قانون و روایات کے ڈر کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کے خوف اور خوشنودی کے حصول کے لیے انجام دے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری جب کسی فرد اور معاشرہ میں پروان چڑھنے لگے تو ایسے معاشرہ میں جرائم اور برائیوں کی شرح کم ہونے لگتی ہے۔ ذرائع ابلاغ اس ضمن میں بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ حق پر مبنی جرائم کے واقعات کی بروقت نشر و اشاعت مجرموں کو اسلامی قوانین کے تحت سزاؤں کی مناسب طریقے سے رپورٹنگ اور جید علمائے دین اور دانشوروں کے اصلاحی مضامین کی نشرواشاعت سہہ جہتی حکمت عملی (Three Prong Strategy) کہلاتی ہے جس کے ذریعے معاشرہ میں تقویٰ اور خدا خوفی کو تقویت فراہم کی جاسکتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[192]

"بے شک اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے (تقویٰ) والا ہے"۔

آیت مبارکہ کی روشنی میں تمام بنی نوع انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کی اولاد ہونے کی نسبت سے مرتبہ کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اسلام میں فضیلت کا معیار دینی امور، اللہ کی اطاعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی وجہ سے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾[193]

"اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبر دار ہے"۔

اللہ تعالیٰ کی ذات مبارک دنیا میں ہر جگہ موجود ہے۔ اللہ ہمارے ہر فعل خواہ جلوت میں ہوں یا خلوت میں، حتیٰ کہ ہمارے دلوں کے ارادوں سے بھی باخبر ہے۔ جب یہ یقین اور ایمان انسان کے دل میں راسخ ہو جائے تو وہ اللہ کے خوف سے ہر قسم کی برائی

---

[192]۔ الحجرات:13

[193]۔ المائدہ:8

سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْثَرِ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ، فَقَالَ: تَقْوَى اللَّهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ))[194]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کو بکثرت جنت میں داخل کرے گی تو آپ نے فرمایا: "تقویٰ (اللہ کا ڈر) اور اچھے اخلاق"

یعنی سب سے بہتر شخص کا معیار تقویٰ اور حسنِ خلق کو قرار دیا گیا ہے جو اس کے لیے نجات و فلاح کا باعث بنے گا۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

((إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ، وَأَعْمَالِكُمْ))[195]

"اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، لیکن وہ تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے"۔

معلوم ہوا کہ تقویٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت مقبول اور قدر و منزلت والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی فرد کی عبادات و اعمال کی قطعاً ضرورت نہیں۔ درحقیقت وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی کے لیے تقویٰ اختیار کر کے برائی اور بدی کے کاموں سے اجتناب کرتا ہے۔ خوفِ خدا اور احساس تقویٰ کی پاسداری کرنے والے ذرائع صحافت و ابلاغ ہی معاشرے میں ایک مثبت انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔ پیمرا کے ذرائع اور صحافت و ابلاغ سے وابستہ افراد معاشرے میں رونما ہونے والے حالات و واقعات اور کمزوریوں کی صحیح عکاسی و نشاندہی اسلامی اصولوں کے مطابق سرانجام دیں تاکہ عوام الناس میں اعتماد پیدا ہو سکے اور حق و باطل کے مابین تمیز کرنے میں مدد مل سکے۔ عوام میں اخلاقی حوصلہ پیدا کیا جا سکے تاکہ وہ اپنے جائز حقوق اور مطالبات کے لیے آواز بلند

---

[194] ۔ امام ترمذی، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح2004

[195] ۔ مسلم بن حجاج، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ، ح6543

کر سکیں، اس امر کی بدولت عوام میں مستقبل کے لیے اہل، باصلاحیت، ایماندار، پرہیز گار، عوام دوست اور عوام کی خدمت سے سرشار نمائندوں کے انتخاب میں مدد ملے گی اور یہی منتخب شدہ نمائندے مثبت اور درست فیصلوں کی بدولت عوام کی معاشرتی اور معاشی حالت کو مزید بہتر اور مستحکم کریں گے، معاشرتی برائیوں کا سدِباب ہو گا اور معاشرہ میں امن اور خوشحالی کا دور دورہ ہو گا۔

7. بچوں اور مردوزن کو لعن طعن کرنے کی ممانعت

پیمرا کی شق 27 کے تحت "بچوں اور مردوزن کو لعن طعن کرنے کی ممانعت" مسلمانوں کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کی مخلوق کو لعن طعن کا نشانہ بنائیں۔ کیونکہ اللہ نے انسان کو عزت و تکریم اور عظمت و بڑائی بخشتے ہوئے اسے اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي اٰدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾[196]

"اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی ہے خشکی اور دریا میں اسے سوار کیا اور ہم نے انہیں ستھری چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر انہیں فضیلت عطا کی"۔

اللہ پاک نے انسان (مومن و کافر) کو باقی تمام مخلوقات پر متعدد اعتبار سے شرف و فضل سے نوازا ہے۔ لہذا جب اللہ نے انسان کو اعلیٰ رتبہ سے نوازا انسان کا آپس میں ایک دوسرے یا چھوٹے بڑے یا بچوں کو لعن طعن، برا بھلا یا عزت نفس مجروح کرنا کسی صورت جائز و پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ آپ ﷺ تو بچوں کو پیار فرماتے اور دوسرے کو بھی تلقین فرماتے:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبْصَرَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ الْحَسَنَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْحُسَيْنَ أَوْ الْحَسَنَ فَقَالَ إِنَّ لِي مِنْ الْوَلَدِ عَشَرَةً مَا قَبَّلْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ

---

[196] - الاسراء:70

مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ))[197]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ حسن یا حسین کا بوسہ لے رہے تھے، اقرع نے کہا: میرے دس لڑکے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا ہے"۔

نبی کریم ﷺ نہایت شفیق اور بچوں سے شفقت اور نرمی سے پیش آتے، ان پر رحم فرماتے اور اسی کا حکم دیتے۔ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مومن لعنت کرنے والا نہیں ہو سکتا۔[198] اور لعنت کرنے کو مسلمانوں کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے[199]۔ لہذا ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ پر ایسے پروگرام اور اشتہارات پر ممانعت اور قانون کے تحت جرمانے کیے جائیں، جن میں مرد وزن اور بچوں کو لعن طعن یا ملامت کرتے ہوئے دکھایا جائے کیونکہ جب بچے ایسے پروگرام دیکھیں گے تو وہ معاشرہ خصوصاً اسلام کے بارے میں سوالات اٹھائیں گے اور وہ کبھی خود اچھے شہری نہیں بن سکیں گے جس کے معاشرے میں بدامنی اور انتشار کا دور دورہ ہو گا۔

8. اسلامی اقدار اور نظریہ پاکستان کی خلاف ورزی کرنے والے مواد پر پابندی

پیمرا کے قوانین کی شق 27 کے مطابق "اسلامی اقدار اور نظریہ پاکستان کی خلاف ورزی کرنے والے مواد" کی نشر واشاعت پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ دین کسی فرد اور قوم کی زندگی میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے جو انسان کو دنیا میں رہنے کی توجیح اور قلبی و روحانی تسکین فراہم کرتا ہے۔ دین کے بغیر انسان ایک ایسے بھٹکے ہوئے مسافر کی مانند ہے جسے اپنی منزل کا تعین نہیں۔

---

[197] ۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الولد، ح 1911

[198] ۔ التبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، ح 1818

[199] ۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب من حلف بملۃ۔۔۔، ح 6652

مسلمانوں کا ظہور اسلام سے ہی اپنے مذہب سے والہانہ عقیدت اور مضبوط تعلق استوار ہے، مگر ان کے ازلی وابدی دشمن یہود اس تعلق کو کمزور کرنے کے لیے مصروفِ عمل ہیں۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی عبادات سے نہیں بلکہ ان کے اسلامی نظام شریعت کے نفاذ سے خائف ہیں، کیوں کہ نفاذ شریعت کی حامل حکومتیں یہودیوں کے جارحانہ اور مکروہ عزائم کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں ترقی یافتہ اقوام جہاں معاشی میدان میں مضبوط ہو رہی ہیں وہیں ثقافتی میدان میں اپنی حریف اقوام کو مغلوب کر رہی ہیں۔ آج کا دور ثقافتی یلغار یا تہذیبوں کے تصادم کے عروج پر ہے۔ مسلم معاشرے کے افراد کے افکار، گفتار اور کردار کے انفرادی و اجتماعی طور طریقوں پر مغربی اور ہندوانہ ثقافت کی یلغار ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو ازل تک متوازن زندگی گزارنے کا حسین امتزاج ہے۔

مسلمان معاشرے مغربی اقوام کے شیطانی حربوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ آج غیر اسلامی ماحول[200] میں پروان چڑھنے والا بچہ شعور کی دہلیز میں داخل ہوتے ہی مغربی طرزِ زندگی کو اپنے لیے آئیڈیل لائف اسٹائل (Ideal Life Style) کے طور پر پسند کرنے لگتا ہے۔ اپنی ثقافت اور مذہب کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے قیمتی وقت کا بیشتر حصہ دوسرے خرافات میں صرف کرنے لگتا ہے۔ بچوں کو مغربی لباس اور مغربی کھانے[201] کھلا کر والدین مہذب اور ماڈرن ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہی بچے بڑے ہو کر اسی روایت کو جاری رکھتے ہوئے اپنے لیے مغربی ملبوسات کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ لیکن اسلامی نقطۂ نظر سے پردہ اور ستر سے محروم لباس اسلامی تعلیمات سے مکمل انحراف ہے۔ مغرب کی یہ اندھی تقلید دراصل ابلیس کی تقلید ہے۔ ایسے معاشرے کے افراد میں سے جذبۂ ایمانی، جذبۂ حب الوطنی، جذبۂ ایثار جیسے اہم شعار ناپید ہو جاتے ہیں جس سے ایسے معاشروں اور افراد پر اللہ کی رحمت اور برکتوں کا نزول منقطع ہو جاتا ہے اور اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو ایسے ظالم معاشرے عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

صحافت و ابلاغ کے اداروں کو ہمہ وقت اپنے تمام تر وسائل بروئے کار لاتے ہوئے اسلام دشمن ایجنڈا پر کار فرما

200۔ شیر خوارگی سے ہی پاوڈر والے دودھ کے ذریعے ابتدائی درسگاہ سے محرومی، مصنوعی غذا، ابتدا ہی سے بچوں کو کارٹون تھیمز اور ان سے منسلک لباس اور دیگر تمام روزمرہ استعمال کی اشیاء

201۔ Hardez, Pizza hut, KFC, MCDonald

پروگراموں کی نشرواشاعت پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ یہودی ادارے انتہائی مکاری وعیاری کے ساتھ مسلم ممالک اور ان کی روایات کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں۔ یہ نا صرف مسلمانوں کا معاشی استحصال بلکہ سیاسی، سماجی، اخلاقی، ثقافی اور مذہبی اقدار کو پامال کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔

9. بچوں کے لیے مثبت اور تعمیری فکر پر مبنی پروگرام:

پیمرا کے اسلامی قوانین کی شق 27 کے مطابق بچوں کے مخصوص پروگرام میں بری زبان اور والدین یا بڑوں کے ساتھ ناروا سلوک پر مشتمل پروگراموں پر پابندی عائد ہے۔ کیونکہ بچوں کی تربیت خاص توجہ کی متقاضی ہوتی ہے۔ جس سے یہی بچے کل کو معاشرے کا معمار ثابت ہوں گے۔ آج کے ابلاغ کے ذرائع بچوں کی تربیت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں لہذا ضروری ہے کہ یہ ادارے بچوں کے مثبت اور تعمیری فکر پر مبنی پروگرام اور کارٹون کی نشرواشاعت کریں اور ایسے پروگرام جن میں بے ادبی، بدلحاظی وبداخلاقی کے نمونے ہوں ان پر فوراً پابندی عائد کریں۔ میڈیا کو بچوں کی تعمیر وتربیت میں اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے۔ فقہاء کے نزدیک بیوی بچوں کو شرعی احکام، حلال وحرام کی تعلیم اور ان پر عمل درآمد کرانا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ حضور ﷺ فرمایا:

((مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ))[202]

"حسن ادب سے بہتر کسی باپ نے اپنے بیٹے کو تحفہ نہیں دیا"۔

بچے گیلی اور نرم مٹی کی مانند ہوتے ہیں اب یہ والدین پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ بچوں کے ساتھ جیسا پیش آئیں گے، ان کی تربیت کریں گے بچے ویسے ہی ڈھلتے جائیں گے۔ تربیت میں اب والدین کے ساتھ میڈیا بھی بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ لہذا صحافت و ابلاغ کے ذرائع کو اپنی ذمہ داریوں کو اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق ادا کرنا چاہیے، تاکہ بچوں کی کردار سازی میں والدین کی مدد کا دینی فریضہ بھی انجام پا سکے۔

---

[202] ۔ امام ترمذی، جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول ﷺ، باب ماجاء فی ادب الولد، ح1952

10. ذاتی زندگی یعنی گھریلو، خاندان یا شادی شدہ زندگی کے خلاف مواد پر پابندی

پیمرا قوانین کی شق 27 کے مطابق "ذاتی زندگی یعنی گھریلو، خاندان یا شادی شدہ زندگی کے خلاف مواد" پر پابندی عائد ہے۔ اسلام کے اصولوں کے خلاف مغرب نے خوش حالی اور بہتر معیارِ زندگی کا نعرہ لگا کر عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی ترغیب دی جس کی وجہ سے گھریلو امور کی انجام دہی متاثر ہونے لگی۔ اس کا گہرا اثر بچوں کی زندگی پر پڑا۔ بچے اخلاقی بے راہ روی (آزادانہ میل جول، قبل ازوقت بلوغت، سگریٹ نوشی، انٹرنیٹ کا بلا روک ٹوک، غیر محفوظ اور لا محدود استعمال وغیرہ) کا شکار ہونے لگے۔ بہتر معیارِ زندگی کے حصول کا فریب میاں بیوی کے خوبصورت اور مقدس ازدواجی تعلق کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے، جس کا نتیجہ اکثر طلاق یا خلع کی صورت میں نکلتا ہے۔ لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم، ملازمت کے لیے تگ و دو اور موزوں رشتوں کی تلاش میں تاخیر خاندانی نظام میں مسائل پیدا کر رہا ہے۔

بچوں کی معیاری مذہبی اور اخلاقی تربیت کا فقدان اہم سماجی مسائل مثلاً پسند کی شادی، منشیات اور سکون آور ادویات کا استعمال وغیرہ کا باعث بن رہے ہیں۔ خاندان جسے معاشرے کی اکائی تصور کیا جاتا ہے، ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہے ہیں۔ نتیجتاً پورا معاشرہ کینسر زدہ مرض کی مانند ہوتا جا رہا ہے۔[203] مسلمانوں کو جاہل، اَن پڑھ، عورتوں کا رسیا، لالچی، ڈرپوک اور بے وقوف کے کرداروں میں دکھایا جاتا ہے۔ ابلاغ کے ذریعے کسی بھی اسلامی ملک کی علاقائی ثقافت کو اسلامی قوانین و احکامات کا نام اور شکل دے کر نا صرف مسلمانوں بلکہ دوسری عالمی اقوام کو بھی اسلام سے بد ظن کیا جاتا ہے۔ یہ استعماری قوتیں درحقیقت اسلام کے انصاف پر مبنی معاشرتی اور مالی نظام سے خائف ہیں۔ اس لیے پاکستانی صحافت و ابلاغ کے اداروں کو پیمرا کے اسلامی قوانین کے تابع رہ کر شب و روز اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اغیار کے ناپاک منصوبوں کو شکست دینا ہو گی۔

---

[203]۔ عبدالغنی فاروق، یہ ہے مغربی تہذیب (میٹرو پرنٹرز، لاہور، 2009ء)، ص 15

11. تاریخی حقائق و شواہد کو مسخ کرنے والے اشتہارات پر پابندی

گزشتہ لوگ، وقت، حالات اور واقعات کسی بھی انسان کی زندگی میں بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ تمام انسان کے لیے عبرت اور تجربہ کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً عذاب نازل ہونے والی اقوام ہم سب کے لیے باعث عبرت ہیں اور وہ تمام جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مستحق ٹھہرے وہ ہمارے لیے نصیحت ہیں۔ اس طرح گزشتہ حکومتوں اور حکمرانوں کے قول و فعل اور واقعات کی خوب مرچ مصالحہ لگا کر تشہیر کرنا، الزام تراشی، ایک دوسرے کو نیچا دکھانا، نفرت انگیز کلمات کا تبادلہ اور مبالغہ آرائی جیسی قبیح برائیوں کی نشر و اشاعت اور تشہیر پر سخت پابندی عائد کرنا پیمرا کی اہم ذمہ داری ہے۔ جبکہ اسلام سے متعلقہ گزشتہ اقوام کے حالات و واقعات کو جوں کا توں اگلی نسلوں تک پہنچانا امانت بھی ہے اور عظیم فریضہ بھی۔ لہذا ایسے واقعات میں ردوبدل یا کمی زیادتی کرنے والے گناہ کے مستحق ہوں گے۔ تحریف اور کسی قول یا فعل کو اصل سے پھیر دینا بہت برے اعمال ہیں۔ تحریف سے اسکی تمام صورتیں یعنی مبالغہ آرائی، کسی کے قول کو اپنی مرضی کے الفاظ کا جامہ پہنانا، کسی کے فعل کو غلط یا اپنا من چاہا رنگ دینا وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام صورتوں میں میڈیا کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کی آواز نہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی سنی جاتی ہے۔ لہذا میڈیا ذرائع کو ان تمام کی انجام دہی میں اپنا بھرپور اور محتاط کردار ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میڈیا ٹیم نا صرف ان افعال کے لیے جوابدہ ہو گی بلکہ کسی شخص یا قوم کی عزت و بے عزتی کی ذمہ دار بھی ہو گی۔ اس لیے ان اداروں اور ان سے وابستہ افراد کو اپنی ذمہ داریوں کو جائز طریقے سے استعمال کر کے اپنی معاشی، معاشرتی، مذہبی اور قومی ذمہ داری کو پیمرا کے بنائے گئے اصولوں کے عین مطابق ادا کرنا چاہیے۔

12. جھوٹ اور دھوکہ دہی کی ممانعت

پیمرا کی شق 27 کے اسلامی قوانین کے مطابق "جھوٹ اور دھوکہ دہی" کی شدید ممانعت کی گئی ہے۔ معاشرے میں جھوٹ، دھوکہ دہی، ظلم و ستم اور فتنہ و بے چینی کو صرف عدل و انصاف کے ترازو سے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔ جس معاشرے میں عدل و انصاف کا فقدان ہو گا اس کی حکومت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی، چاہے وہ کتنی ہی مضبوط اور مستحکم ہو۔

حکمرانی کا بنیادی مقصد جھوٹ و فریب اور دھوکہ دہی کا قلع قمع ہے۔ عدل و انصاف کی بدولت انسانیت زندہ و جاوید اں ہے۔ اگر ریاست میں عدل و انصاف کا نفاذ یقینی نہ بنایا جائے تو معاشرہ ابلیسی اور طاغوتی قوتوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بارہا عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ عدل کا اطلاق ہر فرد پر اپنی ذات، خاندان، رشتہ داروں، ہمسایوں اور ریاستی سطح تک محیط ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تمام حیاتِ پُرنور عدل پر گزاری اور اپنے صحابہ کرام کو بھی عدل وانصاف کے قیام کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور عدل و انصاف کرنے والے روز قیامت اللہ کے مقرب ترین لوگ ہوں گے، یہی وہ لوگ ہیں جو رشتے ناطے اور دنیاوی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمیشہ عدل کا پرچم بلند رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کو اعلیٰ اخلاق کا علم بردار بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیاتِ بابرکت اور تمام تعلیمات اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ تھیں۔ چنانچہ صحافت و ابلاغ کے اداروں کو پیمرا کے اسلامی اصولوں کے مطابق عمل درآمد کرانے کے لیے سزائیں اور جرمانے عائد کرنا ضروری ہیں۔

دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لیے اخلاقیات کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اکثر مبالغہ آرائی اور جھوٹ کی ملاوٹ کرتے ہیں، جس کی وجہ سے ظالم بے گناہ اور مظلوم کو ظالم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور وہ ظالم بے گناہ ناکردہ گناہوں کی سزا کا قصور وار ٹھہرتا ہے۔ جس کی وجہ سے مظلوم انصاف کے حصول کے لیے مروجہ طریقۂ کار کو اپنانے کی بجائے غیر قانونی اور غیر اسلامی طریقہ کار اختیار کرتا ہے، جو معاشرے میں بدامنی اور افراتفری کا باعث بنتا ہے۔ مثلاً ناحق قتل و غارت، لوٹ مار، اغوا برائے تاوان، ڈکیتی، دھوکہ و فریب دہی، رشوت خوری جیسے قبیح جرائم وغیرہ۔ اس طرح برائی کا ناختم ہونے والا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ذرائع ابلاغ اعلیٰ اخلاقی اور سنہری اصولوں پر کاربند رہیں تو نا صرف معاشرے سے برائی کی روک تھام میں مدد ملے گی بلکہ بتدریج خاتمہ بھی ممکن ہو جائے گا۔ جب ایسے معاشرے کی تشہیر میڈیا کے ذریعے کی جائے گی تو ملکی و غیر ملکی سرمایہ کاروں کا اعتماد بڑھے گا، وہ بلاخوف و خطر تجارت کے حجم کو بڑھائیں گے، جس سے ریاست کو

مختلف ٹیکسوں کی صورت میں خاطر خواہ آمدنی حاصل ہو گی جو کہ عوام کی بنیادی فلاح و بہبود مثلاً صحت، تعلیم، روزگار اور رہائش جیسی بنیادی سہولیات پر خرچ ہو گی۔ عوام کا معیارِ زندگی بہتر ہو گا اور طبقاتی تفریق کے خاتمے میں مدد ملے گی۔ جو کہ معاشرے کی خوشحالی کی صحیح معنوں میں ضامن ہے۔

الغرض پیمرا کے قوانین اسلام اور نظریہ پاکستان کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ درج بالا نکات کا براہ راست تعلق معاشرے اور اس میں قیام پذیر افراد سے ہے۔ جبکہ باقی نکات کا تعلق صحافت و ابلاغ کے انتظامی شعبوں سے ہے۔ پیمرا کی تمام دفعات اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہیں۔ لیکن موجودہ دور میں ہر شعبہ زندگی کی طرح صحافت و ابلاغ کے ذرائع میں بھی بے پناہ ترقی ہوئی ہے، اس لیے آج کے ترقی یافتہ اور پر سہولت دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پیمرا کے اداروں کو پابند کیا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھیں وگرنہ پیمرا کو ان کے خلاف سخت چارہ جوئی کرنی چاہیے اس ضمن میں یہاں واضح کر دینا ضروری ہے کہ پیمرا ان قوانین کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والے چینلز اور پروگراموں کو مراسلے ارسال کر کے جرمانے اور سزائیں تفویض کرتا رہتا ہے۔

پیمرا آرڈیننس 2002ء میں خامیوں کا جائزہ

پاکستان کی اپنی منفرد ثقافت، روایات اور سماجی اصول ہیں، جو اسے دنیا کے دیگر معاشروں سے خوبصورت، کامیاب، مثالی اور ممتاز کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں ہماری روزمرہ زندگی میں ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلمیں، موسیقی اور سوشل میڈیا کی مختلف اقسام وغیرہ ہمارے تصورات، عقائد، ثقافت، معاشرت اور سیاست کے عکاس ہوتے ہیں۔ لہذا تفریح کی فراہمی کے لیے پیمرا کا کردار نہایت ذمہ دارانہ اور اہمیت کا حامل ہے۔ پیمرا آرڈیننس 2002ء پر ایک وسیع اور محتاط نظر ڈالنے سے اس میں خوبیوں کے ساتھ کچھ واضح خامیاں سامنے آتی ہیں:

i. آرڈیننس میں شامل بہت سی شقیں اور ذیلی شقیں لفظاً بے معنی ہیں، ان کی شمولیت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا کہ اصل میں کیا کیا جا سکتا ہے۔

ii. زیادہ تر شقوں اور ذیلی شقوں کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ان میں استعمال ہونے والی بہت سی اصطلاحات کو قانونی طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

iii. جو قوانین شامل کیے جانے چاہیے تھے، شامل نہیں کیے گئے اور اس کی بجائے وہ قوانین شامل کیے گئے ہیں جن کی اچھی طرح وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اقتدار میں رہنے والوں کے لیے بغیر کسی جرمانے کے ان قوانین کے ارد گرد راستے تلاش کرنے کی گنجائش چھوڑ دی گئی ہے۔

iv. آرڈیننس میں سیاہ اور سفید میں لکھے گئے قوانین پر صحیح طریقے سے عمل نہیں کیا جاتا۔ اس کا افسوسناک نتیجہ واضح ہے۔ پاکستانی میڈیا مکمل طور پر افراتفری کا شکار ہے۔

پیمرا آرڈیننس 2002ء میں موجود شقوں، ذیلی شقوں یا پورے قوانین کی بنیادی خامیوں کا وسیع تر سطح پر تنقیدی جائزہ[204] حسب ذیل ہے:

i. پیمرا آرڈیننس 2002ء شق 4 میں پیمرا کی طرف سے کئے جانے والے کاموں کی فہرست بیان کرتا ہے۔ پیمرا الیکٹرانک میڈیا سروسز کے قیام، کارکردگی اور تقسیم میں معاونت کر رہا ہے لیکن وہ اپنا سب سے اہم فریضہ پورا نہیں کر رہا یعنی ریگولیشن۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، پاکستانی میڈیا اپنے آغاز سے ہی افراتفری کا شکار رہا ہے اور ہر طرف سے غیر منظم مواد ڈالا جا رہا ہے۔ یہ سب سے زیادہ واضح ہے کہ کس طرح ٹی وی اینکر پرسنز اور آر جے کو اپنی مرضی کے مطابق کہنے کی مکمل آزادی ہے۔ لہذا پیمرا غیر مؤثر طریقے سے اپنے بنیادی فرض ادا کر رہا ہے۔

ii. وفاقی حکومت کو ہدایات جاری کرنے کا اختیار شق 5 میں بیان کیا گیا ہے، "وفاقی حکومت، جب اور جس اتھارٹی کو ضروری سمجھے ہدایات جاری کر سکتی ہے، ہدایات اتھارٹی پر لازم ہوں گی اور وفاقی حکومت کا فیصلہ حتمی ہو گا"۔ سادہ الفاظ میں اس شق کا مطلب بہت واضح ہے کہ وفاقی حکومت پالیسیاں ترتیب دے سکتی ہے اور اتھارٹی کو عدم تعمیل کا اختیار نہیں دیا جائے

---

[204] . Ministery of information and broadcasting (MOIB), Pakistan (moib.gov.pk)

گا۔ مزید بر آں وفاقی حکومت اگر ضروری سمجھے تو اتھارٹی کے کسی بھی معاملات میں مداخلت کر سکتی ہے اور اتھارٹی کو وہ طریقہ اختیار کرنے کا حکم دے سکتی ہے جسے وہ مناسب سمجھے۔ ایک جملے میں اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستانی میڈیا آزاد نہیں ہے اور اسے حکومت نے خود قانون کے ذریعے بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے۔

iii. پیمرا آرڈیننس کی شق 6 (1) کے مطابق "اتھارٹی ایک چیئرمین اور بارہ اراکین پر مشتمل ہو گی جن کا تقرر صدر پاکستان کرے گا"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ طاقت وفاقی حکومت کے ہاتھ میں مرکوز ہے اور پیمرا کو خود مختاری حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ایک آزاد ادارہ ہونے کی بجائے حکومت کا ذیلی ادارہ ہے۔ پاکستانی میڈیا مکمل طور پر آزاد نہیں ہے، بلکہ حکومت اسے ہر قدم پر کنٹرول کرتی ہے۔ اگر صدر چیئرمین کو نامزد کر سکتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ وہ ایک ایسی کٹھ پتلی کو منتخب کریں جس کی ڈور حکومت کے ہاتھ میں ہو۔

iv. پیمرا آرڈیننس شق 6 (2) کے مطابق "اتھارٹی کا چیئرمین ایک نامور پیشہ ور ہو اور جس کے پاس خاطر خواہ تجربہ ہو..." اس کا مطلب صدر کی منظوری سے کوئی بھی پیمرا کا چیئرمین بن سکتا ہے ایسا اس لیے ہے کیونکہ امیدوار کی "دیانتداری" اور "قابلیت" کو جانچنے کا کوئی معیار مقرر نہیں ہے۔

v. پیمرا آرڈیننس شق 7 کے تحت "چیئرمین اور اراکین چار سال کی مدت کے لیے اپنے عہدے پر فائز رہیں گے اور اسی طرح کی مدت کے لیے وفاقی حکومت دوبارہ تقرر کر سکتی ہے"۔ اس کے لیے ایک بار پھر وفاقی حکومت کو تمام معاملات میں چیئرمین / بورڈ کے تمام بارہ ممبران کی مدت ملازمت پر بھی نظر ثانی کرنی پڑتی ہے۔

vi. آرڈیننس کی شق 10 میں "چیئرمین اور ممبران اپنے آپ کو مخصوص کاروبار وغیرہ میں شامل نہ کریں"۔ یعنی مختلف سرگرمیوں، مالیاتی اور دیگر کی ایک طویل فہرست کا ذکر کیا گیا ہے، جس میں چیئرمین کو پیمرا کا چیئرمین رہتے ہوئے شامل نہیں ہونا چاہیے۔ ذیلی شق 10 (2) میں ان سرگرمیوں کی فہرست کا ذکر کیا گیا ہے جن میں اراکین کو مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ تاہم اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ چیئرمین اور ممبران ان سرگرمیوں میں ملوث ہوئے تو انہیں کن نتائج کا سامنا

کرنا پڑے گا۔ لہذا پیمرا آرڈیننس انہیں اس سلسلے میں چھوٹ دیتا ہے۔

vii. پیمرا شق 11 کے مطابق "اتھارٹی وقتاً فوقتاً اپنے عملے کے ارکان، ماہرین، کنسلٹنٹس، مشیروں، دیگر افسران اور ملازمین کو ایسی شرائط وضوابط پر تعینات کر سکتی ہے جسے وہ مناسب سمجھیں"۔ اس شق کا آخری حصہ در حقیقت تھوڑا پریشان کن ہے کیونکہ یہ چیئرمین اور ممبران کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ جب چاہیں کسی بھی ملازم کی تقرری / برطرفی کر سکتے ہیں، اس سے بہت زیادہ غیر جانبداری اور غیر منصفانہ ہونے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پیمرا قوانین کے قانون سازوں کو یہ واضح کرنے کے لیے بہتر کوشش کرنی چاہیے کہ "جسے وہ مناسب سمجھیں" سے کیا مراد ہے؟ اصطلاح اور اس کے مضمرات انتہائی مبہم ہیں اور اس طرح کی مبہم اصطلاحات کو شامل کرنے کے بعد کچھ بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

viii. آرڈیننس شق 14 کے مطابق پیمرا کو اپنے مالیاتی چارجز کو پورا کرنے کے لیے ایک "فنڈ" قائم کرنا ہو گا۔ ذیلی دفعہ 14 (2) کے تحت فنڈ غیر ملکی امداد پر مشتمل ہو گا جو وفاقی حکومت کی طرف سے منظور شدہ شرائط وضوابط کی منظوری کے ساتھ حاصل کی گئی ہو۔ مزید اتھارٹی کو کسی دوسرے ذریعہ سے موصول ہونے والی دیگر تمام رقوم اور اتھارٹی اپنے فنڈز کو ایسی سرمایہ کاری میں لگا سکتی ہے جس کا وہ وقتاً فوقتاً تعین کرے۔ اس کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ پیمرا مقامی، غیر ملکی اور ہر قسم کے ذرائع سے فنڈز حاصل کر سکتا ہے اور اپنے فنڈز کو جن ذرائع میں مناسب سمجھے ان میں استعمال کر سکتا ہے۔ یعنی قانونی طور پر پیمرا بورڈ کے ممبران پر اس حوالے سے کوئی جوابدہی نہیں ہو سکتی کہ وہ فنڈز کہاں سے حاصل کرتے ہیں اور کہاں لگاتے ہیں۔

ix. پیمرا شق 19 میں "لائسنس کی شرائط وضوابط" کی تمام شرائط کی تکمیل کو یقینی نہیں بناتا۔ مثال کے طور پر ذیلی شق کے مطابق ایک شخص جسے اس آرڈیننس کے تحت لائسنس جاری کیا گیا ہے وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قومی، ثقافتی، سماجی، مذہبی اقدار اور عوامی پالیسی کے اصولوں کے تحفظ کو یقینی بنائے گا جیسا کہ آئین میں درج ہے۔ لیکن عملاً اس پر اطلاق نہیں ہوتا، کیونکہ پیمرا نے "جیو کہانی" اور "انڈین ڈزنی چینل" جیسے چینلز کو لائسنس دیا ہے جو ایسے ڈرامے دکھاتے ہیں

جن کا مواد پاکستان کی قومی، ثقافتی، سماجی اور مذہبی اقدار سے براہ راست متصادم ہے۔ اتھارٹی کی طرف سے لائسنس یافتہ ٹی وی چینلز پر ایسے پروگراموں کی غیر منظم نمائش واضح طور پر پیمرا قوانین کی صریح خلاف ورزی ہے۔

x. پیمرا شق 31 "اپ لنکنگ کی سہولیات" کے مطابق اتھارٹی کی طرف سے کسی بھی پارٹی کو اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ پاکستان کے اندر یا باہر کسی بھی پروگرام کو ٹرانسمٹ کر سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کسی مخصوص چینل یا کمپنی کے آپریشن اور ٹرانسمیشن پر پاکستان کے اندر پابندی لگا دی گئی ہے تو وہ چینل یا کمپنی اب بھی پاکستان سے باہر اپنی ٹرانسمیشن چلانے کے لیے اتھارٹی سے عارضی اجازت لے سکتا ہے۔ اپ لنکنگ سہولیات کے مثبت اور منفی دونوں اثرات ان کے استعمال کرنے والے فریق پر منحصر ہو سکتے ہیں۔

مجموعی طور پر یہ آرڈیننس وسائل کا ضیاع ہے اور بہت سی چیزیں جو اس میں واضح ہونے کے لیے بیان کی جانی چاہیے تھیں وہ واضح طور پر غائب ہیں۔ اس کے علاوہ مذکورہ شقوں میں سے زیادہ تر در حقیقت عملی طور پر نافذ کرنا بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیمرا ایک ریگولیٹری اتھارٹی کے طور پر کام کرنے کا اپنا بنیادی کردار مؤثر طریقے سے ادا نہیں کر رہا۔ اگر قوانین پر صحیح طریقے سے عمل درآمد نہیں کیا جا سکتا تو پھر وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اگر انہیں پھانسی نہیں دی جا رہی ہے تو ان کی عدم موجودگی اور موجودگی ایک جیسی ہے۔ اس لیے پیمرا آرڈیننس 2002 میں مزید ترامیم کی جانی چاہیے تاکہ اسے آج کے حالات میں مزید نافذ العمل بنایا جا سکے تاکہ پاکستانی معاشرے پر پاکستانی میڈیا کے انتشار کے اثرات کو کم کیا جا سکے۔

باب چہارم

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کا انطباق: اہم مشکلات کا جائزہ

فصل اول: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں کو در پیش مشکلات

فصل دوم: صحافت و ابلاغ کے اداروں میں اسلامی اصولوں کا انطباق

فصل سوم: صحافت و ابلاغ کے ماہرین فن اور اہم ذمہ داران کی آرا

باب چہارم

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کا انطباق: اہم مشکلات کا جائزہ

فصل اول

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں کو درپیش مشکلات

صحافت و ابلاغ عرصہ دراز تک طباعت اور براڈکاسٹنگ تک محدود تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رواں صدی میں برق رفتار رابطوں کی سہولت میسر آنے کے بعد صحافت و ابلاغ کی کئی مزید جہتیں سامنے آئی ہیں۔ جن میں پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور ڈیجیٹل میڈیا قابل ذکر ہیں۔ رابطہ کے جدید اور برق رفتار ذرائع مہیا ہونے کے باعث موجودہ دور میں صحافت کے پیشہ کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔ ملک میں جاری سیاسی اور معاشی بحران اور امن و امان کی ابتر صورت حال کے باعث پرنٹ، الیکٹرونک اور ڈیجیٹل میڈیا کے اداروں کے مابین سبقت حاصل کرنے کے لیے انتہائی جلد بازی اور عجلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بریکنگ نیوز (Breaking News) کے نام پر سب سے پہلے خبر جاری کرنے اور نشر کرنے کی ایک دوڑ سی لگی ہوئی ہے۔ پاکستان جیسے غیر ترقی یافتہ اور سخت معاشی بحران کے شکار ملک میں درجنوں نجی ٹی وی چینلز اپنی 24 گھنٹے نشریات کے ذریعہ صحافت کے مقدس نام پر محض اپنے ذاتی اور کاروباری مفادات کے حصول کے لیے بیشتر ناخواندہ اور معصوم عوام الناس پر ہر گھنٹہ بعد سچی، جھوٹی، من گھڑت اور سنسنی خیز خبروں کی مسلسل بوچھاڑ کئے ہوئے ہیں۔ جس کے باعث قوم میں ملک کی درست صورت حال اور اصل حقائق سے واقفیت اور آگہی کے بجائے ان میں سخت اضطراب، ذہنی مسائل، خلفشار

اور زبردست انتشار جنم لے رہا ہے۔ حتیٰ کہ اب پاکستانی صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے اصل فرائض اور ذمہ داریاں فراموش کر کے ملک کی دیگر آئینی اور قانونی قوتوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بھاری معاوضوں اور ترغیبات کے لالچ اور اپنی من پسند سیاسی شخصیات کو اقتدار پر بٹھانے اور منتخب حکومتوں کو اقتدار سے محروم کرنے کے ناپاک کھیل میں کنگ میکر کا روپ دھار گئے ہیں۔ ذیل میں پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں کو درپیش مشکلات کی نشاندہی کی گئی ہے:

1. حکومتی ارکان کا نامناسب رویہ

پاکستان میں سیاسی جماعتیں اپنے خلاف بات کرنے والے صحافیوں کو عموماً پسند نہیں کرتیں اور ماضی میں بھی ان کی جانب سے مشکلات یا میڈیا گروپس کے بائیکاٹ کی مثالیں موجود ہیں۔ جس میں پاکستان تحریک انصاف کی جانب سے جنگ میڈیا گروپ کا اعلانیہ جبکہ مسلم لیگ (ن) کی جانب سے بھی مبینہ طور پر اے آر وائے نیوز کا غیر اعلانیہ بائیکاٹ کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ جس کے بعد دونوں جماعتوں کے کارکنان کی جانب سے ان میڈیا گروپس کو مخالف مہم کا حصہ تصور کرتے ہوئے نشانہ بنانے کے واقعات بھی رونما ہوئے تھے۔ تاہم حکومتی اراکین کی جانب سے بھی بعض اوقات میڈیا کے ساتھ تعصبانہ رویے کا اظہار کیا جاتا رہا ہے حالیہ برسوں میں وزرا اور حکومتی اراکین کی جانب سے صحافیوں کے ساتھ بدسلوکی کے مختلف واقعات منظر عام پر آئے۔ مثلاً وفاقی وزیر آبی وسائل فیصل واوڈا نے ڈان اخبار کے صحافی سے پریس کانفرنس کے دوران ایل این جی اور مہمند ڈیم کے ٹھیکے میں شفافیت سے متعلق سوال پوچھنے پر، وزیر سائنس اینڈ ٹیکنالوجی فواد چوہدری کی جانب سے ایک شادی کی تقریب میں صحافی سمیع ابراہیم کو تھپڑ مارنے کا واقع، وفاقی وزیر برائے ریلوے شیخ رشید پر کینسر میں مبتلا زیر علاج صحافی سے متعلق تضحیک آمیز زبان استعمال کرنے پر نیشنل پریس کلب آمد اور پریس کانفرنسوں پر عارضی پابندی، مقامی رہنما مسرور سیال کی جانب سے سینئر صحافی اور کراچی پریس کلب کے صدر امتیاز فاران پر دوران شو حملہ (بعد ازاں معافی)، 2017ء میں ایک سیاسی رہنما کی ایک پریس کانفرنس کے دوران صحافی صائمہ

شبیر سے بد تمیزی وغیرہ[205]۔

پاکستان میں صحافت وابلاغ کے اہلکاروں کے ساتھ سیاست دانوں کی بد تمیزی ایک تشویشناک مسئلہ رہا ہے، جو اقتدار میں رہنے والوں اور میڈیا کے درمیان غیر اخلاقی تعلقات کی عکاسی کرتا ہے۔ سیاست دانوں کی طرف سے صحافیوں کے ساتھ ناروا سلوک کے واقعات نے آزادی صحافت اور صحافیوں کے حقوق کے تحفظ کے بارے میں خطرے کی گھنٹی بجادی ہے۔

2. صحافیوں پر حملے

پاکستان میں صحافیوں پر حملے پریشان کن اور تشویش ناک رہے ہیں، جو آزادی صحافت، تحفظ اور میڈیا کے پیشہ ور افراد کے لیے مجموعی ماحول کے لیے اہم خطرات ہیں۔ یہ حملے ان خطرات کو اجاگر کرتے ہیں جن کا سامنا صحافیوں کو عوام کو آگاہ کرنے اور اقتدار میں رہنے والوں کو جوابدہ بنانے میں اپنا اہم کردار ادا کرتے ہوئے کرنا پڑتا ہے۔ معروف صحافی اور اینکر پرسن حامد میر پر ہونے والا حملہ ان واقعات میں سب سے نمایاں ہے۔ 2014 میں حامد میر کراچی میں ایک قاتلانہ حملے میں بال بال بچے۔ اس واقعے نے پاکستان میں صحافیوں کو درپیش خطرات کی طرف بین الاقوامی توجہ دلائی۔ 2010ء میں تفتیشی صحافی عمر چیمہ کو نامعلوم حملہ آوروں نے اغوا کیا، تشدد کا نشانہ بنایا اور ان کی تذلیل کی۔ بعد میں ان کے جسم پر "لکھنا بند کرو" کے انتباہی نشانات کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔ چیمہ کے کیس نے نمایاں کیا کہ صحافیوں کو ان کی تنقیدی رپورٹنگ کے لیے کس حد تک نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ 2021ء میں پیمرا کے سابق چیئرمین ابصار عالم کو اسلام آباد میں گولی مار کر زخمی کر دیا گیا۔ اس حملے نے میڈیا کے پیشہ ور افراد کی کمزوری کو اجاگر کیا جو میڈیا کی آزادی اور شفافیت کی وکالت کرتے ہیں۔ صحافی گوہر وزیر پر 2019ء میں مسلح افراد نے اس وقت حملہ کیا اور انہیں مارا پیٹا جب انہوں نے آزادی صحافت پر ایک سیاسی رہنما کے موقف پر تنقید کی۔ 2020ء میں صحافی مطیع اللہ جان کو اسلام آباد میں اغوا کر لیا گیا۔ تنقیدی رپورٹنگ کے لیے مشہور صحافی اسد طور پر 2021ء میں ان کے اپارٹمنٹ میں حملہ کیا گیا۔

درج بالا مثالیں پاکستان میں صحافیوں کو ان سنگین مشکلات کی نشاندہی کرتی ہیں جن کا سامنا سچائی کی رپورٹنگ کرنے،

---

[205] ۔ فرحت جاوید، پاکستان میں صحافیوں اور صحافت کے لیے زمین تنگ، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 2 نومبر 2017ء

بدعنوانی کو بے نقاب کرنے اور عوام کو آگاہ کرنے کے فرض پر عمل کرتے ہوئے ہے۔ صحافیوں پر حملے نہ صرف انفرادی زندگیوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں بلکہ آزادی صحافت اور ان جمہوری نظریات کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں جن کو آزاد میڈیا برقرار رکھتا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے حکومتی حکام اور سول سوسائٹی دونوں کی طرف سے صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنانے، مجرموں کو جوابدہ ٹھہرانے، ایک متحرک، آزاد اور پرامن صحافت کی تشکیل کے لیے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔

3. صحافیوں کے قتل کے واقعات

دنیا کے کئی ممالک کی طرح پاکستان میں صحافیوں کو اکثر اپنے فرائض کی انجام دہی میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور فرض کی راہ میں کئی صحافیوں نے اپنی جان بھی قربان کی یہ سلسلہ 1994ء میں روزنامہ تکبیر سے منسلک محمد صلاح الدین کے رپورٹ ہونے والے پہلے قتل کے بعد سے اب تک جاری ہے۔ فریڈم نیٹ ورک کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں گزشتہ چند برسوں میں صحافتی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے درجنوں صحافیوں کو قتل کیا گیا، جن میں سے چند صحافیوں کا تذکرہ درج ذیل ہے:

خیبر پختونخو کے شہر ڈیرہ اسمٰعیل خان میں موٹر سائیکل سوار نامعلوم مسلح ملزمان نے ایک مقامی رپورٹر پریس کلب کے چیئرمین ملک امان اللہ خان کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا، ان کے والد کے مطابق ان کی کسی کے ساتھ دشمنی نہیں تھی۔ وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں سوشل میڈیا ایکٹوسٹ، بلاگر اور وی لاگر محمد بلال خان کو بہانے سے گھر سے باہر بلا کر چھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا گیا تھا۔ لاہور میں مقامی اخبار سے وابستہ ایک خاتون صحافی 27 سالہ عروج اقبال کو ان کے دفتر کے باہر سر پر گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا۔ 2014ء میں کراچی میں جیو نیوز ٹیلی ویژن کی وین پر حملے کے نتیجے میں ایک ٹیکنیشن ہلاک ہو گیا تھا۔ صحافی احمد نورانی پر 2017ء میں اسلام آباد میں نامعلوم حملہ آوروں نے وحشیانہ حملہ کیا تھا[206]۔ اس نوعیت کے واقعات نے صحافیوں کو ان خطرات کی نشاندہی کی جن کا سامنا معمول کی رپورٹنگ کے دوران بھی ہوتا ہے۔

---

[206] ۔ گھانگھرو، علی انس، پاکستان میں صحافت کرنا خطرناک، 5 جولائی 2022ء (www.humbug.com.pk)

4. سنسر شپ اور پریس کی آزادی

سنسر شپ اور پریس کی آزادی کسی بھی جمہوری معاشرے میں میڈیا کو درپیش بنیادی مسائل ہیں۔ پاکستان میں صحافت کو لاحق یہ خطرناک مسائل شفافیت، احتساب اور آزادانہ اظہار رائے کو فروغ دینے میں میڈیا کے کردار پر سوالات اٹھاتے ہیں۔ پاکستانی حکومت پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ ادارتی مواد اور کوریج کو متاثر کر کے میڈیا کے اداروں کو کنٹرول کر رہی ہے۔ صحافیوں کو اکثر دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ بعض حساس موضوعات پر رپورٹنگ کرنے سے گریز کریں، جیسے کہ فوجی آپریشن، انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں اور حکومتی بدعنوانی۔ یہ مداخلت میڈیا کی واچ ڈاگ کے طور پر کام کرنے اور اقتدار میں رہنے والوں کو جوابدہ رکھنے کی صلاحیت کو کمزور کرتی ہے۔ جیسے صحافی زینت شہزادی کی گمشدگی کا معاملہ جو پاکستان میں ایک ہندوستانی شہری کی گمشدگی کی تحقیقات کر رہی تھی، اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ صحافیوں کو ان خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جب وہ حساس معلومات سے پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں، جنہیں حکام شاید دبانا چاہتے ہیں[207]۔

نتائج کا خوف مثلاً جسمانی نقصان، قانونی کاروائی، ملازمت سے محرومی، صحافیوں میں سنسر شپ کا باعث بنتی ہے۔ وہ اکثر ایسے موضوعات سے بچنے کا انتخاب کرتے ہیں جو حکام یا طاقتور اداروں کی طرف سے منفی توجہ مبذول کرا سکتے ہیں، جس کے نتیجے میں نامکمل اور جانبدارانہ رپورٹنگ ہوتی ہے۔ 2011ء میں تفتیشی صحافی سلیم شہزاد کا قتل، جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فوج اور انٹیلی جنس ایجنسیوں پر تنقیدی رپورٹنگ کا نتیجہ ہے۔ پاکستان میں صحافیوں کے خلاف تشدد کا ایک پریشان کن ریکارڈ ہے، جو اسے میڈیا کے اہلکاروں کے لیے خطرناک ترین ممالک میں سے ایک بنا دیتا ہے۔ قتل، اغوا اور جسمانی حملوں سے خوف اور خود سنسر شپ کا ماحول پیدا ہوتا ہے، کیونکہ صحافی متنازعہ مسائل پر رپورٹنگ کرنے کی جرأت کے بدلے انتقامی کاروائیوں سے ڈرتے ہیں۔ 2011ء میں صحافی ولی خان بابر کا قتل صحافیوں کے ٹارگٹڈ تشدد کے خطرے کو اجاگر کرتا ہے۔ بابر جرائم پیشہ گروہوں اور ان کے سیاسی رابطوں کے بارے میں رپورٹنگ کر رہا تھا۔

---

[207] ۔ شاہ، بینظیر، پاکستان میں سینسر شپ اور آزادی صحافت: جو آپ مارچ میں کہہ سکتے تھے وہ آپ اگست میں نہیں کہہ سکتے، 19 دسمبر 2020ء

ہتک عزت، قومی سلامتی اور ریاست مخالف سرگرمیوں سے متعلق مبہم قوانین بعض اوقات میڈیا میں تنقیدی آوازوں کو خاموش کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ یہ قانونی لڑائیوں کی طرف جاتا ہے جو وسائل کو ختم کرتی ہے اور صحافیوں کو تحقیقاتی رپورٹنگ میں مشغول ہونے یا غیر آرام دہ سوالات اٹھانے سے روکتی ہے۔ 2016ء میں متعارف کرائے گئے سائبر کرائم قانون کو آن لائن اظہار رائے کی آزادی کو دبانے کی صلاحیت کے لیے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت کارکنوں اور صحافیوں کو ان کی سوشل میڈیا پوسٹس کے لیے نشانہ بنایا گیا ہے[208]۔

پاکستان میں سنسر شپ اور آزادی صحافت کے مسائل حکومتی ارکان، سماجی مفادات اور جمہوری نگران کے طور پر میڈیا کے کردار کے درمیان پیچیدہ اور نازک توازن کی عکاسی کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا مثالوں سے صحافیوں کو درپیش مشکلات کی نشاندہی ہوتی ہے جو خطرات اور رکاوٹوں سے بھرے ماحول میں اپنے اخلاقی فرض کو نبھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک صحت مند صحافت و ابلاغ کے نظام کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مسائل سے نمٹنے، صحافیوں کی حفاظت اور آزادی کی حفاظت کرے اور ایسے ماحول کو فروغ دے جہاں پریس کی آزادی پروان چڑھ سکے۔

5. ڈیجیٹل اسپیس اور سائبر قوانین

ڈیجیٹل مواصلات (کمیونیکیشن) اور معلومات کے تبادلے کے دور میں ڈیجیٹل اسپیس آزادانہ اظہار، معلومات کی ترسیل اور عوامی گفتگو کے لیے ایک اہم ذریعہ بن گیا ہے۔ پاکستان میں دیگر ممالک کی طرح ڈیجیٹل اسپیس کے ظہور نے اہم سوالات کو جنم دیا ہے کہ ذمہ دارانہ ضابطے کی ضرورت کے ساتھ بلا روک ٹوک مواصلات کے فوائد میں توازن کیسے رکھا جائے۔ ڈیجیٹل اسپیس میں سوشل میڈیا ذرائع، ویب سائٹس، بلاگز اور آن لائن فورم شامل ہیں جو تیز رفتار مواصلات اور معلومات کے تبادلے میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس کی بدولت شہری اپنی رائے دینے، بات چیت میں مشغول ہونے اور معلومات تک رسائی کے قابل بن گئے ہیں۔ تاہم فوائد کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل اسپیس نے غلط معلومات، نفرت انگیز تقریر، رازداری کی خلاف ورزیوں اور قومی

---

[208] ۔ صائمہ بتول، سائبر کرائم، ھلال (افواج پاکستان کا مجلہ)، (www.hilal.gov.pk) 1 دسمبر 2017ء

سلامتی کو لاحق خطرات سے متعلق مشکلات کی نشاندہی بھی کی ہیں۔

پاکستانی حکومت نے آن لائن سرگرمیوں کو منظم کرنے اور ڈیجیٹل سیکیورٹی کو یقینی بنانے کے لیے سائبر قوانین نافذ کیے ہیں۔ اگرچہ ان قوانین کا مقصد شہریوں اور قومی مفادات کا تحفظ کرنا ہے، لیکن ان قوانین کے ممکنہ غلط استعمال کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا گیا ہے تاکہ اظہار رائے کی آزادی کو کم کیا جاسکے اور اختلافی آوازوں کو نشانہ بنایا جاسکے۔

i. پروٹیکشن آف آن لائن پرائیویسی ایکٹ 2020ء میں متعارف کرایا گیا، حکومت قومی سلامتی کے مقاصد کے لیے صارف کے ڈیٹا اور مواصلات تک رسائی کا اختیار دیتا ہے۔ اگرچہ اس قانون کا مقصد سائبر کرائم اور دہشت گردی کو روکنا ہے، لیکن یہ شہریوں کی ڈیجیٹل پرائیویسی اور حکومت کی حد سے زیادہ رسائی کے امکانات کے بارے میں خدشات کو جنم دیتا ہے۔ 2020ء میں صحافی بلال فاروقی کو ان کے سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر مبینہ طور پر "ریاست مخالف" مواد کی وجہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ اس واقعے نے حکومت کی جانب سے تنقیدی آوازوں کو دبانے کے لیے سائبر قوانین کے استعمال کو اجاگر کیا۔

ii. حکومت کے پاس ایسی ویب سائٹس اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر پابندی لگانے یا بلاک کرنے کا اختیار ہے جو قومی مفادات کے خلاف یا قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے مواد کو استعمال کرتے ہیں۔ تاہم ان ضوابط کی وسیع زبان کا استعمال جائز معلومات کو سنسر کرنے اور کھلی گفتگو کو روکنے کے لیے کیا جاسکتا ہے۔ 2020ء میں پاکستان ٹیلی کمیونیکیشن اتھارٹی (PTA) نے سوشل میڈیا ایپ TikTok کو غیر اخلاقی اور غیر شائستہ مواد سے متعلق خدشات پر بلاک کر دیا۔ اگرچہ اس کا مقصد عوامی اخلاقیات کی حفاظت کرنا تھا، اس نے سنسر شپ کی حدود کے بارے میں بحث کو جنم دیا۔

iii. الیکٹرانک جرائم کی روک تھام ایکٹ 2016ء سائبر کرائم کے انسداد کے لیے دفعات شامل کرتا ہے، لیکن اس کا استعمال کارکنوں، صحافیوں اور حکومت کے ناقدین کو نشانہ بنانے کے لیے بھی کیا جاتا ہے[209]۔ جرائم کی مبہم تعریفات، من مانی گرفتاریوں اور دھمکیوں کا باعث بن سکتی ہیں۔ 2017ء میں پانچ بلاگرز کو اغوا کیا گیا اور بعد ازاں ان پر توہین مذہب اور

---

[209] ۔ ملک، شجاع، منزہ انوار، پاکستان: سوشل میڈیا کے نئے قواعد پر عملدرآمد کتنا مشکل، بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 13 فروری 2020ء

ریاست مخالف سرگرمیوں کا الزام لگانے کے بعد رہا کر دیا گیا تھا۔ اس واقعے نے اختلاف رائے کو دبانے کے لیے سائبر قوانین کے ممکنہ غلط استعمال کو اجاگر کیا۔

پاکستان میں ڈیجیٹل اسپیس اور سائبر قوانین قومی مفادات کے تحفظ، ڈیجیٹل سیکورٹی کو یقینی بنانے اور اظہار رائے کی آزادی کو برقرار رکھنے کے درمیان توازن قائم کرنے کے لیے جاری جدوجہد کی عکاسی کرتے ہیں۔ اگرچہ شہریوں کو سائبر خطرات سے بچانے کے لیے ضابطے ضروری ہیں، لیکن یہ قوانین واضح، شفاف اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ہونے ضروری ہیں۔

6. صحافت اور معاشی مشکلات

معاشی مشکلات نے پوری دنیا کے ساتھ ساتھ پاکستان کی صحافت کو بھی متاثر کیا ہے۔ صحافت کے معیار کو برقرار رکھنے، عوام تک درست معلومات کی فراہمی کو یقینی بنانے اور اقتدار میں رہنے والوں کو جوابدہ بنانے میں صحافت کے اداروں کی مالی قابلیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے آپریشنل اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اشتہارات کی آمدنی پر انحصار کرتے ہیں۔ تاہم ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے عروج اور صارفین کے رویے میں تبدیلی کے ساتھ روایتی اشتہارات کی آمدنی میں کمی آئی ہے۔ اس سے میڈیا اداروں کی مالی ساکھ براہ راست متاثر ہوئی ہے۔ پاکستان میں بہت سے اخبارات کے اشتہارات کی آمدنی میں کمی دیکھی گئی ہے، جس کی وجہ سے چھانٹی، سائز کم کرنا، یہاں تک کہ کچھ اشاعتوں کی بندش بھی ہوئی ہے۔

صحافت و ابلاغ کے اداروں میں اضافے سے اخراجات بھی مختلف ذرائع میں تقسیم ہوتے ہیں۔ میڈیا تنظیموں کو ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل انفراسٹرکچر اور آن لائن مواد کی تخلیق میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس منتقلی میں کافی لاگت آتی ہے اور ادارے اخراجات کو برقرار رکھنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں۔ ڈیجیٹل پلیٹ فارم وسیع تر رسائی اور مشغولیت کے مواقع فراہم کرتے ہیں، لیکن اشتہارات بلاک کرنے والے، مسابقت اور صارفین کی طرف سے مفت مواد کی توقع جیسے عوامل کی وجہ سے آن لائن مواد سے رقم کی وصولی مشکل ثابت ہوئیہے۔ آن لائن نیوز ویب سائٹس کو ڈیجیٹل اشتہارات اور سبسکرپشن سے آمدنی پیدا

کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے آمدنی کے متبادل ذرائع پر انحصار ہوتا ہے۔

پاکستان میں میڈیا کے بہت سے ادارے اپنی آمدنی کے بنیادی ذریعہ کے طور پر اشتہارات پر انحصار کرتے ہیں۔ ذرائع کی کمی انہیں اشتہاری مارکیٹ میں اتار چڑھاو اور معاشی بدحالی کا شکار بناتی ہے۔ مثلاً معاشی بحرانوں کے دوران اشتہاری بجٹ سکڑ جاتا ہے تو میڈیا کے اداروں کو اکثر مالی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو ان کی کوریج کے معیار اور وسعت کو متاثر کر سکتا ہے۔ سرکاری اشتہارات اکثر میڈیا آؤٹ لیٹس کو آمدنی کا ایک اہم حصہ بناتے ہیں۔ یہ انحصار ادارتی آزادی سے سمجھوتہ کر کے حکومت کو سازگار کوریج کی ترغیب دے سکتا ہے۔

پاکستان کی معروف میڈیا تنظیموں میں ڈان میڈیا گروپ کو آمدنی میں کمی اور ڈیجیٹل تبدیلی سے منسلک اخراجات میں اضافے کی وجہ سے معاشی مشکلات کا سامنا ہے۔ جس کی وجہ سے عہدیداران کی برطرفی اور تنخواہوں میں کمی جیسے اقدامات اٹھانے پڑتے ہیں۔ انگریزی اخبار ایکسپریس ٹریبیون کو مالی مشکلات اور عملے میں کمی کا سامنا ہے۔ میڈیا انڈسٹری میں معاشی چیلنجز نے اسے اپنے کاموں کا از سر نو جائزہ لینے پر مجبور کیا ہے۔ جب کہ اے آر وائی نیوز پاکستان کے نمایاں نیوز نیٹ ورکس میں سے ایک ہے، اس نے بھی معاشی مشکلات کو محسوس کرتے ہوئے میڈیا کے استعمال کے بدلتے ہوئے انداز کو اپنانے اور مالی استحکام کو یقینی بنانے کی ضرورت شامل ہیں۔

پاکستان میں صحافت کو درپیش معاشی چیلنجز کثیر جہتی ہیں اور میڈیا کے تناظر میں وسیع تر تبدیلیوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ میڈیا تنظیمیں کم ہوتی ہوئی آمدنی، ڈیجیٹل تبدیلی اور سامعین کی بدلتی ہوئی توقعات سے دوچار ہیں۔ لہذا اسٹیک ہولڈرز کے لیے ضروری ہے کہ وہ آمدنی کے اختراعی ماڈلز تلاش کر کے آمدنی میں اضافہ کریں۔

7. پیشہ ورانہ مہارت اور معیار کا فقدان

صحافت کے دائرہ کار میں پیشہ ورانہ مہارت اور صلاحیت بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پاکستان کو صحافتی معیارات، اخلاقیات اور رپورٹنگ کی مجموعی صلاحیت سے منسلک مشکلات کا سامنا ہے۔ پاکستانی صحافت میں ایک اہم چیلنج سنسنی خیزی کا پھیلاؤ ہے۔ کچھ

صحافتی ادارے سنسنی خیز رپورٹنگ پر سنسنی خیز کہانیوں کو ترجیح دیتے ہیں، سنسنی خیز سرخیوں اور مواد کے ذریعے ناظرین و قارئین کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجتاً سنسنی خیزی عوامی تاثرات کو بگاڑ کر اہم مسائل کو معمولی اور پیچیدہ معاملات کے بارے میں عوام کی سمجھ سے سمجھوتہ کر سکتی ہے۔ وقت کی قلت یا ناکافی وسائل کی وجہ سے کچھ صحافی اشاعت سے پہلے اپنی کہانیوں کو اچھی طرح سے جانچنے میں ناکام رہتے ہیں اور نتیجے میں غلط معلومات پھیلاتے ہیں۔ صحافت کے ادارے بعض اوقات سیاسی وابستگیوں، ذاتی عقائد، مالی مفادات کی بنیاد پر تعصبات ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تعصب معروضیت اور غیر جانبداری کے صحافتی اصول کو مجروح کرتا ہے[210]۔

بسا اوقات صحافی غیر اخلاقی طرز عمل اختیار کر کے صحافت کی سالمیت کو نقصان پہنچاتے ہیں اور فراہم کردہ معلومات پر عوام کے اعتماد کو ضرب لگاتے ہیں۔ کچھ صحافی غیر اخلاقی طریقوں میں ملوث ہو کر مثلاً معاوضہ، مواد، سرقہ، رازداری پر حملہ اور اقتباسات میں غلط بیانی وغیرہ صحافت کی ساکھ کو داغدار کرتے ہیں۔ صحافت میں پیشہ ورانہ مہارت اور معیار کی کمی عوام کے اعتماد میں کمی کا باعث بنی ہے۔ صحافت جمہوریت کا سنگ بنیاد ہے، جو شہریوں کو باخبر فیصلے کرنے کے لیے درست معلومات فراہم کرتی ہے۔ جب صحافت میں پیشہ ورانہ مہارت اور معیار کا فقدان ہو تو جمہوری عمل سے سمجھوتہ ہونے لگتا ہے۔ ناقص تحقیق شدہ یا متعصبانہ رپورٹنگ غلط معلومات کے پھیلاؤ میں حصہ ڈال سکتی ہے، جو ممکنہ طور پر سماجی بدامنی، تنازعات اور غلط فہمیوں کا باعث بن سکتی ہے۔ صحافی اداروں اور افراد کو جوابدہ بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، لیکن پیشہ ورانہ مہارت کے فقدان سے احتساب کا طریقہ کار کمزور ہو جاتا ہے۔

پاکستان میں صحافت کے اداروں میں پیشہ ورانہ مہارت اور معیار کا فقدان ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو فوری توجہ کا متقاضی ہے۔ سنسنی خیزی، تعصب، حقائق کی جانچ کی کمی اور غیر اخلاقی طرز عمل جیسی مشکلات سے نبرد آزما ہو کر میڈیا انڈسٹری عوامی اعتماد کو دوبارہ بحال کر سکتی ہے، جمہوری معاشرے میں اپنے اہم کردار کو برقرار رکھ سکتی ہے اور اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ صحافت

---

[210] ۔ عدنان احمد، پیشہ ورانہ صحافت اور ریگولیٹری ادارے، (www.voiceofbalochistan.pk)، 18 ستمبر 2021ء

احتساب کے ایک لازمی ستون کے طور پر کام کرتی رہے۔

8. تربیت اور وسائل کی کمی

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے مختلف ادارے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ تاہم نیوز رومز اور اسٹوڈیوز پیشہ ور افراد کے لیے موجود تربیت اور وسائل کی شدید کمی ہے۔ پاکستان میں صحافت سے وابستہ بہت سے پیشہ ور افراد کو باضابطہ تربیتی پروگراموں تک رسائی حاصل نہیں ہے جو اخلاقی رپورٹنگ، تحقیقاتی صحافت، ڈیجیٹل میڈیا مینجمنٹ اور حقائق کی جانچ جیسے شعبوں میں مہارتوں کو بڑھا سکتے ہیں۔ ٹیکنالوجی اور میڈیا کے طریقوں میں تیزی سے تبدیلیوں سے یہ فرق اور بڑھ گیا ہے۔ صحافتی ادارے اکثر ناکافی مالی وسائل، جدید آلات اور سہولیات سے دوچار ہوتے ہیں، جو اعلیٰ معیار کا مواد تیار کرنے، گہرائی سے تحقیقات کرنے اور ڈیجیٹل موجودگی کو برقرار رکھنے کی صلاحیت کو روکتا ہے[211]۔

صحافیوں کی عدم تربیت کے نتیجے میں رپورٹنگ میں کمی واقع ہو سکتی ہے، صحافی پیچیدہ مسائل کا تجزیہ کرنے اور سیاق وسباق فراہم کرنے سے قاصر ہو سکتے ہیں۔ ناکافی تربیت غلطیاں پیدا کر سکتی ہے، کیونکہ صحافی معلومات کی مؤثر طریقے سے تصدیق کرنے کے لیے لیس نہیں ہوتے، جو غلط معلومات کے پھیلاؤ میں حصہ ڈال سکتے ہیں۔ مناسب تربیت کے بغیر میڈیا کے پیشہ ور افراد نئی ٹیکنالوجیز کی صلاحیت کو پوری طرح سے استعمال نہیں کر سکتے، سامعین کو مشغول کرنے اور کہانیاں مؤثر طریقے سے سنانے کی صلاحیت کو محدود کر سکتے ہیں ۔ سوشل میڈیا اور بلاگز کے ذریعے شہری صحافت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ تاہم ان شراکت داروں میں تربیت اور وسائل کی کمی ذیلی مواد کا باعث بن سکتی ہے اور ممکنہ طور پر شہری صحافت کی ساکھ کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میڈیا تنظیمیں اور حکومتی ادارے ایسے تربیتی اقدامات قائم کرنے میں تعاون کر سکتے ہیں جو میڈیا کے پیشہ ور افراد کی ابھرتی ہوئی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ ان پروگراموں میں اخلاقیات سے لے کر ڈیجیٹل خواندگی تک مختلف موضوعات کا احاطہ کرنا چاہیے۔ میڈیا آؤٹ لیٹس اور یونیورسٹیوں کے درمیان تعاون ہینڈ آن ٹریننگ، انٹرنشپ اور ورکشاپس کا انعقاد کرنا چاہیے، جس سے

---

[211] ۔نوشاد احمد، صحافی ایک پرامن معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار،(www.jasarat.com)، 11 مئی 2022ء

صحافیوں کو عملی تجربہ حاصل کرنے کا موقع ملتا رہے۔

میڈیا تنظیموں کو جدید آلات، ڈیجیٹل انفراسٹرکچر اور سہولیات کے لیے وسائل کی تقسیم کو ترجیح دینی چاہیے۔ اس سرمایہ کاری سے مواد کی بہتر تخلیق اور صحافیوں کی صلاحیتوں میں اضافہ ہو گا۔ بین الاقوامی میڈیا تنظیموں اور اداروں کے ساتھ تعاون پیشہ ور افراد کو عالمی طریقوں اور معیارات سے آگاہی فراہم کر سکتا ہے۔ پاکستان کے صحافتی اداروں میں جامع تربیتی پروگراموں میں سرمایہ کاری، وسائل مختص کرنے اور تعلیمی اداروں کے ساتھ شراکت داری قائم کرنے سے میڈیا انڈسٹری ایک ہنر مند اور باشعور افرادی قوت کو فروغ دے سکتی ہے جو باخبر عوامی گفتگو میں حصہ ڈالتی ہے، صحافتی سالمیت کو برقرار رکھتی ہے اور مؤثر طریقے سے معاشرے کے نگران کے طور پر کام کرتی ہے۔

9. توہین مذہب اور صحافتی ذمہ داری

پاکستان میں مذہبی جذباتیت کے حوالے سے سب سے نمایاں مسئلہ توہین مذہب ہے۔ مذہبی شخصیات یا طرز عمل کی اس طرح سے تصویر کشی جس کو بے عزتی سمجھا جاتا ہے غم و غصے اور احتجاج کو جنم دیتا ہے۔ مثلاً مختلف مغربی اشاعتوں میں پیغمبر اسلام کے خاکوں کی اشاعت پر پاکستان میں بڑے پیمانے پر مظاہرے کئے گئے۔ میڈیا کو ایسے واقعات کی کوریج اور رپورٹنگ میں حقائق اور مذہبی جذبات کو مزید مشتعل کرنے سے گریز کرتے ہوئے احتیاط سے کام کرنا چاہیے۔ پاکستان میں مختلف مذہبی فرقے اور گروہ اپنے عقائد اور طریقوں کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھتے ہیں۔ لہذا مذہبی اختلافات پر رپورٹنگ اور فرقہ وارانہ کشیدگی ماضی میں تشدد کا باعث بنی ہے اس لیے میڈیا اداروں کو اپنی کوریج میں احتیاط برتنی چاہیے۔

مذہبی یا ثقافتی گروہوں کی جانب سے رد عمل کی وجہ سے پاکستانی میڈیا میں سیلف سنسر شپ ایک عام رجحان ہے۔ ادارے اکثر خطرات کو کم کرنے کے لیے متنازعہ موضوعات کو چھپاتے ہیں، ممکنہ طور پر عوام کے سامنے پیش کئے جانے والے موضوعات اور ماہرین کے نقطہ نظر کو محدود کرتے ہیں۔ میڈیا مختلف مذہبی اور ثقافتی گروہوں کے درمیان افہام و تفہیم اور ہمدردی کو فروغ دے کر تبدیلی کا کردار ادا کر سکتا ہے۔ اچھی طرح سے تیار کردہ دستاویزی فلمیں، ٹاک شوز اور ڈرامے پاکستان کی ثقافتی اور مذہبی دولت پر

روشنی ڈال کر مکالمے کے لیے ایک پلیٹ فارم مہیا کر سکتے ہیں۔ پاکستانی میڈیا میں مذہبی اور ثقافتی موضوعات مواد کی تخلیق، پھیلاؤ اور استقبال کو متاثر کرتے ہیں[212]۔ آزادئ اظہار اور سماجی ہم آہنگی کے تحفظ کے درمیان توازن قائم کرنے میں میڈیا کے کردار کو کم نہیں کیا جا سکتا۔ ان روایات کو تسلیم کرتے ہوئے اور ذمہ دارانہ رپورٹنگ کی حوصلہ افزائی کرنے والے ماحول کو فروغ دینے سے پاکستان میں میڈیا باخبر بات چیت، باہمی افہام و تفہیم اور تیزی سے ارتقاپذیر معاشرے کی طرف گامزن ہو گا۔

10. قانونی اور ریگولیٹری مشکلات

پاکستان کا آئین جہاں آزادی اظہار کی ضمانت دیتا ہے وہیں مختلف قوانین اور ضوابط مشکلات کا باعث ہیں۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) الیکٹرانک میڈیا کو ریگولیٹ کرنے اور اس کے مواد کو بعض معیارات پر عمل کرنے کو یقینی بنانے کا ذمہ دار ہے۔ تاہم یہ ریگولیٹری طاقت بعض اوقات اختلاف رائے کو دبانے اور تنقیدی رپورٹنگ کو محدود کرنے کے لیے استعمال ہوتی رہی ہے، جس کے نتیجے میں سنسرشپ کے الزامات لگتے ہیں۔ مثال کے طور پر نیوز چینلز کو قومی سلامتی یا امن عامہ کے لیے حساس سمجھے جانے والے موضوعات کا احاطہ کرنے کے لیے عارضی بندیا مواد پر پابندی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

پاکستان کے ہتک عزت کے قوانین کو تحقیقاتی صحافت کو دبانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ میڈیا آؤٹ لیٹس، صحافیوں اور یہاں تک کہ بلاگرز کو ایسے مواد شائع کرنے پر قانونی کاروائی کا سامنا کرنا پڑا ہے جو افراد، تنظیموں یا اداروں کے لیے نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا تحقیقاتی رپورٹنگ پر ٹھنڈا اثر پڑ سکتا ہے اور میڈیا کی طاقت والوں کو جوابدہ ٹھہرانے کی صلاحیت کو محدود کر سکتا ہے۔ 2014ء میں پیمرا نے جیو ٹی وی نیٹ ورک کا لائسنس معطل کر دیا اور قابل اعتراض مواد نشر کرنے پر جرمانہ عائد کیا۔ اس فیصلے کو ریگولیٹری باڈی کی غیر جانبداری کے بارے میں خدشات اور حکومتی اثر و رسوخ کے الزامات کے ساتھ تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ حکومت نے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر مواد کی نگرانی اور کنٹرول کے لیے ضابطے متعارف کرائے ہیں۔ ناقدین نے استدلال کیا کہ ان ضوابط کا استعمال آن لائن اظہار رائے کی آزادی کو روکنے اور اختلافی آوازوں کو نشانہ بنانے کے لیے کیا جا سکتا ہے، جس سے

---

[212] ۔ صدیقی، شیما، توہین مذہب کے واقعات ہمارا اجتماعی رویہ، ڈان نیوز، 24 اگست 2022ء

ڈیجیٹل پلیٹ فارمز پر کھلی بحث کی گنجائش محدود ہو سکتی ہے۔

ریگولیٹری قوانین میں وضاحت کی کمی اور تضادات کی وجہ سے اکثر تنقید کی جاتی ہے۔ مبہم ضوابط اور مواد کی جانچ کے لیے مبہم معیار من مانی فیصلوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہ اس وقت واضح ہوا جب پیمرا نے واضح وضاحتوں کے بغیر کچھ نیوز چینلز کی نشریات پر عارضی طور پر پابندی لگا دی، جس سے الجھن اور تنقید ہوئی۔ سیاسی مفادات ریگولیٹری فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں تو میڈیا کی آزادی سے سمجھوتہ کیا جاتا ہے۔ حکومت یا طاقتور اداروں پر تنقید کرنے والے میڈیا آؤٹ لیٹس کو غیر ضروری دباؤ یا ریگولیٹری کاروائی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ ایک واچ ڈاگ کے طور پر میڈیا کے کردار کو چیلنج کرتا ہے اور عوام کو غیر جانبدارانہ معلومات فراہم کرنے کی اس کی صلاحیت کو متاثر کرتا ہے[213]۔

پاکستان میں میڈیا کو قانونی اور ریگولیٹری چیلنجز کا سامنا ہے جو آزادانہ اور ذمہ داری سے کام کرنے کی اس کی صلاحیت کو متاثر کرتے ہیں۔ قانونی حدود اور معاشرتی اصولوں کے ساتھ اظہار رائے کی آزادی کو متوازن کرنا ایک پیچیدہ کام ہے۔ میڈیا اور ٹیکنالوجی کی ابھرتی ہوئی نوعیت اس صورت حال کو مزید پیچیدہ بناتی ہے۔ ان مشکلات سے نمٹنے کے لیے شفاف اور مستقل ضابطوں کی ضرورت ہے جو میڈیا کی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے احتساب کو بھی یقینی بنائیں۔ پاکستان میں ایسے میڈیا کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جو جمہوریت کے ستون کے طور پر کام کرے اور عوام کو باخبر و باشعور رکھتے ہوئے ایسے ماحول کو فروغ دے جہاں ذمہ دار صحافت بغیر کسی دباؤ کے پھل پھول سکے۔

پاکستانی معاشرہ ڈیجیٹل اور سماجی تبدیلی کی طرف تیزی سے گامزن ہے۔ ٹیکنالوجی میں ترقی کی بدولت معلومات اور خبروں تک رسائی آسان ہو گئی ہے۔ ٹیکنالوجی کی صنعت میں ہونے والی عمومی پیشرفت، مضمرات واثرات اس کے سامعین کے رد عمل اور تبدیلی پر منحصر ہیں۔ صحافت و ابلاغ کے اداروں کو معیشت میں سبقت حاصل کرنے کے لیے صرف حکومت کی طرف سے تھوڑا سا تعاون اور عوام کے کھلے ذہن، کان اور آنکھوں کی ضرورت ہے۔ چیلنجز ہر روز ایک ترقی یافتہ انداز میں تیار ہوتے جا رہے ہیں لیکن

---

[213]۔ عدنان احمد، پیشہ ورانہ صحافت اور ریگولیٹری ادارے، (www.voiceofbalochistan.pk)، 18 ستمبر 2021ء

یہ ہم پر ہے کہ ہم کس طرح مطلع ہوتے ہیں، خود کو باخبر رکھیں اور دوسروں کو آگاہ کریں۔ پاکستان میں صحافت و ابلاغ کو مختلف النوع اور کثیر جہتی مشکلات کا سامنا ہے۔ ان میں ریگولیٹری، نگرانی، ثقافتی، اخلاقی، مذہبی اور اظہار رائے کی آزادی شامل ہیں۔ ان مشکلات سے نبرد آزما ہونے کے لیے ذمہ دارانہ صحافت کو یقینی بنانے، ساکھ برقرار رکھنے اور جمہوری اقدار کو برقرار رکھنے کے لیے محتاط عمل کی ضرورت ہے۔

فصل دوم

صحافت و ابلاغ کے اداروں میں اسلامی اصولوں کا انطباق

صحافت و ابلاغ کے ادارے چلتے پھرتے مدارس سے مماثل ہیں۔ یہ عمارتوں اور علاقوں کی حدود و قیود سے بلند و بالا ہوتے ہیں۔ عوام کی تعلیم و تربیت، اصلاح و تبلیغ، اچھائی اور برائی میں تمیز، مثبت رائے عامہ کی تشکیل، عوامی حقوق و مفادات کا تحفظ، حکومتی حلقوں کی رہنمائی اور خواص کی فکر منظم کرنے کا اعلیٰ و ارفع فریضہ انہی کے ذریعے تکمیل پاتا ہے۔ صحافت سے بگڑی ہوئی زبانیں سنورتی، فاصلے سکڑتے جرائم کی نشاندہی و بیخ کنی ہوتی اور دوریاں قربتوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ معاشرتی واقعات و حادثات کو تاریخ کی شکل میں مرتب و منظم کرنا، صحافت کے بنیادی فرائض میں سے ایک ہے۔ پست ہمت قوموں کی حوصلہ افزائی صحافت کے مرہون منت ہے اور اب تو اس میدان میں نت نئی ایجادات و اختراعات کے باعث ایک انقلاب برپا ہو چکا ہے۔

صحافت و ابلاغ کی اہمیت و حیثیت اور انقلاب کے اثرات اس وقت تک بے معنی و لا حاصل ہیں جب تک صحافت کے ادارے ان تمام اثرات کو منتقل کرنے کی صلاحیت سے مالا مال نہ ہوں۔ صحافت بذات خود کوئی چیز نہیں اس کے ادارے اور ان میں کام کرنے والے افراد ہی اس کے اثرات کا تعین کرتے اور اس کی اہمیت و افادیت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں کیونکہ فی زمانہ صحافت ایک ادارے کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ اداروں کی تکمیل چونکہ افراد سے ہوتی ہے، لہذا ان کے کردار کا تعین بھی افراد کے کردار سے ہوتا ہے۔ افراد ہی کسی ادارے کے نشیب و فراز میں کلیدی کردار کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ افراد خبریں اکٹھی کرنے کے مراحل سے لے کر قارئین و سامعین تک ان کی ترسیل کے عمل میں مدد و معاون ہوتے ہیں۔ ان کی رائے، انداز تحریر، ذہنیت یا وابستگی کسی بھی خبر یا واقعے کے اثرات میں کمی بیشی کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ یہی افراد پالیسیاں بناتے، انہیں لاگو کرتے اور ان کے مطابق نشر و اشاعت کر کے ان کے اثرات مرتب کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ صحافت میں چونکہ ان اداروں اور افراد کا کردار کلیدی اہمیت کا حامل ہے لہذا ضروری ہے کہ ان اداروں اور افراد کے فرائض منصبی کی بطریق احسن انجام دہی کے لیے کوئی ضابطہ اخلاق ہو، جس پر عمل پیرا ہو کر یہ دینی و دنیاوی کامیابی و سرفرازی سے ہمکنار ہو سکیں۔ پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں

اسلامی اصولوں کا انطباق درج ذیل طریقوں سے ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

صداقت

صداقت عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا مادہ صدق ہے۔ صدق کے معنی سچ کے ہیں صداقت یعنی سچائی [214]۔ کسی بھی بات کو ہو بہو اسی انداز میں آگے منتقل کرنا کہ اس میں اپنی آراء کو جگہ نہ دی جائے۔ کوئی تبصرہ نہ کیا جائے اور اچھائی یا برائی کے فیصلے کا حق عوام کو تفویض کر دیا جائے، صداقت کہلاتا ہے۔ اس میں سب سے پہلے زبان کی سچائی آتی ہے۔ صداقت کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ہمیشہ سچ کو اپنا معیار بنائے اور کبھی بھی جھوٹ کو اپنا دوست تصور نہ کرے، کیونکہ صدق نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔ صداقت کا دوسرا تقاضا نیت کی سچائی ہے، کیونکہ انسان کے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ صداقت کا تیسرا تقاضا عمل کی سچائی ہے، یعنی انسان زبان کے ساتھ ساتھ عمل اور انداز میں بھی ایسا کردار و رویہ اپنائے جو صداقت پر مبنی ہو اگر قول و فعل میں تضاد موجود ہے تو صداقت کا عمل شکوک و شبہات کا شکار ہو جائے گا اور مطلوبہ اثرات مرتب کرنے سے عاری ہو گا۔ یہ تینوں تقاضے آپس میں لازم و ملزوم ہیں اور ہمہ گیر اثرات مرتب ہونے کے لیے ان تینوں کا ہونا لازمی ہے۔ اچھی اور معیاری صحافت کے لیے ان تینوں تقاضوں پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

صحافت و ابلاغ کی اصطلاح میں صداقت سے مراد ان سے وابستہ تمام اداروں میں سچائی و معروضیت کی پاسداری ہے۔ ان اداروں سے متعلقہ تمام لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مواد کی نشر و اشاعت کے وقت حقائق اور واقعات کو سچائی اور دیانتداری سے پیش کریں۔ اسلام صحت خبر اور صداقت معلومات پر زور دیتا ہے۔ صحت معلومات کے لیے تحقیق بنیادی عامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مواد کی نشر و اشاعت سے پہلے اس کی صداقت و سچائی کی جانچ پرکھ ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا

---

[214] ۔ غامدی، جاوید احمد، اخلاقیات، ص77

عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِیْنَ﴾[215]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی سی خبر لائے تو اس کی تحقیق کیا کرو کہیں کسی قوم پر بے خبری سے نہ جا پڑو پھر اپنے کیے پر پشیمان ہونے لگو "

صحافت کا بنیادی مقصد عوام میں حقوق و فرائض کا شعور و بیداری ہے۔ ذرائع ابلاغ اپنے اثرات اس وقت ہی مرتب کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں، جب عوام کے اذہان میں ان کی اعتباریت موجود ہو۔ اعتبار کی یہ موجودگی ایک طویل عمل کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اخباری مندرجات و اطلاعات کے ہمہ گیر اثرات اعتبار کی ہی مرہون منت ہوتے ہیں۔ ہنگامی حالات میں بیرونی ممالک کے ذرائع ابلاغ پر یقین کرنا (چاہے ان میں مبالغہ آرائی کا عنصر ہی زیادہ کیوں نہ ہو) اسی عنصر کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ ذرائع ایک طویل مدت کی جدوجہد کے بعد عوام کے اذہان میں اپنی اعتباریت قائم کر چکے ہوتے ہیں کہ وہ سچائی اور معروضیت پر مبنی خبروں کی نشر و اشاعت کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ بد قسمتی سے چند وجوہات کی بنا پر پاکستانی میڈیا ابھی تک اپنی اعتباریت عوامی اذہان میں قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ اپنے بنیادی مقاصد کے حصول میں ناکامی سے دوچار ہیں[216]۔ لہذا صحافت و ابلاغ کے اداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے مواد کو شامل اشاعت کرنے سے حتی الامکان گریز کی راہ اختیار کریں، جس کی صداقت کے بارے میں ان کے اذہان میں ہلکا سا شائبہ بھی پایا جاتا ہو، اس کے علاوہ سنی سنائی باتوں کو مان لینا اور بغیر کسی ثبوت کے عوام تک پہنچا دینا صحافت جیسے مقدس پیشے کے لیے انتہائی نقصان دہ عمل ہے۔

ضابطہ اخلاق کے تحت بھی کسی خبر کی نشر و اشاعت کے لیے صداقت کی موجودگی بنیادی عامل ہے اور خبر کی جانچ پرکھ کی اولین کسوٹی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں مسلمانوں کو دیگر اخلاق جلیلہ سے روشناس کرایا گیا ہے وہیں اخلاق رذیلہ کا بھی تعارف کرایا گیا اور ساتھ ہی سزا کا بھی تعین کیا گیا ہے۔ حدیث نبوی میں جھوٹ اور سچ کی پرکھ کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ :

---

[215] ۔ الحجرات:6

[216] ۔ معاویہ، محمد ہارون، اصلاح معاشرہ کے راہنما اصول (دارالاشاعت، کراچی، 2006ء)، ص548

((کفی بالمرء کذبا، ان یحدث بکل ما سمع))[217]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔"

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بغیر تحقیق آگے بیان کر دے۔ بعض لوگ جھوٹ کو سچ کے پیرائے میں بیان کرنے میں اتنی مہارت رکھتے ہیں کہ سننے والا ان کی بات کو سچ جاننے پر مجبور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ بڑے فخر سے اپنے اس کارنامے سے دوسروں کو بے وقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ کو درست رپورٹنگ کو ترجیح دینی چاہیے، معلومات کو زیب و زینت یا تعصب کے بغیر پیش کرنا چاہیے۔ سچائی پر مبنی رپورٹنگ نہ صرف اخلاقی طور پر درست ہے بلکہ میڈیا کی ساکھ کو بھی برقرار رکھتی ہے۔ مبالغہ آرائی والی سرخیاں یا سنسنی خیز کہانیاں عوام کو گمراہ کر سکتی ہیں اور میڈیا کے ذرائع پر اعتماد کو ختم کر سکتی ہیں۔

شائستگی:

شائستگی سے مراد افعال، اعمال اور زبان میں نرمی و میانہ روی کے عنصر کی موجودگی ہے۔ اعلی اخلاقی اقدار پر عمل پیرا ہونا، عادات رذیلہ سے حتی الامکان بچنا، معاملات زندگی میں تہذیب و اخلاق کا دامن غصے کی حالت میں بھی تھامے رکھنا اور جوش میں ہوش نہ کھونا شائستگی کے زمرے میں آتا ہے۔ اگرچہ زندگی کے ہر شعبے کے کارکنان کے لیے شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور اسی عنصر کی موجودگی ان کی قدر و منزلت میں اضافے کا باعث اور ہر دل عزیزی کا موجب ہوتی ہے۔ لیکن صحافت و ابلاغ کے اداروں اور کارکنان کے لیے اس عنصر کی ملحوظیت دوچند ہو جاتی ہے کیونکہ یہ قوموں کے عروج و زوال کی داستان اور معاشرتی زندگی کے عکاس و ترجمان ہوتے ہیں۔ معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تمدنی زندگی کی صحافت کے ذریعے عکاسی و ترجمانی میں شائستگی کو ملحوظ خاطر رکھنا از حد ضروری ہے یہ شائستگی الفاظ، جملوں، سرخیوں، خیالات اور انداز بیان میں ہونی ضروری ہے اور ہر قسم کی تحریروں میں شائستگی کو مد نظر رکھنا اعلیٰ مقاصد کے حصول میں مدد و معاون اور عوام میں تہذیب و اخلاق کی ترویج کا باعث و موجب بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

---

[217] ۔ حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، مقدمہ باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ح7

﴿وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْزَغُ بَیْنَھُمْ اِنَّ الشَّیْطَانَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا﴾[218]

"اور اے محمد! میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔"

آیت مبارکہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ زندگی کے بیشتر معاملات میں فساد و لڑائی کی بنیادی وجہ گفتگو یا تحریر میں تہذیب سے گرے ہوئے الفاظ، جملوں یا خیالات کا استعمال ہے جو کہ شیطان کا فعل ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ انسان فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے شائستہ الفاظ اور انداز استعمال کرے۔ دینی، معاشرتی اقدار کے منافی تحریری و تصویری مواد کی اشاعت شائستگی کے منافی ہے اس سے معاشرے میں ایسی عادات و اقدار اور روایات رواج پا جاتی ہیں، جو معاشرے کو حلال و حرام کی حدود و قیود سے آزاد کر کے خرابی و فساد کا باعث بنتی ہیں۔ صحافت و ابلاغ سے وابستہ اداروں اور کارکنان اخلاقی طور پر پابند ہیں کہ وہ شائستگی کے منافی اور فحاشی پھیلانے والے مواد کی اشاعت سے گریز کریں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ﴾[219]

"بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو"

---

[218] ۔ بنی اسرائیل:53

[219] ۔ النحل:90

قرآن پاک نے فواحش کے انسداد کا یہ خاص نظام بنایا ہے کہ اس قسم کی خبر مشہور نہ ہونے پائے اور شہرت ہو تو ثبوت شرعی کے ساتھ ہو۔ تاکہ شہرت کے ساتھ ہی مجمع عام میں حد زنا اس پر جاری کر کے اس کی شہرت ہی کو سبب انسداد بنا دیا جائے اور جہاں ثبوت شرعی نہ ہو وہاں اس طرح کی بے حیائی کو شہرت دینا جبکہ اس کے ساتھ کوئی سزا نہیں۔ طبعی طور پر لوگوں کے دلوں سے بے حیائی اور فواحش کی نفرت کم کر دینے، جرائم پر اقدام کرنے اور شائع کرنے کا موجب ہوتی رہتی ہیں۔ نوجوان مرد اور عورتیں ان کو دیکھتے رہتے ہیں روزانہ ایسی خبروں کے سامنے آنے اور اس پر کسی خاص سزا کے مرتب نہ ہونے کا لازمی اور طبعی اثر یہ ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ فعل خبیث نظروں میں ہلکا نظر آنے لگتا ہے اور پھر نفس میں ہیجان پیدا کرنے کا موجب ہوتا ہے اسی لیے قرآن حکیم نے ایسی خبروں کی تشہیر کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے جبکہ وہ ثبوت شرعی کے ساتھ ہوں۔ اس کے نتیجے میں خبر کے ساتھ ہی اس بے حیائی کی ہولناک پاداش بھی دیکھنے سننے والوں کے سامنے آجائے اور جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے[220]۔ اس تشریح سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحافیوں کو حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ کوئی بھی ایسی تصویر، الفاظ یا دیگر مواد شامل اشاعت نہ کریں جو مسلمہ اسلامی اقدار اور معاشرتی روایات کے منافی ہو، کیونکہ جب ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلسل عوام کو فحش خیالات، نازیبا الفاظ اور شرمناک و عریاں تصاویر دیکھنے کو ملتی ہیں، تو وہ اس کے عادی ہوتے چلے جاتے ہیں اور اپنی روزمرہ زندگی میں بھی انہی عادات بد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یوں معاشرہ تباہی و ذلت کی عمیق کھائی میں جا گرتا ہے، جہاں اچھائی اور برائی اپنے مفاہیم کھو دیتی ہیں اور شیطان اپنے ازلی مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

تعصب سے گریز اور رواداری کا فروغ:

تعصب مختلف گروہوں میں زبان، رنگ، نسل یا علاقے کی بنیاد پر نفرت پھیلانے کا نام ہے۔ بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا اور زندگی موت کا مسئلہ بنا کر نہ ختم ہونے والی تباہی کو آواز دے لیتے ہیں اور طعن و تشنیع اور تشدد کی راہ اختیار کر کے

---

[220] ۔ محمد شفیع، مفتی اعظم، معارف القرآن، 5 / 391-392

معاشرتی اقدار کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ صحافت و ابلاغ کے اداروں اور کارکنان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مواد کو شامل اشاعت کرتے وقت خیال رکھیں اور شامل شدہ تحریروں میں ایسے الفاظ یا انداز استعمال کرنے سے گریز کیا جائے، جس سے عوام میں تعصب کو فروغ حاصل ہو۔ تعصب کی لعنت جب کسی معاشرے میں پھیل جاتی ہے تو ترقی کی رفتار، ہنگاموں، انتشار، فساد اور لڑائی جھگڑے کی نذر ہو جاتی ہے۔

((من قاتل تحت راية عمية يقاتل عصبية , ويغضب لعصبية فقتلته جاهلية))[221]

"جو شخص عصبیت کے جھنڈے تلے لڑے اور وہ اپنی قوم کی عصبیت میں لڑے یا عصبیت میں

غصہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی"

تعصب کا متضاد رواداری اور وسعت نظر ہے۔ جس کے معانی رعایت، تحمل، برداشت، لحاظ اور پاسداری کے ہیں۔ یعنی دوسروں کے اقوال و افعال کو برداشت کرنا اور عدم تشدد کی روش اختیار کرنے، دلائل سے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش کرنا مگر اتفاق رائے کے لیے مجبور نہ کرنا اور اپنا نقطہ نظر بیان کر کے شائستگی سے کنارہ کشی کر لینا رواداری کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾[222]

"(اے محبوب) معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو"

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے، جس کی بقاو سالمیت کا تقاضا ہے کہ مکمل اتحاد اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے۔ اس مقصد جلیلہ کا حصول اسی صورت ممکن ہے، جب شہریوں میں رواداری، وسیع النظری اور وسعت قلبی کے جذبات کو فروغ دیا

---

[221] ۔ امام نسائی، سنن نسائی، کتاب تحریم الدم، باب التغليظ فيمن قاتل تحت راية عمية، ح4120

[222] ۔ الاعراف:199

جائے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے سے رواداری کی اہمیت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر صفات عالیہ کے ساتھ ساتھ رواداری کے وصف کا بھی ذکر کیا ہے۔ کسی بھی قوم کے افراد میں اس وصف کی موجودگی خوشگواریت اور امن و سلامتی کی پیامبر ثابت ہوتی ہے۔ جبکہ اس کی عدم موجودگی انتشار، فرقہ واریت، امن و سکون کی تباہی اور نفرت کا باعث بنتی ہے۔ رواداری کا حصول کیونکر ممکن ہے؟ اگر صحافت و ابلاغ کے ادارے اور ان سے وابستہ ارکان مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل پیرا ہوں تو رواداری کا حصول ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ کسی بھی قسم کی تحریر کی اشاعت میں خلوص اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو اولیت دی جائے، جہاں تک ممکن ہو سکے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے، ہر قسم کی آرا کا احترام کیا جائے اور ایسی تحریریں شامل اشاعت کی جائیں جو عوام کو رواداری اور وسعت نظری کی افادیت و اہمیت کے بارے میں آگاہ کر سکیں۔ اس مقدس پیشے میں ہمیشہ یہ مطمع نظر ہونا چاہئے کہ مخلوق خدا کی خدمت کرنی ہے۔ حدیث نبوی ہے:

((الخلق عيال الله)) [223]

"تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے"۔ اللہ تعالیٰ کی خدمت کو اپنی خدمت سے تعبیر کرتے ہیں۔ کسی بھی قسم کی خبر کی نشر و اشاعت میں انصاف و مساوات کو بنیادی مقام دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وإذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى﴾ [224]

"اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ داری ہو"، جہاں تک ممکن ہو سکے کوشش کی جائے کہ اختلافی و فروغی نظریات پر بحث مباحثے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اگر کوئی ایسا موقع آ جائے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

---

[223] ۔ امام تبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، ح4998

[224] ۔ الانعام:152

خود احتسابی:

خود احتسابی سے مراد اپنے افعال و اعمال کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا ہے کہ کس حد تک اچھائیاں اور برائیاں سرزد ہو رہی ہیں۔ سرزد ہونے والی برائیوں سے کیسے بچا جا سکتا ہے، اچھائیوں کو کس طرح مزید ترقی دی جا سکتی ہے اور شخصیت و کردار کے کن پہلوؤں میں اصلاح کی گنجائش موجود ہے۔ خود احتسابی کا یہ عمل انسانی کردار کی اصلاح و تعمیر میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ فطرت انسان میں خدا تعالیٰ نے یہ جوہر رکھا ہے کہ وہ برائیوں کا علم ہونے پر ان سے دور رہنے اور کمزوریوں پر قابو پانے کی تگ و دو کرتا ہے، جو انسان اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے وہ دنیا و آخرت میں سرفراز رہتا ہے۔ شیطانی افعال و کردار اگرچہ بہت پرکشش، دل کو لبھانے والا اور بہت جلد اپنی چکا چوند سے متاثر کرنے والا ہوتا ہے لیکن اس میں پائیداری اور ہمہ گیریت نہیں ہوتی۔ انسان جتنی جلدی ان افعال و اعمال کی طرف راغب ہوتا ہے، اتنی ہی تیزی سے ان سے متنفر بھی ہو جاتا ہے۔ تنفر کا یہ عمل اس وقت اور بھی سرعت پذیر ہو جاتا ہے جب ان افعال کے نتائج سامنے آتے ہیں جبکہ اچھائی کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ انسان بتدریج اچھائی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کے اثرات و ثمرات اسے ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لیتے ہیں۔ خود احتسابی کا عمل ہمیں برائیوں سے تنفر اور اچھائیوں کی طرف راغب کرتا ہے۔

صحافت وابلاغ کے اداروں اور ارکان کے لیے خود احتسابی کا یہ عمل بہت مفید ثابت ہوتا ہے اسی طرح وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے کے قابل ہوتے ہیں جو کہ انسان کی بعثت کا مقصد اولین ہے۔ قرآن ہمیں یہ تصور دیتا ہے کہ ہم اس دنیا کو عارضی سمجھیں۔ ہر شخص نے اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہے اگر کسی کی صحافت کے ذریعے بے عزتی کی جائے یا فحش لٹریچر شائع کیا جائے تو اس سے اس کے کرنے والے پر گناہ لازم آتا ہے ہر صحافی اللہ کے ہاں اپنے اعمال کا جواب دہ ہو گا۔ ایک مسلمان معاشرے میں رہنے والے صحافی کو اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں خود احتسابی سے کام لینا چاہیے، کیونکہ اس کے اعمال بھی قلم بند ہو رہے ہیں، جن کا اسے آخرت میں جواب دینا پڑے گا۔ خود احتسابی کا یہی جذبہ انسان کو ہر رذائل سے روک سکتا ہے[225]۔

---

[225] ۔ نیازی، لیاقت علی خان، اسلام کا قانون صحافت، ص77

دیانتداری اور احتساب اخلاقی رویے کے ستون ہیں۔پاکستانی میڈیا کے تناظر میں یہ اصول ذمہ دارانہ صحافت، درست رپورٹنگ اور عوام کے اعتماد کو برقرار رکھنے کے لیے رہنمائی کا کام کرتے ہیں۔پاکستانی میڈیا کو اخلاقی رپورٹنگ کو ترجیح دینی چاہیے جو حقائق کی درست نمائندگی، غیر جانبدارانہ بیانیے اور سنسنی خیزی سے اجتناب کرے۔رپورٹنگ میں دیانتداری اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ عوام کو قابل اعتماد معلومات حاصل ہوں، جس سے میڈیا کے اداروں کی ساکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔میڈیا حکام ان کو اعمال کا جوابدہ ٹھہرانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔عوامی مفاد کے مسائل کی چھان بین اور رپورٹنگ کے ذریعے میڈیا ایک واچ ڈاگ کے طور پر زیادہ شفاف اور جوابدہ معاشرے میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔

تعمیر ملت:

ایک ملک جہاں اپنے شہری کو بہت سے حقوق سے نوازتا ہے اور اسکی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی کا ذمہ دار ہوتا ہے وہاں ایک شہری پر کچھ فرائض بھی عائد کرتا ہے، ان فرائض کی بجا آوری اس کے لیے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ حقوق کا حصول بلکہ بعض اوقات تو فرض حق پر سبقت لے جاتا ہے۔ایک شہری کا اولین فرض اپنے ملک سے محبت اور اس کی تعمیر وترقی میں حتی المقدور اپنا کردار ادا کرنا ہے۔وطن سے محبت اور تعمیر وترقی کا انداز تعمیر ملت سے موسوم کیا جاتا ہے اس جذبے کی عدم موجودگی ملک کو ترقی کی بجائے تنزلی کی جانب لے جاتی ہے۔

صحافت و ابلاغ کے ادارے چونکہ معاشرتی ترقی، ملکی تعمیر اور تہذیب و روایات کے علمبردار ہونے کے دعویدار ہوتے ہیں۔لہذا عام شہری کی نسبت ان پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسا تحریری وتصویری مواد شامل اشاعت کریں جو تعمیر ملت کے مقدس فریضے کی انجام دہی اور فروغ میں مدد و معاون ثابت ہو۔شہریوں میں حقوق کے ساتھ ساتھ اپنے فرائض کی ادائیگی کا شعور پیدا کرے، مثبت مقاصد اور تجاویز کی حامل تحاریر شامل اشاعت کی جائیں اور ملکی سلامتی و وقار کو ہر حال میں مقدم رکھا جائے، کیونکہ اسلامی نظریاتی کونسل کی شائع کردہ ابلاغ کی رپورٹ کے مطابق فرد کی تعمیر میں اس کی ملی تاریخ اہم حیثیت رکھتی ہے۔اس سلسلے میں حضور کی حیات طیبہ، سیرت صحابہ کرام، مجاہدین اسلام کے کارنامے اور تاریخ اسلام کے سبق آموز واقعات دلکش و دل نشین انداز میں پیش کئے جائیں۔اس کے علاوہ نئی نسل کو شجاعت وبسالت، جفاکشی اور محنت کشی کی تربیت کے لیے بری،

بحری اور فضائی افواج کے مناظر دکھائے جائیں۔

تعمیر ملت کے اس جذبے کی اہمیت وضرورت اگر چہ ہر دور میں مسلمہ رہی ہے کہ فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں لیکن آج کے دور میں انسان ہجوم میں کھڑا ہوا بھی خود کو تنہا محسوس کرتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعمیر ملت اور وطن وہم وطنوں سے محبت کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔ تربیت اور ذرائع ابلاغ کا استعمال اس انداز سے کیا جائے کہ اپنے ملک اور لوگوں سے نفرت نہ پیدا ہونے پائے۔ بعض اوقات ہم جذباتیت یا دیگر عناصر کی وجہ سے حالات وواقعات کو اس انداز سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام الناس کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ ہمارے سادہ لوح عوام برائی سے نفرت کرنے کی بجائے ملک اور اس میں رہنے والے لوگوں سے متنفر ہو جاتے ہیں اور بعد میں وہ ہر خرابی کا ذمہ دار ملک یا اہل ملک کو ٹھہراتے ہیں۔ نفرت کا یہ جذبہ نہ صرف خود ان افراد کی خداداد صلاحیتوں کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے بلکہ بعض اوقات لوگ اپنی ذہانت وصلاحیتوں سے ملک وقوم کے لیے بڑے نقصان کا باعث بنتے ہیں یا پھر دشمن کے ہاتھوں میں خود تو کھلونا بن کر تباہی وبربادی کے عمیق غار میں جا گرتے ہیں لیکن آنے والی نسلوں کے مسائل ومشکلات کے انبار کھڑے کر جاتے ہیں۔

دروغ گوئی سے اجتناب:

دروغ گوئی جھوٹی بات کو کہتے ہیں ۔ صحافت وابلاغ کے اداروں سے وابستہ افراد کی اخلاقیات میں یہ چیز شامل ہے کہ وہ جھوٹ اور بری باتوں سے اجتناب کریں جھوٹ پر مبنی اطلاع دلچسپی اور سنسنی خیزی کے باوجود مسترد کر دینی چاہئے۔ فضول اور لغو باتوں کو نظر انداز کرنے کی صلاحیت صحافتی اداروں اور ان کے کارکنان میں ہونی چاہئے۔ جھوٹ ایک ایسی برائی ہے جس کے زیر سایہ باقی تمام برائیاں اور خرابیاں پھلتی پھولتی اور معاشرتی تنظیم میں بگاڑ پیدا کرتی ہیں۔ اسلام میں جھوٹ بولنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سخت ترین عذاب کی وعید سنائی گئی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾[226]

"بے شک اللہ جھوٹے اور حق کو نہ ماننے والے کو راہ ہدایت نہیں دیتا"

رسول سے کسی شخص نے دریافت کیا یارسول اللہ دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے۔ فرمایا۔ جب بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا، جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرتا چلا جائے گا اور یہ کفر اسے جہنم میں لے جائے گا۔ جھوٹ صرف زبان سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ بہت سے دوسرے ناپسندیدہ اعمال و افعال بھی جھوٹ میں شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً الزام تراشی، غلط خبروں کی نشر واشاعت، نمود و نمائش کسی کو بلیک میل کر کے رقم وصول کرنا، قول و فعل میں تضاد کی موجودگی، حق بات کو باطل انداز میں پیش کرنا اور رائی کا پہاڑ بنانا وغیرہ جھوٹی شہادت سے اجتناب اور شہادت نہ چھپانا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

﴿ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّه اٰثِمٌ قَلْبُه وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾[227]

"اور گواہی کو نہ چھپاؤ، جو شخص اسے چھپائے گا تو بے شک اس کا دل گناہگار ہے اور جو کچھ تم

کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے"

شہادت چھپانے کا اطلاق اس بات پر بھی ہوتا ہے کہ سنی یا لکھی گئی بات کو اس انداز سے بیان نہ کیا جائے جس طرح وہ وقوع پذیر ہو رہی ہے، بلکہ اسے کچھ سے کچھ بنا دیا جائے اپنی رائے اور تبصرہ شامل کر کے اس کے اثرات کو کم یا زیادہ کرنے کی کوشش ناکام کی جائے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[228]

---

[226] ۔الزمر:3

[227] ۔البقرہ:286

[228] ۔البقرہ:42

"اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو"

درج بالا آیت میں یہودیوں کی اس بد خصلت پر ان کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ وہ جاننے کے باوجود کبھی تو حق و باطل کو غلط ملط کر دیا کرتے تھے، کبھی حق کو چھپا لیا کرتے تھے، کبھی باطل کو ظاہر کرتے تھے۔ لہٰذا انہیں ان ناپاک عادتوں کے چھوڑنے کو کہا گیا ہے اور حق کو ظاہر کرنے اور اسے کھول کھول کر بیان کرنے کی ہدایت کی۔ حق و باطل، سچ و جھوٹ کو آپس میں نہ ملاؤ اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرو۔ یہودیت و نصرانیت کی بدعات کو اسلام کی تعلیمات کے ساتھ نہ ملانے کا حکم دیا گیا ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے مراد اچھائی کی دعوت دینا، بھلائی کی طرف لوگوں کو راغب کرنا، برائیوں سے روکنا اور بدی کو مٹانا ہے۔ چونکہ صحافت و ابلاغ سے وابستہ افراد اپنے قول و فعل اور قلم و اخبار کے ذریعے لوگوں کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اس لیے ان پر اخلاقی طور پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ صحافتی مواد کے ذریعے اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کی بیخ کنی کے لیے کوشش کریں جو کہ جہاد کی ایک قسم ہے اور اسلام میں بڑی فضیلت کی حامل ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿**یا مرون بالمعروف وینھون عن المنکر**﴾[229]

"وہ اچھی بات کا حکم دیتے اور بری بات سے باز رکھتے ہیں"

یہ حکم خاص طور پر مسلمانوں کے لیے ہے کہ ﴿امر بالمعروف و نھی عن المنکر﴾ اچھی بات کا حکم اور بری بات سے روکنے کے اصول پر اگر ہم غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ بدی کی قوتیں بہت خوشنما ہوتی ہیں اور ہر پل انسان کو گمراہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں ان کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ انسان کو گمراہ کیا جائے۔ کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے انسان کو تباہ و برباد

---

[229] ۔ آل عمران:104

کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے اور وہ ہر لمحہ اس جدوجہد میں مصروف ہے کہ کب اسے ازلی مقصد میں کامیابی نصیب ہو۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے اپنے بندوں میں سے کچھ کو یہ فریضہ سونپا ہے کہ وہ برائیوں سے منع کریں اور نیکی کا حکم دیں۔ صحافت و ابلاغ کے پیشہ سے منسلک حضرات کے پاس یہ سنہری موقع ہوتا ہے کہ وہ اپنے قول و فعل اور قلم کے ذریعے عوام کو برائیوں سے متنفر اور اچھائیوں سے متعارف کرا سکتے ہیں۔ یوں وہ تعمیر ملت کے اعلیٰ و ارفع مقصد کی تکمیل میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اسلام میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مقدس فریضہ انسان کو اس لیے سونپا گیا ہے کیونکہ انسان اپنی فطرت سے مجبور ہو کر برائیوں کی طرف لپکتا اور اچھائیوں سے کنارہ کش ہوتا ہے لیکن یہ بھی انسانی فطرت ہی ہے کہ وہ اپنے اعمال میں سزا اور جزا کو بہت اہم گردانتا ہے۔ یوں انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز ہو کر اپنے مقصد تخلیق کو پالیتا ہے۔

خصوصی ضوابط:

خصوصی ضوابط سے مراد ایسے قواعد و ضوابط ہیں، جن کی پابندی شعبہ صحافت و ابلاغ سے وابستہ تمام افراد کے لیے یکساں نہیں، بلکہ مختلف کارکنوں پر مختلف پابندیاں عائد ہوتی ہیں، انہیں مختلف اخلاقیات کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ یہ خصوصی ضابطہ اخلاق مندرجہ ذیل افراد کے لیے درج ذیل ہیں:

صحافتی اداروں کے مالکان:

آزاد اور جمہوری ممالک میں صحافت و ابلاغ کے ادارے نجی ملکیت میں ہوتے ہیں معاشرے کی بہتری اور عوامی فلاح و بہبود کے حصول کے لیے نجی ملکیت کے ساتھ ساتھ صحافیوں کو آزادی بھی دی گئی ہے۔ کسی بھی اخبار یا ٹی وی چینل کے کردار کے تعین میں ادارے کا مالک یا نجی ملکیت کا حامل گروہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے ادارے کی سماجی و سیاسی حدود و قیود کا تعین اور پالیسی سازی اس کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ قرآنی نقطہ نظر سے اخبار کے مالکان کا خصوصی ضابطہ مندرجہ ذیل ہے:

i. **مثبت پالیسی کی تشکیل:** مثبت پالیسی کی تشکیل سے مراد کام کرنے کی ایسی ہدایات ہیں جو معاشرے کی اقدار و روایات کی عکاس، سماجی و معاشرتی حالات کی ترجمان اور مذہب کی نمائندہ ہوں۔ مالکان کو اپنی پالیسی میں نیکی کے فروغ اور بدی کی بیخ کنی کو بنیادی اہمیت دینی چاہئے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس کے بل بوتے پر دنیا میں ایک پر امن معاشرے کی تشکیل اور معاشرے سے برائیوں اور فتنہ و فساد کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿**كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله**﴾[230]

"اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔

تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں پالیسی کی تشکیل کا مقصد خلق خدا کی ہدایت و اصلاح اور دنیا میں خیر و صداقت کا فروغ ہونا چاہئے۔ اداروں کے مالکان کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی پالیسی میں ایسے عناصر اور اصولوں کو جگہ دینے سے گریز کریں جو ملکی سلامتی و بقا کے منافی ہوں انہیں ذاتی مفادات و شہرت کے برعکس ملکی مفادات اور شہرت کے لیے کام کرنا چاہئے بصورت دیگر اللہ کس سامنے قیامت کے دن جوابدہ ہونا پڑے گا۔ کسی بھی ادارے کے اثرات و کردار کا تعین اس کی پالیسی سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ عملے کے دیگر اراکین اخلاقی و سرکاری طور پر ایسی پالیسی کے تحت کام کرنے پر مجبور ہوتے ہیں جو کوئی بھی صحافتی ادارہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے وضع کرتا ہے اگر پالیسی سازی کرتے وقت مالک یا نجی ملکیت کا حامل گروہ مثبت مقاصد کے حصول کو اپنا مطمع نظر بنائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کا ادارہ یا دیگر ذرائع ابلاغ معاشرے میں مثبت انداز میں تبدیلیاں لانے میں کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکیں، کیونکہ میڈیا کی وجہ سے معاشرے میں جتنی انقلابی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں اتنی کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں ہو سکیں۔

---

[230] ۔ آل عمران: 110

ii. **عملے کے ساتھ صلہ رحمی:** کسی بھی شعبے کی تمام تر کارکردگی عملے کی مرہون منت ہوتی ہے عملے کی ناراضگی یا نااہلی کسی بھی کاروبار کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی ہے۔ پالیسی میکر یا مالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے عملے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور ان کی فلاح و بہبود کے اقدامات کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ عملے کے ساتھ صلہ رحمی یہ ہے کہ اوقات کار کا مناسب تعین کیا جائے، عملے کی تنخواہیں معقول اور ان کی اہلیت و صلاحیت کے مطابق ہوں، ان کی بروقت ادائیگی کی جائے، کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور کارکنوں کے لیے ایسا ماحول پیدا کیا جائے جس میں وہ بلا خوف و خطر اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا سکیں۔ ارشاد نبوی ہے:"مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کی جائے"[231] یہ حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے حوصلے پست نہ ہوں۔

iii. **ملازمتوں کا تحفظ:** افعال و کردار کی بروقت ادائیگی اور فرائض منصبی سے بحسن وخوبی عہدہ برآ ہونے کا تمام تر انحصار احساس تحفظ پر ہے۔ ملازمین کے لیے ملازمتوں کا تحفظ بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ ملازمین کی بنیادی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا روزگار سلامت رہے، اسے ترقی حاصل ہو اور اسے اپنے افسروں کی نگاہ میں عزت و احترام کا درجہ حاصل ہو۔ یہ احساس اس میں کام کی لگن اور سخت کوشی کا قابل تعریف جذبہ ابھارنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ادارے کے مالک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملازمین کو ملازمتوں کا مکمل تحفظ فراہم کرے تاکہ وہ نشر و اشاعت میں عوامی فلاح و بہبود کے عامل کو بنیادی اہمیت و حیثیت دے کر مثبت رائے عامہ کی تشکیل اور ملکی خوشحالی کا باعث بن سکیں۔

فکر و نظر کی آزادی

اسلام نے فکر و نظر کی آزادی کے ساتھ ہمیشہ آزادیِ رائے کا احترام کیا ہے اور ہر کس و ناکس کو اپنی بات رکھنے کا فطری حق دیا ہے۔ عہدِ نبوی اور خلفائے راشدین کے عہد سے لے کر، عہدِ بنو امیہ اور بنو عباسیہ تک کی پوری اسلامی تاریخ اس قسم کے واقعات

---

[231] ۔ امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب اجر الاجراء، ح 2443

سے لبریز ہے، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے کس درجہ شدت کے ساتھ حریتِ رائے کے تصور کی پرورش کی ہے اور اس کو انسانی معاشرے کالازمی جزو بنانے کی سعی کی ہے۔ اسلام نے صرف آزاد مرد وخواتین ہی نہیں؛ بلکہ غلاموں کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا ہے۔ غزوۂ احد کا واقعہ جب جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی رائے تھی کہ کفارِ مکہ سے جنگ کے لیے مدینے سے باہر نکلنا مناسب نہیں ہے اور یہیں رہ کر جنگ کی جائے؛ لیکن معقول اسباب کی بنیاد پر چند نوجوانوں کی یہ رائے تھی کہ جنگ کے لیے مدینے کی آبادی سے باہر نکلنا زیادہ مناسب ہے۔ اسی طرح غزوۂ خندق کے موقع پر مدینے سے باہر خندق کھودنے کا فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی عمل نہیں تھا، بلکہ صحابہ کرامؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ کے باہمی مشورے سے خندق کھودی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ اور حصرت عمرؓ جنگی قیدیوں کے قتل اور انھیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے بارے میں مختلف الرائے تھے۔ اسلام میں فکر و نظر کی آزادی ہی کی دین ہے کہ ایک عام آدمی بھی اپنے خلیفہ کا دست و بازو پکڑ سکتا ہے۔ ایک قبطی نے حضرت عمر بن عاصؓ اور ان کے بیٹے کی شکایت دربارِ عمری میں پیش کی تھی تو حصرت عمرؓ نے نہ صرف یہ کہ اس غلام کو فوری انصاف دلایا تھا؛ بلکہ انھیں سخت ڈانٹ بھی لگائی تھی۔ اس وقت کے حضرت عمرؓ کے ارشادت پر مبنی یہ مفہوم تو ہر کسی کے ذہنوں میں ہو گا کہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہونے والے بچے کو کسی کا غلام بنانے کا حق نہیں۔ حضرت عمرؓ کے الفاظ تھے: "**متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحراراً**"[232]۔

اسلام میں قیاس کو چوتھا فقہی اصول قرار دیا گیا ہے، فقہاء اور ائمہ کے درمیان مسائل میں اختلافِ اظہار رائے کی آزادی کی ایسی مثال ہے، جس سے دوسرے مذاہب وادیان تہی دست ہیں ۔ معلوم ہوا کہ اسلام آزادیِ فکر و نظر کا امین اور نقیب ہے۔ اس میں ہر شخص کو اپنی رائے دینے کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ اس کی رائے نصِ صریح سے متصادم نہ ہو۔

ذیل کی سطروں میں چند آزادیوں سے بحث کر رہے ہیں، جو اسلام نے فکر و نظر اور اظہار رائے کی آزادی کے تحت صحافت و ابلاغ کے اداروں کو عنایت کی ہیں:

---

[232] ۔ اسلام ویب، فتوی نمبر 36194، 14 اگست 2003ء

i. حکومتِ وقت سے سوال اور باز پرس کرنے کا حق:

اسلامی نظریۂ ابلاغ کے مطابق صحافی اور اخبار نویس کو ملک کی سب سے بڑی اتھارٹی سے بھی سوال کرنے کا حق ہے۔ ایک صحابیؓ نے حضرت عمرؓ سے بھری مجلس میں یہ سوال کیا تھا کہ ہر صحابی کو تو مال غنیمت سے ایک چادر ملی ہے، آپ کے بدن پر یہ دو چادر کیسی ہے؟ تو حضرت عمرؓ نے خلیفہ ہونے کے باوجود اس پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا اور انتہائی سنجیدگی سے یہ جواب دیا: کہ ایک چادر تو میرے حصے کی ہے اور دوسری چادر میرے بیٹے کے حصے کی ہے۔ اس سے بڑی آزادی کیا کسی جُمہوری ملک میں بھی کسی فرد یا ادارے کو میسر ہے۔ یہ صرف اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اسلام نے ہمیشہ شورائی نظامِ فکر و عمل کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی ہے، جُمہوری نظام میں جہاں ریاست اور ملک کے ہر کس و ناکس کو حکمرانوں کے انتخاب کا قانونی حق حاصل ہوتا ہے، وہیں شورائی نظام میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے۔ شورائی نظام میں ہر فرد کی شرکت ضروری نہیں، بلکہ صرف اہل الرائے لوگ انتخاب کا قانونی حق رکھتے ہیں۔ شورائی نظام کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہی بہت سے عرب ممالک میں فکر و نظر کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ عوام حکومتِ وقت کے خلاف لب کشائی کی جرأت کرنے سے محروم ہیں۔ فکر و نظر کی آزادی کو سلب کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بہت سے ممالک قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دوسرے ممالک کے دست نگر اور محتاج بنے ہوئے ہیں اور وہاں کی فکری اور تخلیقی صلاحیتیں دوسرے ملکوں کے کام آرہی ہیں۔ ان ممالک میں کسی ایسی چیز کی اشاعت کا حق فرد کو حاصل نہیں ہے، جس سے حکومت کی پیشانی پر بل آتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنی تحریروں اور اپنے افکار و نظریات سے عوام کو روشناس کرانے کے لیے امریکہ اور یورپی ممالک کا رخ کرتے ہیں، جہاں ان کے خیالات و نظریات کا فراخ دلی سے استقبال کیا جاتا ہے۔ علمی تحقیق اور فکری پرورش کے لیے آزادیِ اظہار کی سہولت ناگزیر ہے۔ ہم چند صدیاں پہلے اگر دنیا کے نقشے پر چھائے ہوئے تھے اور نئی نئی تحقیقات سے دنیا کو روشناس کرا رہے تھے تو اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ہمارے یہاں اختلاف اور اظہار مافی الضمیر کی آزادی ہر کس و ناکس کو میسر تھی۔

ii. **ظلم اور ناانصافی کے خلاف احتجاج کی آزادی:**

اسلام نے افراد کے ساتھ ساتھ ادارے اور ذرائع ابلاغ کو جتنی آزادیاں دی ہیں، ان میں ایک اہم حق احتجاج کا بھی ہے۔ ذرائعِ ابلاغ کو جہاں کہیں بھی ظلم اور ناانصافی ملے، اس کے خلاف احتجاج کرنا چاہیے اور مظلوموں کی حمایت میں انسانی غیرت اور حمیت کا ثبوت دینا چاہیے۔ قرآن کریم کی آیت ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾[233]

"اللہ پسند نہیں کرتا بری بات کا اعلان کرنا مگر مظلوم سے"

یعنی بری بات کا اعلان کرنا اللہ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ بری بات کے اعلان سے مراد کسی کے پوشیدہ معاملات کو ظاہر کرنا ہے جیسے کسی کی غیبت کرنا یا کسی کی چغلی کھانا وغیرہ۔

iii. **مناظرے اور باہمی تنقید کی آزادی:**

آج کل کے اخبارات اور نیوز چینلز کا یہ خاص وطیرہ بن گیا ہے کہ وہ چند ماہرین کو بلا کر کسی خاص موضوع پر مباحثے اور مناظرے کراتے ہیں، اس مباحثے میں موضوعات کی تحدید نہیں ہوتی، اس کا موضوع سیاسی بھی ہوتا ہے اور سماجی بھی، مذہبی بھی ہوتا ہے اور تعلیمی بھی۔ اس قسم کے مباحثوں میں ایک فریق دوسرے فریقِ مخالف کو شکست دینے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے فریقِ مخالف پر جرح و تنقید سے بھی کام لیتا ہے۔ اسلام نے اس قسم کے مباحثے اور مکالمے کی آزادی دی ہے، بشرطیکہ اس میں کسی قسم کے خلافِ شرع امر کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو اور تنقید و جرح تعمیری ہو، تخریبی نہ ہو، بات وزن دار ہو، دلائل سے مزین ہو، اس سے کسی کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوتے ہوں۔

iv. **شہادت کی آزادی:**

ذرائع ابلاغ کی وساطت سے منظرِ عام پر آنے والی خبروں کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ مقامی انتظامیہ سے لے کر ریاستی

---

[233] ۔ النساء:148

اور مرکزی حکومت بھی حرکت میں آجاتی ہے اور اس کی بنیاد پر کاروائی کرنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ روزانہ ایسے کتنے معاملات ہماری نظروں سے گزرتے ہیں، جن میں حکومت میڈیا میں شائع ہونے والی خبروں کی وجہ سے مجرمین کو سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتی ہے اور اگر کسی بے قصور شخص کو گرفتار کر لیا گیا ہے تو میڈیا والے اس کی بے گناہی پر کوئی خبر یا مضمون چھاپ دیتے ہیں، حکومت اس بات پر مجبور ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کو بری کر دے۔ شہادت اور گواہی کی اس اہمیت اور تاثیر کو مد نظر رکھتے ہوئے صحافت و ابلاغ کے اداروں اور ذرائع کو کسی کی حمایت یا کسی مجرم کی مخالفت میں گواہی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اسلام نے شہادت کو چھپانے والے کو سخت وعید اور دھمکی دی ہے[234]۔

اقرباء اور رشتے داروں کے خلاف گواہی دینے کی آزادی بھی ذرائع ابلاغ کو حاصل ہے، جس کا اظہار کرنا ضروری ہے، چاہے وہ اس کے اقربا اور رشتے داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ شریعت اسلامیہ کا حدود و تعزیر پر مبنی نظام عدل و انصاف روشنی کا ایک مینارہ ہے، جس میں اشراف و ارذال، بادشاہ و رعایا اور امیر و غریب سب برابر ہیں۔ اس نظام میں ہر حق دار، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کے حق کی ضمانت دی گئی ہے۔ اس نظام میں نہ کسی پر ظلم و زیادتی ہو گی، نہ استحقاق سے زیادہ اس کو سزا دی جائے گی۔ ذرائع ابلاغ کو چاہیے کہ وہ کسی مفسدے سے عوام کو باخبر کرنے اور کسی جرم اور بد عنوانی کا پردہ فاش کرنے میں مداہنت اور مصالحت سے کام نہ لیں۔

گمان اور قیاس آرائی سے پرہیز:

ایک رپورٹر کا کام مجتہد سے ملتا جلتا ہے اگر وہ نیک نیتی سے حالات و واقعات کی کڑیاں ملا کر صورت حال کا درست تجزیہ کر کے خبر مرتب کرتا ہے تو یہ چیز عین شریعت کے مطابق ہے۔ لیکن اگر اس کے گمان اور قیاس سے معاشرے کے کسی فرد یا گروہ کے بارے میں کوئی منفی رائے وجود میں آتی ہے تو یہ درست نہیں رپورٹر اکثر پوشیدہ باتوں کا کھوج لگا کر خبر حاصل کرتے وقت اس کی

---

[234] ۔ البقرہ:283

اچھی یا بری نوعیت کو سامنے نہیں رکھتے۔ قرآن پاک میں برے اور منفی گمان اور قیاس سے منع فرمایا گیا ہے[235]۔ گمان کرنے اور خاص طور پر ایسا گمان کرنے سے روکا گیا ہے جو گناہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ گمان کی کچھ صورتیں ہیں جو گناہ نہیں ہیں۔ اللہ، اس کے رسول اور اہل ایمان سے نیک گمان رکھنا مؤمن کے ایمان کا تقاضا اور نہایت پسندیدہ عمل ہے۔ اس طرح جن لوگوں سے میل جول ہو اور جن کے بارے میں بدگمانی کرنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہ ہو ان سے بھی حسن ظن سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ گمان کی دوسری شکل وہ ہے جس کے بغیر عملی زندگی میں کام چل ہی نہیں سکتا، مثلاً حاکم اور عدالت کے سامنے مقدمے کی شہادتیں پیش ہوتی ہیں اسے معاملے کا براہ راست علم نہیں ہوتا۔ وہ شہادتوں کو جانچ پرکھ کر جو فیصلہ کرتا ہے غالب گمان کی بنا پر کرتا ہے یہی صورت نامہ نگار کے ساتھ بھی پیش آتی ہے اسے اپنی خبر زیادہ تر قرائن اور شواہد کا جائزہ لے کر غالب گمان کی بناء پر مرتب کرنا پڑتی ہے ایسی صورت میں گمان جائز ہے۔

فوٹو گرافر صحافت کے آغاز میں اخبارات اور تصویروں کی بجائے خبروں پر مکمل طور پر انحصار کرتے تھے لیکن موجودہ صحافت میں تصویر کے بغیر کسی اخبار کا تصور ہی محال ہے اسلام میں تصویر کی اجازت بعض مخصوص حالات میں دی گئی ہے فوٹو گرافر کو تصاویر بنانے اور فراہم کرتے وقت مندرجہ ذیل اخلاقیات کا خیال رکھنا چاہئے:

i. اخبارات میں تصاویر کی فراہمی فوٹو گرافر کی ذمہ داری ہے اخبارات میں شامل مواد میں سب سے زیادہ اعتراض تصاویر پر کیا جاتا ہے، کیونکہ اکثر تصاویر بناتے وقت فوٹو گرافر اخلاقیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر فوٹو گرافر اچھی، باوقار اور معیاری تصاویر بنا کر اخبارات کو دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اخبارات سے ناپسندیدہ عناصر کو ختم نہ کیا جاسکے۔

ii. فوٹو گرافر کو تصاویر بناتے وقت بطور خاص خیال رکھنا چاہئے کہ بنائی گئی تصاویر معاشرتی اقدار و روایات کے منافی نہ ہوں، دوسرے رسائل سے بغیر اجازت نقل شدہ نہ ہوں اور خواتین کی بلاوجہ، نت نئے انداز اور پوز کی تصاویر سے احتراز ضروری ہے۔

---

[235]۔ الحجرات:12

iii. ایسی تصاویر نہ بنائی جائیں جن سے آمریت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہو، اکثر فوٹو گرافر بڑی بڑی خوبصورت تصاویر چھاپ کر آمریت کو فروغ دینے کا باعث بنتے ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے۔

iv. بلا اجازت کسی بھی فرد کی تصویر بنانے سے گریز فوٹو گرافر کے لیے بنیادی ضابطہ ہے خاص طور پر نجی محفلوں میں تصویر کشی کرتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ تصاویر کے بل بوتے پر فوٹو گرافر کو بلیک میلنگ سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس چیز کو ناپسند کرتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو نقصان پہنچائے یا پھر اس کے لیے دل آزاری کا باعث ہو۔

v. قابل اعتراض تصاویر کے بل بوتے پر بلیک میلنگ کرنے کی بجائے پردہ پوشی کرتے ہوئے ان تصاویر کو ضائع کر دینا فوٹو گرافر کا اخلاقی فریضہ ہے۔

vi. مسخ شدہ لاشوں اور خوف وہراس پھیلانے والی دیگر تصاویر کی اشاعت سے بھی گریز کرنا چاہئے اور فوٹو گرافر کو یہ تصاویر نہیں بنانی چاہئیں۔

vii. خبریت کی حامل تصاویر بنانا فوٹو گرافر کا اخلاقی فرض ہے لہذا اسے ایسی تصاویر بنانے کو ترجیح دینی چاہئے۔

رازداری کا احترام:

صحافت و ابلاغ معلومات کی فوری ترسیل کے دور میں رائے عامہ کی تشکیل، گفتگو کو متاثر کرنے اور سماجی اقدار کو فروغ دینے میں ایک تبدیلی کا کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستانی میڈیا اپنے عالمی ہم منصبوں کی طرح ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں اخلاقی ذمہ داری نقطہ نظر سے مطلع کرنے اور تشکیل دینے کی طاقت سے ملتی ہے۔ اس متحرک منظر نامے کے درمیان، رازداری کا احترام کرنے اور نقصان سے بچنے کے اصول اسلامی تعلیمات اور ذمہ دارانہ صحافت کے طریقوں میں گہری جڑیں رکھنے والے بنیادی اخلاقی تقاضوں کے طور پر ابھرتے ہیں۔ قرآن جس کی لوگ الہی رہنما کے طور پر تعظیم کرتے ہیں، انسانی وقار اور رازداری کے بارے میں گمانوں سے بچنے کی گہری حکمت فراہم کرتا ہے۔ اس میں منفی مفروضوں، گپ شپ اور ذاتی حملے کے خلاف ایک زبردست پیغام ہے۔ یہ افراد کی عزت اور رازداری کے تحفظ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔

رازداری کا احترام اور نقصان سے بچنا اخلاقی تقاضے ہیں جو اسلامی تعلیمات اور ذمہ دارانہ صحافت کے طریقوں میں اہمیت رکھتے ہیں۔ پاکستانی میڈیا کے تناظر میں یہ اصول وقار کو برقرار رکھنے، انفرادی حقوق کے تحفظ، ایک منصفانہ اور اخلاقی معاشرے کو فروغ دینے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ قرآن اور حدیث کی تعلیمات پاکستان میں میڈیا کو رازداری کا احترام کرنے اور نقصان سے بچنے کے لیے رہنمائی کرتی ہیں۔ میڈیا آؤٹ لیٹس کو اخلاقی رپورٹنگ کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے افراد کی رازداری کا احترام، نجی معاملات، ذاتی تفصیلات اور حساس مسائل کی اطلاع صرف واضح رضامندی یا اہم عوامی مفاد کے لیے دینی چاہیے۔ خبروں کی نشرواشاعت میں سنسنی خیزی سے بچنا افراد کی ساکھ کو غیر ضروری نقصان پہنچانے سے روکتا ہے۔ اداروں کو افراد کی توجہ دلانے کے لیے خبروں کو بڑھاچڑھا کر پیش کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ حساس معلومات شائع کرنے سے پہلے میڈیا کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ حقائق درست اور تصدیق شدہ ہوں۔ میڈیا کو اپنی خبروں کی نشرواشاعت میں افراد کی تصاویر اور نام استعمال کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔ غیر ضروری نمائش، رازداری کی خلاف ورزی اور غیر ارادی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ عوامی شخصیات پر رپورٹنگ کرتے وقت میڈیا کو عوامی اور نجی معاملات میں فرق کرنے کا خیال رکھنا چاہیے، ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں قیاس آرائی پر مبنی کہانیاں ان کی ساکھ کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ جرائم یا حادثات جیسے حساس مسائل پر رپورٹنگ کرتے وقت میڈیا آؤٹ لیٹس کو متاثرین کی فلاح وبہبود اور رازداری کو ترجیح دینی چاہیے۔

سوشل میڈیا کے دور میں میڈیا آؤٹ لیٹس کو ذاتی پروفائلز سے بغیر اجازت کے مواد شیئر کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے۔ یہاں تک کہ عوامی پلیٹ فارمز پر بھی کچھ مواد محدود سامعین کے لیے ہو سکتا ہے۔ میڈیا میں رازداری کا احترام اور نقصان سے بچنا محض پیشہ ورانہ اخلاقیات کا معاملہ نہیں ہے۔ اس کی جڑیں اسلام کی تعلیمات سے جو وقار، ہمدردی اور انصاف پر زور دیتی ہیں، ان اصولوں کو اپناتے ہوئے صحافت وابلاغ کے ادارے ایک ایسے معاشرے میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں جو انفرادی حقوق کی قدر کرتا ہے اور غیر منصفانہ نقصان کے خلاف حفاظت کرتا ہے۔ پاکستانی میڈیا قرآن اور حدیث کی حکمت سے رہنمائی لے کر ایک ایسا کلچر تشکیل دے سکتا ہے، جہاں ذمہ دارانہ رپورٹنگ اور اخلاقیات ہم آہنگ اور منصفانہ ماحول کو فروغ دیتے ہیں۔ اسلامی اصولوں اور میڈیا کی اخلاقیات کے باہمی تعامل کے سفر نے ہمیں ایک شاندار نتیجے پر پہنچایا ہے، پاکستانی میڈیا کے اندر رازداری کا احترام اور نقصان کو روکنے کے لیے اخلاقی رہنما محض اصول نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ ہیں۔

حقائق کو مسخ کرنا اور لغویات کی نفی:

عام طور پر صحافت وابلاغ سے واقعات کو من وعن بیان کرنے کے بجائے حذف واضافہ اور قطع وبُرید کے ذریعے خبروں کو مسخ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی کسی کی تعریف اس حد تک کی جاتی ہے کہ آسمان وزمین کے قلابے ملا دیے جاتے ہیں اور کبھی کسی کی تحقیر وتذلیل پر ذہن آمادہ ہوتا ہے تو اسے ذلت وپستی کے قعر عمیق میں گرا دیا جاتا ہے۔ حقائق اور واقعات کو دل نشیں پیرائے میں بیان کرنا قابلِ ستائش ہے لیکن نمک مرچ لگا کر، تصنع اور تکلف کے لبادے میں ملمع کاری کرنا اور تفریح طبع کا سامان اس طور پر پیش کرنا کہ حقائق وواقعات سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو، محض نیک نامی، شہرت اور بازار میں اپنی قیمت منوانے کا سطحی ذریعہ تو بن سکتا ہے لیکن میڈیا کے نام پر یہ جذبات قابل نفرت ہیں۔ قرآنِ مجید نے اس عمل کو 'لہوالحدیث' سے موسوم کیا ہے جس کی تعبیر کلام دل فریب یا کلامِ لغو سے بھی کی جاتی ہے۔ ایسے کلام دلفریب دراصل ضلالت وگمراہی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس عملِ بد کا انجام بھی اہانت آمیز عذاب کی شکل میں ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کی یہ ہدایت میڈیا اور ان کے ذمہ داروں سے متعلق ایک زبردست تنبیہ ہے جس کے اندر وعظ ونصیحت کا سامان بھی موجود ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾[236]

"اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اس کی ہنسی اڑائیں، ایسے لوگوں کے لیے ذلت کا عذاب ہے"۔

مفتی محمد شفیعؒ کے مطابق آیت کریمہ کا شانِ نزول نضر بن حارث کا وہ نامبارک عمل ہے جو تجارت کی غرض سے فارس کا سفر کیا کرتا تھا اور شاہانِ عجم وغیرہ کے تاریخی قصے خرید کر لاتا اور قومِ عاد وثمود وغیرہ کے قرآنی قصوں کے بالمقابل رستم، اسفندیار اور دوسرے شاہانِ فارس کے قصے محض اس لیے سناتا کہ مشرکین اور کمزور ایمان والے لوگ قرآنِ مجید سے بد دل ہو جائیں اور

---

[236] ۔ لقمان:6

شاہراہِ ہدایت کے بجائے ضلالت و گمراہی کو اپنا شیوہ بنالیں[237] اس سلسلے میں مولانا ابوالحسن علی ندوی کی وضاحت مفید ہے:

"لہو ولعب اور تفریح و تمتع کے سازوسامان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کا تعلق کھیلوں، مقابلوں اور مظاہروں سے بھری ہوئی دل چسپی اور محویت وانہماک سے ہے۔ دوسری قسم لطف و تفریح کی گفتگو سے ہے، جس میں پڑ کر لوگ فرائض وواجبات اور ذکر اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اس میں کہانی، قصے اور فحش روایات آتی ہیں۔ یہاں پر اس آیت میں لہو ولعب اور کہانی و قصے دونوں کو یک جا کر دیا گیا ہے اور اس کو 'لہوالحدیث' سے تعبیر فرمایا ہے"۔[238]

اگرچہ آیت کریمہ کے نزول کا پس منظر ایک خاص واقعہ ہے، تاہم قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے اور قیامت تک پوری انسانیت کے لیے اپنی اصل افادیت کے ساتھ یہ نوشتۂ ہدایت، بصیرت وروشنی کا سامان کرتا رہے گا۔ کسی فرد یا گروہ کے سلسلے میں قرآنِ مجید کی تنقید یا تعریف کا یہ مقصد قطعاً نہیں ہوتا کہ کسی فرد یا گروہ کو ذلت وپستی کے قعر میں گرا دیا جائے یا کسی کو خراجِ تحسین پیش کر دیا جائے، بلکہ اس کا مقصد درس وعبرت ہوتا ہے۔ آج کے زمانے میں قرآنِ مجید اسی زوروتاثر اور اسی شیرینی وسحر انگیزی کے ساتھ انسانی معاشرے سے مخاطب ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال قبل مخاطب تھا۔ زیر بحث آیت کریمہ کی معنونیت اس امر میں پنہاں ہے کہ ایک فرد ہو یا معاشرہ یا اطلاعات ونشریات کے ذرائع علم و آگہی کے بغیر اگر باتوں کو نشر کرتے اور سطحی مقاصد کے حصول کے لیے حقائق وشواہد کے بالمقابل خود ساختہ افکار وبیانات کی تشہیر کے ذریعے عوام کی تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں، تو گویا یہ ناقابلِ معافی جرم ہے۔ اس لیے کہ اس طریقۂ عمل سے حق وصداقت کا رُخ زیبا داغدار ہوتا ہے بلکہ حقائق پس پردہ چلے جاتے ہیں، کذب، بطلان، فریب اور جھوٹ معاشرے میں پھیل کر فتنوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

زندگی کے تمام شعبوں کی درستگی اور سرفرازی قواعد وضوابط کی پابندی کا تقاضا کرتی ہے مگر صحافت و ابلاغ سے وابستہ اداروں اور افراد کے لیے یہ تقاضا شدید ہے کیونکہ ایک عوامی ادارہ ہونے کے باعث صحافت کے اثرات بہت ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہوتے ہیں اس سے وابستہ افراد اگر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں عمومی وخصوصی ضوابط پر عمل پیرا ہونے سے گریزاں ہوں گے تو لازمی طور پر اس سے عوامی اذہان اثرات قبول کریں گے لہذا ضروری ہے کہ صحافت وابلاغ کے ادارے کسی بھی قسم کے مواد کی

---

[237] ۔ محمد شفیع، معارف القرآن، 2/20

[238] ۔ ندوی، نذر الحفیظ، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، مقدمہ

نشر و اشاعت کے وقت ان ضوابط کا خیال رکھیں، تاکہ مثبت اثرات افرادِ معاشرہ کے قلوب و اذہان پر مرتب کرنے میں کامیاب و کامران ہو سکیں۔

ضابطۂ اخلاق اور گرفت کی ضرورت:

راہنمایانِ ملک اور دُوسرے قوم اگر ایسے افراد کو بے لگام چھوڑ دیتے ہیں اور عدلیہ بھی اگر ان کے افعالِ رذیلہ سے بے اعتنائی برتتی ہے، تو ملک و قوم میں امن و آشتی، راست روی، حق گوئی اور حقائق سے آگہی کے لیے فضا ہموار نہیں کی جاسکتی اور ملک و قوم کو معنوی ترقیوں سے ہم کنار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ایسے افراد یا میڈیا بہر حال پُر امن اور خوش حال زندگی کے لیے چیلنج ہیں اور ان سے سخت طریقے سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔

ذرائع ابلاغ یا وسائل نشریات کی اہمیت عصرِ حاضر میں مسلّم حقیقت کے طور پر تسلیم کرلی گئی ہے۔ یہ ذرائع ابلاغ جن افراد، جماعتوں اور حکومتوں کے زیر سایہ پروان چڑھتے ہیں یا ان پر جن لوگوں کی گرفت مضبوط ہوتی ہے دراصل آج کے دور میں باعزت، طاقت ور اور مؤثر وجود کی حیثیت سے ان کی شناخت ہوتی ہے۔ یہ ذرائع جن کی دسترس سے باہر ہیں یا جو کسی وجہ سے ان سے قربت کی شکل پیدا نہیں کر پاتے، دراصل وہ گوشۂ گمنامی میں ہوتے ہیں اور کمزور و پس ماندہ افراد و طبقات کی حیثیت سے دنیا کے پردۂ سیمیں پر دیکھے جاتے ہیں۔

میڈیا دو دھاری تلوار کی طرح طاقت رکھتا ہے۔ تلوار کا استعمال شر و فساد کا خاتمہ کرنے کے لیے اور امن و آشتی کی پُر بہار فضا قائم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے اور اس کا استعمال قتل و خوں ریزی کے لیے اور فتنہ و فساد کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ تلوار کس کے ہاتھ میں ہے۔ آیا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جو امن و آشتی کا مفہوم نہیں جانتا، جو انسانی قدروں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتا اور جو اخلاقی قدروں کی پامالی کو اپنا شیوہ بناتا ہو، یا یہ تلوار ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں ہے جس کی سرشت میں عدل و انصاف ہو، امن و آشتی کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہو، انسانی اقدار کا پاسباں اور نقیب ہو اور اخلاقیات اس کی ترجیحات میں ہوں۔ کامیاب میڈیا دراصل وہی ہے جس کے اہل حل و عقد میں ایک طرف اس کائنات کے حقیقی

مالک کا خوف قلب و ضمیر پر حکمرانی کرتا ہو اور دوسری طرف جو موت کے بعد کی زندگی میں اپنے آقا کے سامنے اعمال کی جواب دہی کا احساس رکھتے ہوں۔ اس کے علاوہ راست گوئی، عدل و انصاف اور تحقیق و تمحیص کی بنیاد پر کہی گئی باتیں ہی دراصل علمی دیانت داری کا مظہر ہیں اور یہی چیزیں علاقہ ، قوم، ملک بلکہ پوری دنیا میں انسانی قدروں کی افزائش کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ یہی چیزیں خدمتِ قوم بلکہ خدمتِ انسانیت کا حق ادا کرنے کے لیے قوتِ محرکہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ خواہ طباعتی ہوں یا برقیاتی، علاقائی سطح پر ہوں یا ملکی سطح پر یا پھر بین الاقوامی سطح پر، وہ افراد ہوں جن کا شیوہ ہی فسق و فجور اور بے حیائی و بدکرداری ہو یا وہ معاشرہ ہو جو شر انگیز اور فتنہ پروروں کو نہ صرف یہ کہ حیرت انگیز کرتا ہو بلکہ محویت و استغراق کے ساتھ ان کے قافلے میں شریک ہو جاتا ہو، ایسے افراد و اشخاص یا ایسی جماعتیں اور تنظیمیں یا ذرائع ابلاغ اور اطلاعات کے وسائل نہ صرف یہ کہ قابلِ مذمت ہیں بلکہ قابلِ مواخذہ ہیں۔ ملک و قوم کی امن و آشتی کے لیے اور عوام و خواص کے لیے ضروری ہے کہ حکومت اور عدلیہ کی سطح پر ان پر سخت کاروائی ہو۔ قرآنِ مجید اس سلسلے میں راہنما نقوش یہ دیتا ہے کہ اس فانی زندگی میں اس قسم کے جرائم کی سنگینی کے پیش نظر انھیں کیفر کردار تک پہنچایا جانا چاہیے، اگرچہ موت کے بعد کی زندگی میں رب السموات والارض کی طرف سے ان کے لیے دردناک عذاب کی نوید بھی ہے۔

میڈیا جہاں ملک و قوم اور افراد و معاشرے کی زندگی کے دوسرے گوشوں میں خیانت کا ارتکاب کرتا ہے، ان میں سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ ایک مخصوص مذہب کے خلاف انھیں استعمال کیا جارہا ہے۔ اسلام جو عالمگیر بھائی چارگی کا تصور دیتا ہے، تمام معبودانِ باطل سے متنفر کرا کے خدائے واحد کی عبودیت کا تاج سر پر رکھتا ہے، انسان کو اشرف و اکرم کا اعزاز بخشتا ہے، تسخیر کائنات کا پروانہ سونپتا ہے اور ایک انسان کے قتل ناحق کو ساری انسانیت کے قتل ناحق کے مترادف قرار دیتا ہے۔ ایسے آفاقی اور انسانیت نواز مذہب کے رُخ زیبا کو انتہا پسندی، خوں خواری اور دہشت گردی جیسے الفاظ سے داغ دار کیا جارہا ہے اور ﴿**لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ**﴾ [239] کے اعلان کے مطابق پوری دنیا اللہ رب العزت کی اس بیش قیمت نعمت اور انسانیت نوازی کے سب سے بڑے نقیب مذہب کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دینے کے لیے سعی میں مصروف ہے۔

---

[239] ۔ الصف:6

تقویٰ یا خوفِ خدا ہی دراصل وہ ضابطۂ حکمراں اور زبردست قوتِ محرکہ ہے جو افراد و معاشرے کو اور میڈیا کے علَم برداروں کو بے لگام ہونے سے بچاسکتا ہے۔ قلب و ضمیر اگر خوفِ خدا کے نشیمن بن جائیں تو ہر جگہ اور ہر وقت انسان اس خدائی قانون کے تابع ہو کر منکرات و سیّات سے گریزاں ہوتا ہے اور خیر و حسنات کا پیامبر بن جاتا ہے۔ صدق اور عدل تقویٰ کے عظیم ترین مظاہر ہیں۔ اس سلسلے میں قرآنِ مجید نے 'قولِ سدید' کی جامع اصطلاح استعمال کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ دروغ گوئی سے اجتناب کیا جائے، سوچ سمجھ کر گفتگو کی جائے، فریب دہی سے باز رہا جائے اور دل خراش کلمات سے گریزاں ہوا جائے۔ اسی طرح قیاس و گمان اور شک و شبہے پر مبنی بات ہلاکت انگیزی کا سبب ہے۔ قرآنِ مجید کی یہ درخشاں تعلیم دعوت فکر و عمل دیتی ہے کہ گمان و قیاس کی بنیاد پر کہی ہوئی بات صرف یہی نہیں کہ استناد کی میزان پر پوری نہیں اُترتی، بلکہ یہ گناہ ہے اور بسااوقات انسان کو اس طریقۂ عمل سے شرمندہ و نادم ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح لگائی بجھائی کرنا، نمک مرچ لگا کر باتیں پیش کرنا، تصنع اور تکلف کا لبادہ پہننا اور اُمور و مسائل پر ملمع کاری کرنا یہ ساری چیزیں صحت مند میڈیا کے خلافِ شان ہیں۔ قرآن کے نزدیک یہ سب لہو الحدیث ہیں، جس کی تعبیر کلام دل فریب یا لغو اور مہمل بات سے بھی کی جاسکتی ہے۔ اس قسم کی باتیں ایک صحت مند معاشرے کو جلا نہیں دیتیں بلکہ ہدایت کی شاہراہ سے پھیر کر گمراہی کے بے شمار دروازے اور راہیں کھول دیتی ہیں۔ اسی لیے قرآنِ مجید اس قسم کی باتوں کو معاشرے میں فروغ دینے والوں کے لیے اہانت آمیز عذاب کا اعلامیہ جاری کرتا ہے۔

اس امر کی ضرورت ہے کہ اگر صحافت و ابلاغ کے ادارے اور کارکنان اپنی ذمہ داری کو بحسن خوبی سمجھیں، اپنے اعلیٰ و ارفع مقصد کو مقدم رکھیں، خدمت انسانیت کو اپنا شعار بنائیں اور ملک و قوم کے ماحول کو پُرامن بنانے کے موقف پر قائم رہیں۔ تو یقیناً اس کے اہل حل و عقد قابلِ ستائش اور لائقِ مبارک باد ہیں۔ لیکن میڈیا کے یہ مثبت پہلو اسی وقت بامعنی اور بامقصد ہوسکتے ہیں جب کہ خوفِ خدا کے قانون کو جگہ دی جائے، موت کے بعد کی زندگی اور اس میں محاسبۂ عمل کی یاد کو تازہ رکھا جائے، عدل و صدق کو شیوۂ حیات بنالیا جائے، قیاس و گمان اور شک و شبہے سے اجتناب کرتے ہوئے استناد کو محبوب رکھا جائے اور حقائق و مسائل کو من و عن دل نشیں پیرایۂ بیان میں واشگاف کر دیا جائے۔

فصل سوم

صحافت و ابلاغ کے ماہرین فن اور اہم ذمہ داران کی آراء

کسی بھی جمہوری ملک کی کامیابی و ترقی کا انحصار صحافت و ابلاغ کی کارکردگی اور صحافیوں کی اہم ذمہ داریوں پر منحصر ہوتا ہے (بشرطیکہ وہ یہ طے کرلیں کہ انھیں کس طرح کی رائے عامہ تشکیل کرنی ہے)، دوسرے لفظوں میں صحافت و ابلاغ کے مثبت کردار پر ملک و ملت کی تعمیر و ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بھی صحافت کا مقصد لوگوں تک صحیح خبروں کو پہنچانا اور حقیقت سے پردہ اٹھانا ہے، تاکہ معاشرے میں خیر و شر میں تمیز کی صفت پیدا ہو اور معاشرہ غلط بنیادوں پر ذہنی و فکری ارتقاء کی طرف گامزن ہونے کی بجائے ایک صالح اور مثبت تبدیلی کی طرف رواں دواں ہو تاکہ بھلائی و سچائی پر مبنی معاشرہ وجود میں آئے اور اخوت، محبت، انسانی ہمدردی و بھائی چارہ کی فضا بیدار ہو۔ اگرچہ موجودہ دور ترقی کی تمام منازل عبور کر چکا ہے، ٹیکنالوجی کے ذریعے خبروں کی ترسیل و اشاعت نے پوری دنیا کو ایک چھوٹے سے "گلوبل ولیج" کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے، ہر لمحہ ہر آن خبروں کی ترسیل اور معلومات کی فراہمی کا کام میڈیا و سوشل میڈیا کے ذریعے انجام پذیر ہوتا رہتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ خبریں اور صحافت و ابلاغ کے تمام ذرائع عوام کو کس رخ پر لے جارہے ہیں؟ ان پر کس کی اجارہ داری ہے؟ کس کے ہاتھوں میں ان کی لگام ہے؟ اور کس نے اس کی باگ ڈور سنبھال رکھی ہے؟ کیا یہ ذمہ دار، غیر جانبدار، ایماندار صحافت کی ترجمانی اور عکاسی کرتی ہے؟ کیا اس کے ذریعے کوئی بڑی مثبت تبدیلی کی امید کی جاسکتی ہے؟ صحافی برادری اور میڈیا سے وابستہ افراد صحیح رخ پر گامزن ہو کر ملک کے باشندگان کو تعمیری سوچ پر لے جانے کی ذمہ داری ادا کریں تو دنیا میں ایک صالح انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ لہذا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق کے حوالے سے صحافت و ابلاغ کے ماہرین اور اہم ذمہ داران کی آراء درج ذیل ہیں:

ریاض الدین بیورو انچیف وائس آف ایشیا نیوز ایجنسی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس سے پہلے آپ فارمر ایگزیکٹیو ایڈیٹر اخبار جہاں، جنگ کراچی سے وابستہ تھے۔

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: اس سوال کا تعلق اسلامی اصول اور ابلاغ سے ہے لیکن موجودہ دور میں پاکستانی صحافت کی سرگرمیاں بحیثیت مجموعی عالمی ذرائع ابلاغ اور پڑوسی ملک کی صحافتی سرگرمیوں سے مسابقت کے اصول پر قائم ہیں، اس لئے اس حسن ظن کے باوجود کہ

پاکستانی میڈیا کے افراد تمام تر اسلامی اصولوں سے ضرور واقفیت رکھتے ہیں۔ اس گمان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ مسابقت کے ماحول میں میڈیا ہاؤسز اور میڈیا پرسن اپنے ذاتی اور تجارتی مفادات کی بنا سے صرف نظر کرنے پر مجبور ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: پاکستانی میڈیا فی الوقت چار مختلف انواع پر مبنی تجارتی سرگرمیوں مصروف ہے:

i. سماجی و اخلاقی
ii. معاشی اور تجارتی
iii. سیاسی کور سفارتی
iv. تفریحی اور تمثیلاتی

شعبہ جات میں الفاظ، آواز اور تصاویر کی صورت میں:

i. اطلاعات اور خبر رسانی
ii. تبصروں اور تجزیوں کی فراہمی

ان موضوعات کے بارے میں متعلقہ افراد، مہمانوں کی رائے کی تشہیر، لیکن ان فرائض منصبی سے زیادہ میڈیا کی آمدنی کا ذریعہ عوامی سبسکرپشن سے زیادہ سرکاری مراعات اور تجارتی اشتہارات ہیں۔ مجموعی طور پر ان تمام شعبہ جات میں فیشن، شوبز، گلیمر کے علاوہ سرکاری اور نجی شعبوں کے مفادات اہم پالیسی کا کردار ادا کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: مملکت خداداد میں تعزیراتی قوانین کا مآخذ مجموعہ تعزیرات ہے، جس میں ہر قسم کی یا کسی بھی قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں کے لئے دادرسی اور تعزیراتی اقدامات کی گنجائش بشمول صحافی برادری اور دیگر متاثرین کے لئے موجود ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کے مختلف ادوار میں قانون / EBDO وغیرہ جیسے قوانین لاگو کئے گئے ہیں، جس کا تعلق سیاستدانوں سے تھا۔ اس نسبت سے مختلف خبروں اور تبصروں پر یہ قوانین بلواسطہ اثر انداز ہوتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: فی الوقت پاکستان میں پیمرا (پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی) موجود ہے، جو دیگر متعلقہ قوانین سے برتر خصوصی طور پر صرف میڈیا یعنی صحافت سے منسوب سرگرمیوں میں رہنما و ہدایتی ادارے کا کردار ادا کرتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت

کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں گزشتہ 75 سالوں میں قائم صحافتی سلسلہ جسے مملکت کا پانچواں ستون قرار دیا جارہا ہے، اس میں نجی اداروں نے کوئی علاقائی یا مرکزی نوعیت کا صحافتی تربیت کا ادارہ قائم نہیں کیا نہ ہی سرکاری طور پر کوئی ایسا ادارہ قائم ہوا۔ صرف سیمینار، سمپوزیم یا پھر کانفرنسز کی صورت میں ہوتا ہے۔ ان میں اسلامی تعلیمات کا خصوصی طور پر الگ سے ذکر نہیں ہوتا۔ پاکستانی جامعات میں جو نصاب پڑھائے جاتے ہیں ان میں بھی اسلامی تصور ابلاغ کے خصوصی درس یا حوالہ جاتی کتب کا کوئی خاص چرچا نہیں ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: بادی النظر میں ذرائع ابلاغ کے ادارے اس ضمن میں واضح طور پر تو کوئی ایسی سرگرمی انجام نہیں دیتے جس کا یہاں ذکر کیا جاسکے۔ البتہ ذرائع ابلاغ کی صحافتی ذمہ داریوں سے متعلق اصولوں کی تفصیل نصابی کتب کے علاوہ ماہرین و اساتذہ کی تصانیف سے اخذ کی جاسکتی ہیں۔ پاکستان میں پچھلے 75 سالوں کے درمیان مقامی اسلامی اصولوں کے مطابق صحافت کرنے والے نمائندہ صحافیوں، معتبر شخصیات اور کرداروں کی کاوشوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام کو یکجا کرکے ایک نصابی کتب کا سیٹ تیار کیا جاسکتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں:

i. ذاتی مفادات
ii. پیشہ وارانہ مسابقت
iii. تجارتی مفادات
iv. گروہی دباؤ
v. سرکاری ایڈوائزری
vi. سیاسی وابستگیاں

حائل ہیں۔ یہ تمام ایسے مسائل ہیں، جو ذرائع ابلاغ میں اصلاحی اور عام پیشہ وارانہ اصولوں کے اطلاق میں مزاحم ہوتے ہیں۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

جواب: مجوزہ صحافتی اصولوں پر مبنی اسلامی نصاب میں حسب ذیل خصوصی ابواب شامل ہونے چاہیں:

i. تجارتی، سماجی اور ملی مفادات میں توازن قائم رکھنے سے متعلق قرآنی ہدایات۔

ii. کھیلوں اور ڈراموں کی نشریات میں اور تجارتی اشتہارات سے متعلق اسلامی اصول۔

iii. معاشرے کے دکھی، پسماندہ اور پسے ہوئے طبقات کی دادرسی کی خصوصی صحافتی ذمہ داریوں کے اسلامی اصول۔

سبوخ سید نامور صحافی جنھوں نے تقریباً تیرہ برس جیو ٹیلی ویژن میں خدمات انجام دی ہیں۔ اخبار، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ڈیجیٹل میڈیا الائنس کے پریزیڈنٹ ہیں۔ آج کل پی ٹی وی پر پروگرام "ابتداء" کی میزبانی کر رہے ہیں، اس میں سماجی اور مذہبی موضوعات پر پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں۔

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ اصول ابلاغ کے بارے میں اللہ پاک سورۃ یسین آیت 17 میں ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ "اور ہمارے ذمے تو صاف صاف پہنچا دینا ہے"۔ یعنی ایسا پہنچا دینا جس سے ان تمام امور کی توضیح ہو جائے۔ (نبی کریم فرماتے ہیں جس کا مفہوم ہے) ہماری ذمہ داری تو واضح طور پر پہنچا دینا ہے جو ہم نے پوری کر دی ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے اگر تم نے راہ راست اختیار کر لی تو یہ تمھارا نصیب ہے اور اگر تم گمراہ رہے تو ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ اللہ اور دین لوگوں سے جبراً کچھ نہیں منواتا (سورۃ البقرۃ آیت 256)۔ ہمارے ہاں صحافی برادری اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے لوگ بات کو اس طرح پہنچاتے ہیں کہ اصل بات کم اور خوف زیادہ پہنچاتے ہیں۔ لہذا وہ لوگ جو اسلام پہنچا رہے ہیں اور وہ لوگ جو اسلامی اصول صحافت پہنچا رہے ہیں، دونوں کی اکثریت اسلامی اصول صحافت سے واقفیت ہی نہیں رکھتے۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: بالکل بھی نہیں رکھا جاتا، بلکہ جان بوجھ کر مخالفت کی جاتی ہے اور بات اس طریقے سے پہنچائی جاتی ہے کہ اپنے ہدف تک پہنچا جا سکے۔ مثلاً اہل رسوخ حضرات، اداروں اور مختلف کمپنیوں کی خبر نہیں دی جاتی، کیونکہ ایسے حضرات، ادارے اور کمپنیاں اشتہارات دیتے اور پشت پناہی کرتے ہیں۔ یہ فراڈ کا پورا سیٹ اپ ہے۔ یہ اسلامی اصول تو درکنار انسانیت کی بنیادی قدروں کو بھی پامال کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت وابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت وابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اصول اور ضابطے تو بنائے گئے ہیں، لیکن کسی صحافی نے پریس کلب میں پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹ کا ضابطہ اخلاق نہیں پڑھا ہو گا۔ پاکستان کے دو بڑے اداروں پی ٹی وی اور جیو چلے جائیں، وہاں ان کے رپورٹنگ روم میں کسی سے پوچھ لیں کہ کیا پی ٹی وی کا خبروں کا ضابطہ اخلاق کسی نے پڑھا ہے؟ کیا جیو کا کوئی ضابطہ اخلاق ہے؟ اگر ہے تو کیا آپ نے پڑھا ہے؟ جواب یقیناً نہیں میں ملے گا۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) قانون سازی کا ادارہ ہے۔ لیکن پیمرا بھی کسی خاص طبقے کے مفاد کے لئے اور کسی خاص طاقت کی خبر کو روکنے کے لئے رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ پیمرا میڈیا کو ریگولیٹ اس لئے نہیں کرتا، کہ معاشرے میں اخلاقیات کے حوالے سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں یا معاشرہ خراب ہو رہا ہے۔ بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ کسی اینکر نے کوئی ایسی بات کر دی ہے جو طاقتور کے مفاد سے ٹکراتی ہے، تو اس کو کنٹرول کرنے کے لئے میڈیا کو ریگولیٹ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں کوئی ریگولیشن نہیں ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی کوئی سہولت فراہم نہیں کرتے۔ دوسرا کیا ادارہ خود اس پر قائم ہے؟ یعنی کیا ادارے کو خود اسلامی اصولوں کا علم ہے، جو وہ اپنے عملے کی تعلیم و تربیت یا بندوبست کرے گا۔ اس کا آسان جواب ہے کہ بڑے بڑے چینلز اور اخبارات کے سرکردہ ارکان کی تعلیمی حیثیت، ڈگری، پوزیشن اور تعلیمی اداروں میں کارکردگی دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان کے صحافتی اور اسلامی اصولوں سے کس قدر واقفیت رکھتے ہوں گے۔ لیکن یقیناً ان میں چند افراد بہتر اور فرائض کی ادائیگی میں مخلص بھی ہوں گے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: اسلام کے اصول ہی صحافت کے اصول ہیں۔ بنیادی طور پر پاکستان میں جو کچھ کلاس روم میں پڑھایا جا رہا ہے وہ نیوز روم میں پریکٹس نہیں ہو رہا اور جو نیوز روم میں کام کئے جاتے ہیں وہ کلاس روم میں پڑھائے نہیں جاتے۔ پاکستان میں صحافت و ابلاغ سیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ جدید صحافت سیکھی جائے نا کہ پرانے زمانے کی تھیوری میں الجھے رہیں۔ ہمارا المیہ یہ

ہے کہ ہم ابھی تک جدید ٹیکنالوجی سے کٹے بیٹھے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں خبر کی سرخی بنتی ہے "کراچی میں نامعلوم افراد نے ایک سیاسی جماعت کے دفتر پر حملہ کر دیا"۔ یہ کیا خبر ہوئی، نامعلوم افراد۔ ایک سیاسی جماعت۔ اب یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ سوچیں کہ کراچی کی بے شمار سیاسی جماعتوں میں سے کس کے دفتر پر حملہ ہوا۔ پاکستان میں لوگ اپنے کاروبار کو بڑھانے کے لئے میڈیا چینلز لاتے یا چلاتے ہیں، جن کی بنیادی نیت صرف اپنا کاروبار چلانا ہے تو پھر ایسے لوگ خبر کے ساتھ کیسے مخلص ہو سکیں گے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں سب سے بڑی حائل مشکل سنجیدہ اوراصول کے مطابق صحافت کرنا ہے۔ پاکستان میں لوگ اصولوں کے مطابق محنت کے بعد مستند خبر کو پڑھنے اور سننے کی بجائے دھماچوکڑی کی صحافت کو پسند کرتے ہیں۔ پاکستان میں بدقسمتی سے پیسے کی طاقت قلم کی طاقت سے زیادہ ہے، اور خبر دینے والا بیچارہ چند دنوں میں خود ہی خبر بن جاتا ہے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. صحافت وابلاغ کا فریضہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں انجام دینا از حد ضروری ہے۔

ii. صحافت و ابلاغ کے اصول ساری دنیا میں مشترک ہیں، چاہے وہ ملکی ادارے ہوں یا بین الاقوامی تمام اداروں کو یکساں اصول اپنانے کی ضرورت ہے۔

iii. صحافت ایک قدر کا نام ہے، یعنی معاشرے میں خلاف قانون، خلاف ضابطہ اور خلاف آئین سرزد ہونے والے امور کو پارٹی بنے بغیر نمایاں / اجاگر کیا جانا چاہیئے۔

محمد نواز ظاہر نمائندہ امت اخبار سے موضوع تحقیق "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول وضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق" کے حوالے سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: ایک غالب اکثریت ان اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتی ہے کہ حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے، افواہ پھیلانے، گمراہی کے پرچار، انارکی، بے شرمی اور بے ہودگی پھیلانے کی بجائے ہر صورت میں حقائق اور سچائی پر قائم رہنا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: بالکل نہیں، البتہ شعائر اسلام، انبیائے کرام، صحابہ کرام، اکابرین، قرآن وسنت کی حرمت، تقدس اور احترام کا خیال رکھا جاتا ہے جو شرعی اور قانونی طور پر بھی لازم ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: بنیادی طور پر ہماری صحافت میں اسلامی ضابطہ اخلاق، تحفظ شعائر اسلامی کی پابندی ملک کے آئین، سول اور فوجداری قوانین کے تحت لازم ہے۔ لیکن مجموعی طور پر مختلف اوقات میں بنائے گئے قوانین اس کا احاطہ کرتے ہیں جن میں نیوز پیپرز ایمپلائیز کنڈیشنز آف سروس ایکٹ، پی پی سی ایکٹ، معلومات تک رسائی کا قانون، فریڈم آف انفارمیشن آرڈیننس، ڈیفارمیشن ایکٹ، پریس کونسل آف پاکستان آرڈیننس، پریس، نیوز پیپرز، نیوز ایجنسیز اینڈ بکس رجسٹریشن آرڈیننس اور پیمرا آرڈیننس شامل ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: قانون سازی کا واحد ادارہ پارلیمان ہے، ماخذ میں اولیت قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ضابطہ اخلاق کو حاصل ہے۔ دیگر قوانین مختلف اوقات میں حالات کے تابع وضع کئے گئے، جن میں دہشت گردی، فرقہ واریت اور انتہاپسندی کی نفی جیسے قوانین قابل ذکر ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: عام طور پر ایسا ضروری نہیں سمجھا جاتا، تصور کیا جاتا ہے کہ اس پروفیشن میں آنے والا دنیا کا ہر علم بخوبی جانتا ہے، مجموعی طور پر اس کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی کے بعض معاملات میں مذہبی فریضہ سمجھ کر 'صاحب ادراک' دیگر معاملات میں قانون کی گرفت میں آنے سے بچنے کے لئے اسلامی اصول صحافت کو حوالے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی جامع اصول صحافت و قوانین باقاعدہ وضع اور نافذ نہیں ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: دینی نظام معیشت جس میں سخت اسلامی احکامات کے باوجود سود کو نہیں نکالا جاسکا، صحافت و ابلاغ چونکہ مشن سے پیشہ اور خالص نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار بن چکے ہیں۔ اس لئے ایسے ابلاغ کے دیگر ذرائع خاص طور پر کتب کی تصنیف و

اشاعت میں مؤثر طور پر لاگو کیا جا سکتا ہے، لیکن اسلامی اصولوں کے اطلاق میں مسلک کی بنیاد پر نظریات اور ان کا پرچار اہم مشکلات میں سے ایک ہے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

i. بحیثیت ریاست اسلامی قوانین، قرآن وسنت کے احکامات، ترویج حق وصداقت اور جھوٹ کی نفی کی سزا بمطابق قرآن و سنت (بہ انداز قذف) لاگو کرے، اطلاق وعملدرآمد سختی سے بلارعایت نفاذ یقینی بنایا جائے۔

ii. میڈیاہاؤسز کی انتظامیہ متذکرہ قوانین کی مکمل پاسداری کرے۔

iii. میڈیاورکرز مکمل طور پر غیر جانبدار اور دیانتدار بنیں۔

اسامہ طیب اینکر پرسن پبلک نیوز، سینیئر اینکر پرسن 7 نیوز، وقت نیوز، 92 نیوز، ڈائریکٹر کرنٹ افیئرز اور بحیثیت سوشل میڈیا انفلئنسر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ نے سوالات کے جوابات درج ذیل انداز میں دیئے:

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: افسوس صحافی برادری میں اسلامی اصول ابلاغ سے متعلق گمراہ کن حد تک عدم واقفیت پائی جاتی ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: پاکستان میں کم علمی، مطالعہ کی عدم موجودگی اور تحقیق میں فرار کے باعث اسلامی اصولوں کا علم نہ ہونے کے برابر ہے، جس کے باعث اسلامی ہدایات کا التزام برقرار نہیں رکھا جا سکتا۔

سوال: پاکستان میں صحافت وابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت وابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں گھسا پٹا نصاب تعلیم، جدید رجحانات سے عدم واقفیت اور روایتی تربیتی ادارے، اخبارات، رسائل وجرائد جن میں جدیدیت سے گریز اور روایت سے جڑے رہنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پیمرا، پی ٹی اے، پاکستان پرنٹ میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس، پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن ایکٹ، وزارت اطلاعات و نشریات اور ایگزیکٹیو آرڈیننس وغیرہ ہیں۔ جبکہ انتہائی اہم اور بنیادی معاملات پر پارلیمنٹ ہی یہ ذمہ داری ادا کرتی ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم وتربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے ہر طرح کی تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔ فکری طور پر اخلاقیات کے ذیل میں کچھ پند و نصائح کئے جاتے ہیں، جن کی اثر انگیزی اور افادیت ثابت نہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں دوران تربیت اسکلمی اصولوں کو سرے سے ہی مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ قانونی پہلوؤں اور ادارے کی عزت و ساکھ کو بچانے کے لئے کچھ حدود و قیود کی پابندی کی جاتی ہے۔ بصورت دیگر قانونی کاروائی کا خوف نہ ہو تو صحافتی مواد کی تیاری میں شتر بے محار کا محاورہ صادق آتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: صحافت و ابلاغ کی تیز تر ہوتی دوڑ میں سب سے پہلے خبر دینے کا رجحان، مواد کی تصدیق، الزامات کی صحت اور دیگر ذرائع سے جانچ جیسے کار مشقت میں حارج ہے۔ اسلامی اصولوں کا گہرا علم نہ ہونے اور ان کا موجودہ صورتحال پر انطباق نہ کر پانے کی صلاحیت کی عدم موجودگی بھی حائل ہے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. صحافتی مواد کی جانچ پڑتال، الزامات کی صحت اور مختلف ذرائع سے ان کی تصدیق کرنے کے رجحان اور تربیت سے تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

ii. سیاسی وابستگی، جھکاؤ اور پیشہ ورانہ دیانت میں فرق کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے سے بہتری لائی جاسکتی ہے۔

iii. خبر کی تصدیق اور نقصان دہ مواد کی اشاعت سے متعلق اسلامی تعلیمات سے آگاہی پیدا کرنے سے پاکستانی صحافت و ابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

محمد اقبال جکھڑ گروپ ایڈیٹر "پنجابی میڈیا گروپ" نے سوالنامہ میں پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے:

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: جی۔ اسلام میں اصول ابلاغ سادہ اور واضح ہیں، جیسے "بلا تصدیق کوئی بات آگے مت پھیلائیں"۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: یقیناً۔ کیونکہ مروجہ قوانین اسلامی اصول ابلاغ سے روگردانی کی گنجائش نہیں رکھتے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے لئے پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس مروج قانون ہے۔ وقتاً فوقتاً اس میں آئینی ترامیم بھی ہوتی رہتی ہیں۔ علاوہ ازیں بوقت ضرورت وزارت ابلاغ عامہ مختلف ہدایات بھی جاری کرتی رہتی ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا)۔ وفاقی وزارت اطلاعات و نشریات قانون سازی کے ادارے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں عملے کے لئے ادارہ جاتی تربیت کا باضابطہ نظام موجود نہیں ہے۔ عموماً شعبہ ابلاغ میں "آن دی جاب ٹریننگ" کا رواج پایا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: تمام صحافتی ادارے ایسا قطعاً نہیں کرتے، تاہم ایک آدھ ادارہ مستثنیٰ ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں عدم آگہی، مانیٹرنگ اور چیک اینڈ بیلنس کا فقدان ہے، اس لئے اس بنیادی امر سے روگردانی مستعمل ہے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. ذرائع ابلاغ میں آگہی / تربیتی کورسز کا باقاعدہ انعقاد۔

ii. بنیادی تربیت کے بغیر ذمہ داریاں تفویض کرنے سے احتراز۔

iii. آزمائشی مدت کا تعین اور بعد از کنفرمیشن ذمہ داریوں کی تفویض۔

خواجہ نصیر بحیثیت سینیئر رپورٹر اے آر وائی نیوز، لاہور میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ سے پوچھے گئے سوالنامہ کے جوابات درج ذیل ہیں:

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: صحافی برادری اور میڈیا پرسن اسلامی اصول ابلاغ سے بہت کم واقفیت رکھتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال نہ ہونے کے برابر رکھا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین عام طور پر ہماری یونیورسٹی کی کتب، نیوز پیپر ایمپلائز ایکٹ 1973ء، پریس کونسل آرڈیننس 2002ء، پریس۔نیوز پیپر۔نیوز ایجنسیز اور بکس رجسٹریشن آرڈیننس (PNNBR) 2002ء، ہتک عزت آرڈیننس 2002ء، پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) 2002ء ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پارلیمنٹ، نیوز پیپر ایمپلائز ایکٹ، پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) اور وزارت اطلاعات و نشریات قانون سازی کے ادارے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے نہ ہونے کے برابر تعلیم و تربیت کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں صرف اسلامی ایڈیشن اور مذہبی جماعتوں کے حوالے سے احتیاط برتی جاتی ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستان میں ایسا کوئی مؤثر اطلاقی نظام ہی نہیں جس کے تحت پاکستانی صحافت اور ابلاغ کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے جدوجہد کی جائے۔

ii. وزارت اطلاعات میں مناسب قانون سازی کی جائے۔

iii. قانون سازی کا مؤثر اطلاق کروایا جائے۔

صائمہ نواز چوہدری روزنامہ آواز، جنگ گروپ لاہور میں بحیثیت سٹاف رپورٹر کام کر رہی ہیں:

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: جی بالکل، صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں، پاکستانی صحافت میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت وابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت وابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت کا دارومدار پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس پر ہے اور اس میں ترامیم بھی کی جاتی ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) اور وزارت اطلاعات ونشریات قانون سازی کے ادارے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم وتربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت وابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو مختلف ٹریننگ اور ورکشاپس کے ذریعے تعلیم وتربیت کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت آزادی صحافت پر یقین رکھتی ہے۔ اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. مختلف ٹریننگ کے ذریعے اسلامی تعلیمات سے آگاہی فراہم کر کے تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

ii. اداروں میں اسلامی تعلیمات کے حوالے سے معلومات دے کر بہتری لائی جاسکتی ہے۔

iii. علماء سے اس حوالے سے انفارمیشن کے لئے باقاعدہ رابطے کھلے رکھنے چاہئیں۔

گل چمن شاہ ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (APP) نیوز، لاہور میں بحیثیت سینیئر رپورٹر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ کے اصول وضوابط اور پاکستان میں ان کا انطباق کے حوالے سے پوچھے گئے سوالنامے کے جوابات درج ذیل انداز میں بیان کئے۔

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: ہمارے ہاں جس طرح پاکستانی معاشرے میں عام پڑھی لکھی نوجوان نسل اسلامی تعلیمات سے آگاہی نہیں رکھتی، اسی طرح میڈیا میں بھی کام کرنے والے عام لوگ بالخصوص صحافیوں کی اکثریت واقفیت نہیں رکھتی یا مکمل آگاہی نہیں رکھتے۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: ہمارے ہاں میڈیا پر مغربی چھاپ ہے اور مغرب سے نہ صرف متاثر ہے بلکہ اس کے تمام اسلوب کو اختیار کئے ہوئے ہے۔ اسی لئے میڈیا پر اشتہاری مہم اور ڈراموں میں اسلامی اقدار کا خیال نہیں رکھا جاتا، بلکہ اس کے متضاد اصول وضوابط اپنائے ہوئے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: یوں تو قیام پاکستان کے ساتھ ہی 1948ء میں پاکستان یونین آف جرنلسٹس (PUJ) نے ضابطہ اخلاق کے حوالے سے کنونشن میں ایک چارٹر جاری کیا، مگر بعد ازاں اسے من وعن اخباری مالکان کی تنظیم نے بھی اپنایا۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں الیکٹرانک میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے پیمرا ہے، جبکہ اخبارات کے لئے آڈٹ بیورو آف سرکلیشن (ABC)، ڈیکلریشن کے لئے ڈائریکٹریٹ آف پبلک ریلیشن (DPR) اور مقامی وزارت اطلاعات پریس انفارمیشن ڈیپارٹمنٹ (PID) سے بھی رجوع کرنا پڑتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم وتربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں اس حوالے سے ادارتی سطح پر تربیت کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں

کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں اسلامی اصولوں کو کسی حد تک شامل کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں مغربی کلچر اور بین الاقوامی حالات و مسائل شامل ہیں۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. ادارتی سطح پر شعبہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

ii. صحافیوں کی نمائندہ تنظیموں کے پلیٹ فارم پر اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

iii. پریس کلبوں میں ورکشاپ اور کورسز سیشن کے ذریعے اہتمام کیا جاسکتا ہے۔

ابراہیم خان گزشتہ 32 برس سے صحافت کے شعبہ سے منسلک ہیں۔ آپ ہفت روزہ اخبار جہاں، کراچی (جنگ گروپ) میں بطور نمائندہ خصوصی، پشاور خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: جی ہاں۔ صحافی برادری مذکوہ علم سے واقفیت تو رکھتے ہیں، لیکن زیادہ تر لوگ واجبی سا علم رکھتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: جی ہاں۔ پاکستان میں بنیادی اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے لئے متعدد قوانین ہیں، لیکن فیڈرل یونین آف جرنلسٹس نے جو ضابطہ اخلاق وضع کیا ہے، صحافی ان کو زیادہ مستند قرار دیتے ہوئے ان پر عملدرآمد کرتے ہیں۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کے لئے قانون سازی کا کام تو اسمبلیوں کا ہے۔ وہی قوانین بناتی ہیں، لیکن ان کی کارکردگی کبھی بھی مثالی نہیں رہی۔ ویسے الیکٹرانک میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لئے پیمرا اور پریس کے لئے پاکستان پریس کونسل کو استعمال کیا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو کوئی تربیت فراہم نہیں کرتے، بلکہ جو تعلیم و تربیت ضروری ہے ادارے وہ بھی فراہم نہیں کرتے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں کسی حد تک اس کا خیار کھا جاتا ہے، لیکن ہر خبر میں اسلامی روایات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں میڈیا مالکان کی کوئی دلچسپی نہیں۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت وابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. حکومت کی طرف سے اسلامی تعلیمات کا خیال نہ رکھنے والے اداروں کا ڈیکلریشن یا لائسنس منسوخ کر دینے سے بہتری آسکتی ہے۔

ii. علوم اسلامیہ کی ترویج کرنے والے ادارے میڈیا مالکان اور صحافیوں کے لئے ورکشاپس کا اہتمام کریں اور صحافیوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائیں۔

iii. ذرائع ابلاغ کے نصاب میں خبر سازی سے متعلق اسلامی اصول وضوابط کئے جائیں۔

جوہر شاہ بطور اسائنمنٹ ایڈیٹر، شرق نیوز چینل، پشاور میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ گزشتہ 23برس سے صحافت وابلاغ کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

سوال: کیا صحافی برادری اور میڈیا سے متعلق لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں؟

جواب: زیادہ تر لوگ اسلامی اصول ابلاغ سے واقفیت رکھتے ہیں، کیونکہ اس معاملے میں چھوٹی سی غلطی بھی وبال بن سکتی ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت یا رپورٹنگ / الیکٹرانک میڈیا میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جواب: پاکستان میں اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کا مجموعہ قوانین کیا ہے، جس پر ہماری صحافت و ابلاغ کا دارومدار ہے؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے قوانین تو بہت زیادہ ہیں، تاہم پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس (PFUJ) نے جو اصول بتائے ہیں انہیں ہی فالو کیا جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت اور میڈیا کو ریگولیٹ کرنے کے لئے قانون سازی کے کون سے ادارے یا مآخذ ہیں؟

جواب: الیکٹرانک میڈیا کو کنٹرول کرنے کے لئے پیمرا کا ادارہ ہے اور پریس کے لئے پاکستان پریس کونسل کا ادارہ ہے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کو اسلامی اصولوں کے انطباق کے حوالے سے تعلیم و تربیت کی سہولت کیسے فراہم کرتے ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اپنے عملے کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بالکل اہتمام نہیں کرتے۔

سوال: پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے مواد کی تیاری، خبروں کی رپورٹنگ اور مواصلاتی حکمت عملی میں اسلامی اصولوں کو کس طرح شامل کرتے ہیں؟

جواب: میرے خیال میں پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں میں کسی اصول کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

سوال: آپ کے خیال میں پاکستانی صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں کیا مشکلات حائل ہیں؟

جواب: پاکستان میں صحافت اور ابلاغ میں اسلامی اصول اپنانے میں مشکلات تو کوئی نہیں، لیکن اس کے متعلق ہدایات نہیں ملتیں کہ اسلامی اصولوں کا خیال رکھا جائے۔

سوال: آپ تین تجاویز ایسی دیں جن سے پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صحافت و ابلاغ میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔

i. صحافیوں کو اسلامی اصول اپنانے کے لئے آگاہی کا اہتمام کیا جائے۔
ii. مالکان کی بھی سرزنش کی جائے۔
iii. حکومتی ادارے جو اشتہارات دیتے ہیں ان کی جانب سے اشتہارات کی جانچ پرکھ سخت ہونی چاہئے۔

صحافت ایک مقدس اور عظیم پیشہ ہے، جس کے ذریعے ملک و ملت کی بہترین خدمت کی جاسکتی ہے۔ اسلامی اصولوں پر مبنی صحافت قوم کے ذہنوں کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان کی فکری راہ نمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لاتی ہے، برے کاموں سے روکتی اور اچھے کاموں کی ترغیب دیتی ہے۔ درج بالا اور چند مزید صحافت و ابلاغ کے ماہرین فن اور اہم ذمہ داران (**عبدالرزاق سیال**: ہیڈ آف ہم نیوز اردو۔ اسلام آباد، **اقبال بخاری**: فری لانسر۔ سابق نیوز ایڈیٹر مساوات۔ انصاف اور مشرق لاہور، **محمود الرحمن**: نیوز رپورٹر پشاور۔ روزنامہ اول آخر پشاور، **طاہر اصغر**: ممبر لاہور پریس کلب، **زاہد عابد**: سیکریٹری لاہور پریس کلب۔ سینیئر رپورٹر دنیا نیوز، **حافظ نعیم احمد** رپورٹر ڈیلی خبریں لاہور) کی آراء سے مقالہ نگار

اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ صحافی برادری صداقت کو رقم کرنے کے لیے قلم و قرطاس کے ساتھ وابستہ رہیں اور قلم و بیان کے سچے سپاہی بنیں۔ غیرت، حمیت، دانشمندی، مثبت سوچ کے ساتھ صحافت کے میدان میں اتریں اور گھٹن زدہ حالات میں کلمہ حق سربلند کریں، جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں یقین و ایمان کی شمع کو روشن کریں۔ معاشرہ میں انقلاب برپا کرنے کے لیے اذان حق بلند کریں اور قلم کے ذریعہ اپنے عقائد و نظریات اور دین اسلام کا دفاع کریں۔

مقالے کا خلاصہ:

صحافت صحیفہ سے ماخوذ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ لکھا ہوا کاغذ، ورق، اخبار، روزنامہ، روزنامچہ، روزانہ اخبار کے ہیں جبکہ قرآن میں یہ لفظ الہامی و آسمانی کتب، مقدس نوشتے، اوراق، صحف انبیاء اور نامہ اعمال کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اصطلاح میں صحافت سے مراد ایک ایسا پیشہ ہے جس میں معلومات، اطلاعات، آرا، خبریں، تعلیقات اور تبصرے ایک مقررہ وقت پر باقاعدہ چھاپہ خانہ سے گزر کر ان کی نوک پلک سنوار کر انہیں لوگوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ چند برس پہلے تک یہ اصطلاح صرف مطبوعہ ذرائع تک محدود تھی لیکن اب اس میں مطبوعہ اور الیکٹرانک ذرائع ابلاغ دونوں اقسام شامل ہیں۔ ابلاغ بھی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معانی پہنچنا، پالینا، کسی بات کا علم ہونا اور اطلاع وغیرہ ہیں جبکہ اصطلاح میں ابلاغ کی لفظی ہیئت کسی بھی جہت (اشاروں، خاکوں، تصویروں، لفظوں، رویوں، آوازوں، اخبارات، مجلات، آلات، مشینوں) سے ہو لیکن معنیٰ ایک ہی ہیں یعنی اپنی بات، خیالات، تصورات، اطلاعات، پیغامات، جذبات، نظریات، معلومات، تجربات اور احساسات کو دوسروں تک پہنچانا، پھیلانا اور منتقل کرنا اور یہ عمل اس قدر مؤثر ہو کہ ہمارا ماضی الضمیر دوسروں کو بخوبی سمجھ آجائے۔

اکیسویں صدی میں ذرائع ابلاغ کی نت نئی ایجادات نے اسے بام عروج تک پہنچا دیا ہے۔ ذرائع ابلاغ کو تین اہم اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، پہلی قسم **مطبوعہ ذرائع** جس میں اخبار، رسائل و جرائد اور کتب شامل ہیں، دوسری قسم **برقی ذرائع** جس ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر انٹرنیٹ شامل ہیں جبکہ تیسری قسم **سماجی ذرائع** کی ہے جس میں فیس بک، سنیپ چیٹ، ٹوئیٹر، انسٹاگرام، وٹس ایپ، اور یوٹیوب شامل ہیں۔ ذرائع ابلاغ انسانی زندگی کے ہر شعبے میں اس قدر اہمیت اختیار کر چکے ہیں کہ یہ ہمارے معاشرے کا ترجمان کہلانے لگ گئے ہیں ان کی عدم موجودگی میں زندگی بے رونق، بے کیف اور بے علم رہ جاتی ہے۔ اس طرح یہ جزولازم کسی قوم کے مزاج کو سنوارنے اور بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔

اسلام میں انسان کے لیے مہد سے لحد تک ہدایت و راہنمائی موجود ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی کی طرح صحافت و ابلاغ کے اصول و ضوابط اور حدود و قیود کا تعین بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث میں فرما دیا ہے۔ دنیاوی و اخروی کامیابی و کامرانی کے لیے

حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کو یقینی بنانا از حد ضروری ہے۔ اسلام کے صحافت و ابلاغ کے اصولوں میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شرفِ انسانیت، فواحش و منکرات کا خاتمہ، حق گوئی کی نشر و اشاعت، اخوت و بھائی چارے کا فروغ، فرقہ واریت، بدگمانی سے اجتناب جیسے چند زیریں اصول شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے صحافت و ابلاغ کے سنہری اصول و ضوابط اور عملی زندگی پر عمل پیرا ہوا جائے تو معاشرے پر مرتب ہونے والے ممکنہ اثرات سے معاشرے اور ملک کو امن کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

ذرائع ابلاغ کسی بھی ریاست میں آئینی، سماجی اور اخلاقی مسائل کی نشر و اشاعت کا اہتمام کرنے والے اہم ادارے ہوتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد اس سے انگریزوں کے صحافتی قوانین وراثت میں ملے۔ لیکن ان میں ترامیم ہوتی رہیں۔ پاکستان نے 2002ء میں 'پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی' (PEMRA) آرڈیننس کو اسلام اور پاکستان کے قانون اور آئین کے مطابق ترتیب دے کر نافذ العمل بنایا۔ لیکن اس آرڈیننس میں چند خامیاں بھی ہیں۔ جنہیں تفصیلاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ اور پھر اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ان کا تدارک اور انہیں معاشرے کی بھلائی کے لیے سود مند بنانے کے لیے قرآن و سنت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اداروں کو در پیش مشکلات مثلاً حکومتی ارکان کا نامناسب رویہ، صحافیوں پر حملے، صحافیوں کے قتل کے واقعات، سنسر شپ اور پریس کی آزادی، ڈیجیٹل سپیس اور سائبر قوانین، پیشہ ورانہ مہارت اور معیار کا فقدان، تربیت اور وسائل کی کمی اور قانونی اور ریگولیٹری مشکلات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے اسلامی اصولوں کی تطبیق کا لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے اسلامی اصولوں جن میں سر فہرست صداقت، شائستگی، تعصب سے گریز اور رواداری کا فروغ، خود احتسابی، تعمیر ملت، دروغ گوئی سے اجتناب، امر بالمعروف و نھی عن المنکر، قیاس و گمان سے پرہیز، رازداری کا احترام اور ضابطہ اخلاق اور گرفت کی ضرورت وغیرہ ہیں

لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، ثقافتی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ہر کوئی اسلام اور اسلامی

اصولوں پر عمل پیرا ہو کر معاشرے کو راہ راست پر لائے، نا کہ ہم ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہراتے رہیں۔ لہذا انفرادیت سے اجتماعیت تک ہر کسی کو اپنے فرائض کو بخوبی ادا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

نتائج وسفارشات: (Conclusions s& Recommendations)

نتائج: Conclusions

دین اسلام انسان کی زندگی کے ہر پہلو خواہ انفرادی، اجتماعی، معاشی، معاشرتی، سیاسی کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔ ہمارے لیے قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی حیات مبارکہ مشعل راہ ہے۔ آج کے جدید اور سائنسی دور میں جہاں انسانی زندگی کے لیے بے شمار آسائشیں میسر ہیں، وہیں معاشرے کے کسی بھی حصے میں رونما ہونے والے واقعات و حالات سے آگاہی دنیا کے مختلف حصوں میں لینے رہنے والے افراد تک براہ راست ممکن ہو گئی ہے۔

1. صحافت و ابلاغ حالیہ دران زمانہ کے بارے میں قوم / عوام کو آگاہی دینے کے سلسلے کو کہا جاتا ہے، جس کی نشاندہی باب اول کی فصل اول میں کی گئی ہے۔
2. عصر حاضر میں ذرائع صحافت و ابلاغ کے جن جوانب فقدان یا کوتاہی پائی جاتی ہے، انہیں درست کرنے کی ضرورت ہے۔ ان میں خبری، ادبی، سیاسی، کاروباری، سائنسی، اصلاحی اور مذہبی وغیرہ جیسی جوانب ہیں۔
3. اس تحقیق میں یہ بات صادر ہوتی ہے کہ عصر حاضر میں فواحش و منکرات کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نہیں لیا جاتا۔
4. یہ تحقیق اس نتیجہ تک بھی پہنچی ہے کہ اسلامی معاشرے کی بنیادی ساکھ معاشرتی مواخات کے بارے میں میڈیا اپنا کردار ادا کرنے سے قاصر نظر آتا ہے۔ جیسے امت مسلمہ کے تعلقات کی تصویر کشی کرنے میں۔
5. اس تحقیق میں پاکستان کے صحافتی و ابلاغی پہلوؤں کا جائزہ لینے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ پاکستانی ادارے صحافتی، اسلامی اصول وضوابط کے انطباق میں آئینی طور پر کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔
6. تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (پیمرا) کو از سر نو قانونی طور پر جدید بنیادوں پر مرتب کرنے کی اہم ضرورت ہے۔

سفارشات (Recommendations)

حکومتی سطح پر

1. پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی(پیمرا) کو از سر نو قانونی طور پر جدید بنیادوں پر مرتب کرنے کی اہم ضرورت ہے
2. فارغ التحصیل صحافیوں سے دیانت و امانت، قومی و مذہبی اقدار و روایات اور ملکی و قومی مفاد اور نظریات کی پاسداری کا حلف لیا جائے۔
3. پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے اسلامی اصول و ضوابط کے انطباق میں آئینی طور پر کردار ادا نہیں کر پا رہے، لہذا ضروری ہے کہ اسلامی اصول و ضوابط پر عمل کو یقینی بنایا جائے۔

علمی حلقوں کی سطح پر

1. پاکستان میں صحافت و ابلاغ کے ادارے پیمرا کے قوانین اور ان کو اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل پیرا کرنے لیے کام کی مزید ضرورت ہے۔
2. صحافیوں کی پیشہ ورانہ تربیت اور ان کے غیر ملکی تعلیمی، مطالعاتی دوروں کا خصوصی بندوبست کیا جائے۔ تاکہ اس شعبے کو جدید خطوط پر استوار کیا جا سکے۔

ضمیمہ جات

پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی آرڈیننس، 2002ء

پریس، نیوز پیپرز، نیوز ایجنسیز اینڈ بکس ریجسٹریشن رولز، 2009ء

الیکٹرانک میڈیا کے لیے ضابطہ اخلاق، 2015ء

ماہرین صحافت و ابلاغ اور اہم ذمہ داران کے انٹرویوز کے سرٹیفکیٹ

فہرست مصادر و مراجع

القرآن الکریم

عربی کتب

1. ابراہیم انیس، عبدالحلیم منتصر، عطیۃ الصوالحی، ، عبد الحلیم، محمد خلف اللہ أحمد، المعجم الوسیط ،(مکتبہ الشروق الدولیہ جمہور مصر العربیہ، 2004ء)
2. احمد بن حنبل، ابی عبداللہ الشیبانی، مسند الامام احمد بن حنبل،(داراحیاءوالتراث العربی، بیروت، لبنان)
3. الاصفہانی، ابی القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن،(دارالمعرفۃ، بیروت، س ن)
4. الافریقی، جمال الدین محمد بن مکرم ابنِ منظور، لسان العرب،(دار صادر، بیروت، 1414ھ)
5. البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض)
6. البیھقی، لابی بکر احمد بن الحسین، دلائل النبوۃ،(دار الکتب العلمیۃ بیروت-لبنان، 2002)
7. التبریزی، محمد بن عبداللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح (المکتب الاسلامی)
8. الترمذی، ابوعیسی محمد بن ترمذی، جامع ترمذی،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض)
9. ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السجستانی، سنن ابی داؤد،(دار الکتاب العربی، بیروت)
10. الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (دار ابن حزم)،
11. عبدالباقی، محمد فواد، المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم (انتشارات اسلامی، تہران)
12. فارس، ابی الحسین احمد بن، معجم مقاییس اللغۃ،(دارالحیاء التراث العربی، بیرت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، 2001ء)
13. القشیری، ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم،،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض)
14. ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض)
15. النسائی، احمد بن شعیب، سنن نسائی،(دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض)
16. لابن ھشام، السیرۃ النبویۃ،(داراحیاء التراث العربی بیروت-لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، 2000ء)

اردو کتب

1. احسان اللہ ثاقب، ڈوگر زیونیک اسلامی انسائیکلوپیڈیا، (ڈوگر پبلیشرز، لاہور)
2. اردو دائرہ معارف اسلامیہ، (دانش گاہ پنجاب، 1964)
3. ارشد علی، ریڈیو جرنلزم، (ایور نیو بک پیلس، لاہور)
4. الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، (ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، طبع ثانی 1420ھ)
5. ام عبد منیب، مریم خنساء، صحافت اور اس کی اخلاقی اقدار، (مشربہ حکم و حکمت، لاہور، صفر 1427ھ)
6. امجد جاوید، لکھاری کیسے بنتا ہے؟، (علم و عرفان پبلیشرز لاہور، اگست 2007ء)
7. امین لغاری، سعید میمن، جدید صحافت، (سندھی اکیڈمی، کراچی، 1996ء)
8. انجم عثمانی، ٹیلی ویژن نشریات، (مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، 1994ء)
9. ایاز محمد، راحیلہ جمیل، صحافتی ضابطہ اخلاق اور قرآن حکیم کی تعلیمات، (لاہور، 2002ء)
10. تاج، محمد امتیاز علی، الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو، ٹیلی ویژن، (حیدر آباد، انڈیا، 2005ء)
11. جالبی، ڈاکٹر جمیل، قومی اردو انگریزی لغت، (مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد)
12. جاوید حیات، ڈاکٹر، مبادیات صحافت، (مکتبہ آزاد، انڈیا، 1988ء)
13. حجازی، ڈاکٹر مسکین علی، خیابان صحافت، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ء)
14. حجازی، مسکین، پاکستان میں ابلاغیات: ترقی اور مسائل، (سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، 2020ء)
15. حجازی، مسکین علی، پاکستان و ہند مسلم صحافت کی مختصر ترین تاریخ، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 1989ء)
16. حسین، محمد شاہد، ابلاغیات، (ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاوس، دہلی، انڈیا، 2003ء)
17. خان، اشفاق محمد، عوامی ذرائع ترسیل، (ادارہ تصنیف، دہلی، 1982ء)
18. خورشید، عبد السلام، فن صحافت، (مکتبہ کارواں، لاہور، 1979ء)
19. دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، (اسلامیہ پریس لاہور، جنوری 1989ء)
20. رانا، سیف الرحمان، صحافت، (ڈوگر برادرز، اردو بازار، لاہور، 2011ء)
21. راؤ، روشن آرا، مجلاتی صحافت اور ادارتی مسائل، (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1989ء)
22. رضوی، سید محمد قاسم، ابلاغ عام، (مکتبہ کارواں، لاہور، 1968ء)
23. زیادت، احمد حسن، تاریخ ادب و عربی، (ترجمہ: عبد الرحمن طاہر، طبع غلام علی اینڈ سنز، کراچی)

24. زیدی، علی ناصر، ریڈیو کی کہانی، (مکتبہ پیام تعلیم، نئی دہلی، فروری 11 0 2ء)

25. زینی، سید عبد السلام، اسلامی صحافت، (ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 1988ء)

26. ابن سعد، (مترجم: محمد ابو عبد اللہ محمد بن سعد)، طبقات، (نفیس اکیڈمی کراچی، ستمبر 1988ء)

27. سعدی، نفیس الدین، ابلاغِ عامہ اور دورِ جدید، (ڈیسنٹ پریس، کراچی، 1986ء)

28. سلفی، مقبول احمد شیخ، مضامین و مقالات مقبول، (اسلامک دعوۃ سنٹر، شمالی طائف)

29. سہیل انجم، احوال صحافت، (انجمن ترقی اردو، دہلی، 2012ء)

30. سہیل انجم، میڈیا روپ اور بہروپ، (مجموعہ مضامین)، (نئی دہلی، 2006)

31. سہیل انجم، میڈیا: اردو اور جدید رجحانات، (ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، 2010ء)

32. سہیل انجم، مغربی میڈیا اور اسلام، (الکتاب انٹرنیشنل، نئی دہلی)

33. سیّد، سلیمان اختر، الیکٹرانک میڈیا کی تاریخ، (کتابی دنیا، دہلی، 2010ء)

34. شاہد، ایس ایم، مطالعہ صحافت، (ایمپوریم پبلیشرز، لاہور، 1998)

35. شاہد اقبال، اکیسویں صدی میں اردو صحافت، سوشل میڈیا: صحافت کی نئی معراج، (ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 2016ء)

36. شگفتہ یاسمین، اردو کی مجلاتی صحافت اور غیر ملکی ادارے، (عریشہ پبلی کیشنز، دہلی، 2014ء)،

37. شمس الدین، ابلاغ عام کے نظریات، (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)

38. شیخ، محمد وسیم اکبر، ذرائع ابلاغ اور اسلام، (مکہ پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، فروری 2003ء)

39. صابری، مولانا امداد، تاریخ صحافت، (انجمن اردو، نئی دہلی، 1974ء)

40. صدیقی، محمد عتیق، ہندوستانی اخبار نویسی کمپنی کے عہد میں، (انجمن ترقی اردو، علی گڑھ، 1957ء)

41. صفدر علی، جدید اردو صحافت، (فاروق سنز، لاہور)

42. ظہور الدین، فنِ صحافت، (انٹرنیشنل اردو پبلی کیشنز، نئی دہلی، 2006ء)

43. عبد الغنی فاروق، یہ ہے مغربی تہذیب، (میٹرو پرنٹرز، لاہور، 2009ء)

44. علوی، خالد ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، 2009ء)

45. علی، سید امین، تاریخ اسلام (اردو اکیڈمی، لاہور)

46. فاضل حسین پرویز، سیّد ڈاکٹر، اردو میڈیا کل، آج، کل، (ہدیٰ پبلی کیشنز، حیدر آباد، اکتوبر، 2015ء)

47. فضل الحق، اردو ماس میڈیا، (دہلی یونیورسٹی دہلی، 1993ء)

48. فیروز الدین، مولوی، فیروز الغات اردو جامع، (فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور)

49. قادری، سیّد اقبال، رہبر اخبار نویسی، (ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، 1989ء)

50. قاسمی، مولانا وحید الزماں، القاموس الوحید، (ادارہ اسلامیات، لاہور، جون 2001)

51. قاضی ابو یوسف، (مترجم: نجات اللہ صدیقی)، کتاب لخراج، (چراغ راہ، کراچی، 1966ء)

52. قدوائی، شایان، کتاب کی تاریخ، (ترقی اردو بورڈ، نئی دہلی، 1980ء)

53. کراروی، نجم، تاریخ اسلام، (امامیہ کتب خانہ، لاہور)

54. کھوکھر، افتخار، تاریخ صحافت، (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1995ء)

55. کیتھرین بی سٹین، (مترجم: مسیح الزمان)، ٹیلی فون کی کہانی، (برقی پریس، دہلی)

56. ابولبابہ، شاہ منصور، تحریر کیسے لکھیں؟، (السعید پبلیشرز کراچی، 2011)

57. مبارکپوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم (المکتبہ السلفیہ، لاہور، مئی 2002ء)

58. محمد امین، اسلام اور ردِ مغرب (مکتبہ البرہان، لاہور، اپریل 2020ء)

59. محمد دلشاد، کنور ذرائع ابلاغ اور تحقیقی طریقے، (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1999ء)

60. محمد شہزاد، کارٹون بنی، ویڈیو گیم اور مسلمان بچے، (رطیب پبلیشرز لاہور)

61. محمد علی چراغ، پروپیگنڈہ، (سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، 1987ء)

62. معاویہ، محمد ہارون، اصلاح معاشرہ کے راہنما اصول (دارالاشاعت، کراچی، 2006ء)

63. ملک، لیاقت علی، امور صحافت (جرنلزم) (ڈوگر پبلیشرز، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۷۔۲۰۰۸ء)

64. مودودی، سیّد ابو الاعلیٰ، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی، (اسلامک پبلی کیشنز، لاہور)

65. مودودی، سیّد ابو الاعلیٰ، سیرت سرور عالم، (ترجمان القرآن، لاہور، 1989ء)

66. مہدی حسن، ابلاغ عام، (مکتبہ کاروان، لاہور، 1974ء)

67. ندوی، ابو الحسن علی، مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش، (مجلس تحقیقات اسلام، لکھنو)

68. ندوی، سلیم الرحمان، مترجم مولانا احسن علی خاں ندوی، برصغیر میں اسلامی صحافت کی تعریف اور ارتقاء، (اکیڈمی بک سنٹر، کراچی، نومبر 2013ء)

69. ندوی، نذرالحفیظ، سیکولر میڈیا کا شر انگیز کردار، (عوامی میڈیا واچ کمپنی، لاہور)

70. نیازی، لیاقت علی خان، اسلام کا قانون صحافت، (بک ٹاک، لاہور)

71. ہمایوں ادیب، صحافت پاکستان میں، (عزیز پبلشرز، لاہور، 1984ء)

72. یاسر جواد، عالمی سائیکلوپیڈیا، (الفیصل ناشران و تاجران کتب، لاہور، اگست 2009ء)

رسائل و جرائد

1. اسلام ویب، فتوی نمبر 36194، 14 (اگست 2003ء)

2. اسلامی اقدار اور صحافت، (روزنامہ مشرق، کراچی، 6 اکتوبر 2018ء)

3. اصلاحی، امین احسن، دعوت حق کے مراحل، (ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور، جنوری 1947ء، ج 30، عدد 2، ص 73 تا 75)

4. الیکٹرانک میڈیا کے لیے ضابطہ اخلاق کا نفاذ حقیقی چیلنج ہے، (روزنامہ پاکستان، 10 جولائی 2014ء)

5. ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال، مباحثہ فقیہہ جمعیۃ علماء ہند، (البلاغ، جامعہ دار العلوم، کراچی، ش 1، فروری 2006ء)

6. چوہان، محمد فاروق، مغربی میڈیا اور اُمت مسلمہ، (ترجمان القرآن، ج 137، عدد 7، جولائی 2010ء)

7. الراشدی، ابو عمار زاہد، الجزیرہ ٹی وی عالمی ابلاغیاتی گھٹن میں تازہ ہوا کا جھونکا (روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، 25 اکتوبر 2001ء)

8. روزنامہ جنگ، رپورٹ، (کراچی، ۲۳ مارچ ۲۰۱۳ء)

9. رفیع الدین محمد، ڈاکٹر، ابتدائیہ، نقوش رسول و تبلیغ نمبر (ادارہ فروغ اردو، لاہور، ش 130، ج 8، ص 13)

10. ساجد اقبال، نئے پیمرا قانون میں نیا کیا؟ (بی بی سی ڈاٹ کام، اسلام آباد، بدھ 6 جون 2007ء)

11. سعید الرحمان، صحافتی اخلاقیات قرآن کریم کے تناظر میں، (پشاور اسلامکس، ج 5، ش 1، جنوری تا جون 2014ء)

12. شاہ، بینظیر، پاکستان میں سینسر شپ اور آزادی صحافت: جو آپ مارچ میں کہہ سکتے تھے وہ آپ اگست میں نہیں کہہ سکتے، (19 دسمبر 2020ء)

13. شہزاد علی، جنگ اور صحافت۔۔۔، (روزنامہ جنگ، 7 اپریل 2020ء)

14. صائمہ بتول، سائبر کرائم، (ھلال (افواج پاکستان کا مجلہ)، (www.hilal.gov.pk) 1 دسمبر 2017ء)

15. صدیقی، شیما، توہین مذہب کے واقعات ہمارا اجتماعی رویہ، (ڈان نیوز، 24 اگست 2022ء)

16. صہبائی، شاہین، صحافت کا کلچر، (روزنامہ جنگ، لاہور، 2019ء)

17. عباسی، محمد عمر ریاض، میڈیا وار اور عالم اسلام، (روزنامہ نوائے وقت اسلام آباد، 4 جولائی 2021ء)

18. عبدالحئی، انیسویں صدی کی ادبی صحافت، (اوراقِ تحقیقی، ش 1، جولائی تا دسمبر 2016ء)

19. عدنان احمد، پیشہ ورانہ صحافت اور ریگولیٹری ادارے، (www.voiceofbalochistan.pk، 18 ستمبر 2021ء)

20. علی انجم، میڈیا اور پاکستان، (روزنامہ جسارت، کراچی، 6 ستمبر 2020ء)

21. فرحت جاوید، پاکستان میں صحافیوں اور صحافت کے لیے زمین تنگ، (بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 2 نومبر 2017ء)

22. گورایہ، محمد یوسف، اسلامی ریاست میں اجتہاد اور آزادی رائے کی اہمیت، (روزنامہ نوائے وقت، راولپنڈی، 14 جون 1988ء)

23. گھانگھرو، علی انس، پاکستان میں صحافت کرنا خطرناک، (5 جولائی 2022ء)

24. گیلانی، سید اسد، ہجرت رسول، نقوش رسول نمبر (ادارہ فروغ لاہور، ش 130، ج 8، ص 258، جنوری 1982ء)

25. متین الرحمن، نظریہ ابلاغ پاکستانی تناظر میں، (روزنامہ جنگ، لاہور، 2020ء)

26. مجتبیٰ فاروق، میڈیا وار اور مسلم دنیا، (ترجمان القرآن، ج 7، عدد 3، مارچ 2017ء)

27. محمد ایوب منیر، ذرائع ابلاغ کی جنگ، (ترجمان القرآن، ج 130، عدد 6، جون 2003ء)

28. محمد ایوب منیر، مغربی میڈیا اور مسلم دنیا، (ترجمان القرآن، ج 128، عدد 12، شوال 1422ھ)

29. محمد زابر سعید بدر، کشمیر اور بھارتی نفسیاتی جنگ، (لاہور، روزنامہ نوائے وقت، 18 اکتوبر 2016)

30. ملک، شجاع، منزہ انوار، پاکستان: سوشل میڈیا کے نئے قواعد پر عملدرآمد کتنا مشکل، (بی بی سی اردو ڈاٹ کام، اسلام آباد، 13 فروری 2020ء)

31. نوشاد احمد، صحافی ایک پرامن معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار، ((www.jasarat.com)، 11 مئی 2022ء)

32. نیازی، لیاقت علی خان، اسلام میں صحافت کا تصور، (روزنامہ مشرق، پشاور، 7 نومبر 1991ء)

انگریزی کتب ورسائل

1. Aulte E-Mery, Introduction to the mass communication, (Harper of Row, London, 1979)
2. BBC English dictionary, (Harper Collins publishers, 1995)
3. Bittner, John R, Mass communication- An Introduction, (New Jersey, USA, 1986)
4. Burns, Robert 1, paper comes to the west, (Berlin)
5. Calhoun, Craig, Communication as Social Science (and more)(International Journal of Communication, 2011)
6. Dawn Media Group, Published on 27 June 2012
7. Defleur & Denniss, Understanding Mass Communication (4th Edition), (National Book Foundation, Islamabad, 2007)
8. Derek Bow skill, The how and why: Wonder book of Radio and T.V., (Trans world publication, London, 1976)
9. Dominick, J.R., The Dynamics of Mass Communication. Media in The Digital Age, (Mc. Graw Hill, New York, 2002)
10. Encyclopedia Britannica, (U.S.A, 1970)
11. federalshariatcourt.gov.pk
12. Geo TV Network, Published on 28 June 2012
13. H.G Wells, A Short history of the world, (Cosimo Classics, New York, 2007)
14. https://www.humnetwork.tv/company-profile
15. InfoasAid, Pakistan Media and Telecoms Landscape Guide, June 2012

16. Kovach, Bill and Tom Rosenstiel, The Elements of Journalism: What Newspeople Should Know and Public Should Expect (3rd Edition), (Three Rivers Press, Nee York, 2014)
17. L. Moore, Lawrence Erlbaum, Mass Communication Law and Ethics, (Associate Publishers, United Kingdom, 2004)
18. Ministery of information and broadcasting (MOIB),Pakistan (moib.gov.pk)
19. Muhammad Makhdom Ali, Faisal Azeez, Ch. Aqeel Ashraf....., Mass Communication according to Islam and Islamic Perspective of Ethics and Responsibility in Journalism, (International Journal of Research (IJR), Vol. 1, Issue 10 ,November 2014)
20. Muhammad Riaz Rana, Muhammad Waseem Akbar, Wajeeh ud Din, Naheed Ali Zia, Code of Ethics and Laws for Media in Pakistan, , (Asian Journal of Sciences & Humanities, Vol. 2, No. 1, Februry 2013)
21. Niazi, Zamir, The press in chains (Royal book company, Karachi, 1987)
22. Nasir Aziz, Case Study: Pakistan and its Media, PakAffairs.com on 3 April 2008
23. Dr. Nazir Hussain, The Role of Media in Pakistan, (Journal of South Asia and Middle Eastern Studies, 35:4, Summer 2012)
24. National Press Trust, Ministry of Information and Broadcasting, Government of Pakistan (moi.gov.pk/Pages/1194/NPT)
25. Oxford English Urdu dictionary, (Oxford university press)
26. Pakistan Electronic media regulatory authority ordinance 2002, as amented by the Pakistan electronic media regulatory authority ordinance (amenbment) Actf,2007 (moib.gov.pk)

27. Press and Publication Ordinance 1960 and 1963 (docsity.com/en/press-and-publication-ordinance-1960)
28. Press Information Department, (moib.gov.pk)
29. Sedigheh Babran, Mahboubeh Ataherian, Professional Ethics Codes for Global Media, (International Journal of Ethics & Society (IJES), Vol. 1, No. 2. 2019)
30. Shaheer Ahmed, Sabahat Afsheen, Ishtiaq Ahmed, Journalism Ethics and Media Practices, (Al-Azva (Lahore), Vol. 34, Issue 52, 2019)
31. Sulieman Salem Saleh Salem, Mass communication Ethics : An Islamic Perspective and an Islamic code of ethics for communicators, (International Journal of Social Communication, 2018)
32. The copyright ordinance, 1962, (ipo.gov.pk)
33. The motion pictures ordinance, 1979 www.ma-law.org.pk
34. Tubbs, Moss, Mass Communication Principles and Context (10th Edition), (Mc. Graw Hill, New York, 2007)
35. Urdu to English and Urdu Dictionary, (Faroz Sons, Lahore)
36. Ward SJA, Ethics and the Media: An Introduction, (Cambridge Unversity Publishers, New York, 2011)
37. Ward, Stephen J.A, & Wasserman, Herman, Media Ethics Beyond Borders: A Global Perspective, (Routledge, London, 2008)
38. www.bio-bibliography.com
39. www.islamhouse.com
40. www.pakistanpressfoundation.org